لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَىَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ

''تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔'' (انفال:۴۲)

دیں ہمہ اوست

(عائلی زندگی سے متعلقہ احادیث پر اعتراضات کا جائزہ)

ڈاکٹر محمد آفتاب خان

2017ء

ادبیات

SULEMANI.COM.PK

SULEMANI.COM.PK

وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا
الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

اُس کی اطاعت کرو گے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے ورنہ رسول ﷺ کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ صاف صاف حکم پہنچا دے۔

(سورۃ النور ۲۴:۵۴)

بمصطفیؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست [1]
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہی ''اصل دین'' ہے
اگر یہ نہیں تو پھر جو کچھ ہے وہ بولہبی ہے

---

[1] اصل کتاب کا عنوان، علامہ اقبالؒ کے اس شعر کے الفاظ ''دیں ہمہ اوست'' سے ماخوذ ہے۔

SULEMANI.COM.PK

فہرست

ابواب	عنوان	صفحات
پیش لفظ	ڈاکٹر سہیل حسن ڈائریکٹر دعوہ اکیڈیمی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد	8-7
پیش لفظ	ڈاکٹر اسماء آفتاب گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد	13-9
آغاز سخن		14 تا 20
اول:	**علم حدیث اور اس کا ارتقا** علم حدیث کا تاریخی پس منظر: ایک طائرانہ جائزہ، برطانوی ہندوستان میں انکارِ حدیث کا تاریخی پس منظر، علم حدیث کا ایک اجمالی تعارف، احادیث پر شکوک و شبہات/ اعتراضات کا ایک عمومی جائزہ ترویج و اشاعت حدیث اور موالی	21 تا 48
دوم:	**جنسیت: انسانی زندگی میں اس کی ضرورت و اہمیت** جنسیت: ایک طائرانہ تاریخی جائزہ، تحریک نسوانیت کا ایک اجمالی جائزہ تاریخ کا سبق، حقوقِ نسواں، اسلامی تناظر میں	49 تا 57
سوئم:	**اسلام میں عورت کا مقام اور خاندانی نظام** اسلام میں شادی/ بیاہ اور خاندانی نظام کی تشکیل، اسلام میں خواتین کے حقوق،	58 تا 73
چہارم:	**مساوات مرد و زن کے حامی اور منکرین حدیث کے شکوک و شبہات: ایک تنقیدی جائزہ** چند اہم تصریحات۔ حقوق نسواں سے متعلق چند احادیث پر اعتراضات کا جائزہ۔ نظریہ مساواتِ مرد و زن سے متعلق چند امور۔ مسئلہ غلامی۔ قدیم زمانے میں	74 تا 221

غلامی۔جنگی قیدی۔اسلام میں شادی/ نکاح۔جنسی افعال اور طہارت و پاکیزگی کا حصول.تربیت نسواں

پنجم: قرآن اور احادیث پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ 222 تا 257

پردہ/ حجاب اور مسلمان مرد وزن کا آزادانہ اختلاط: مساجد میں نماز کی ادائیگی۔ عورت کی امامت:تعزیرات/ اسلامی سزائیں۔ تعددِ ازواج اور مسئلہ غلامی: لونڈیوں کا مسئلہ۔غلامی: قدیم ترین طریقہ۔

ششم: احادیث میں جنسی موضوعات پر ایک مجموعی نظر 258 تا 279

قرآن وحدیث میں جنسی تعلیم۔اسلام میں جنسی تعلیم: چند اہم خصوصیات۔طہارت و پاکیزگی۔شادی/ بیاہ سے متعلق احادیث: سیرتِ طیبہ میں زوجین کے لیے ہدایات۔بیوی کے حقوق۔

ضمیمہ الف: 280 تا 289

مغربی پاکستان ہائی کورٹ لاہور کے جسٹس محمد شفیع صاحب کا فیصلہ: چند احادیث پر ان کے اشکالات

ضمیمہ ب: 290 تا 306

چند احادیث کے متعلق فاضل جج کے اعتراضات پر سید مودودیؒ کا تبصرہ

ضمیمہ ج: 307 تا 311

مرد کی قوامیت: مفہوم اور ذمہ داری۔ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ضمیمہ د: 312 تا 313

عورتوں کی باجماعت نماز۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالحئی ابڑو

حوالہ جات

اردو 314 تا 316

انگریزی 317 تا 318

SULEMANI.COM.PK

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والسلام علی سید المرسلین و علی الہ واصحبہ اجمعین۔ اما بعد:

اللہ تعالیٰ کا اس امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ ان کے لیے قرآن وسنت کے ذریعے سے ہر معاملہ میں رہنمائی کا انتظام کر دیا ہے، خاص طور پر عائلی زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں ہمیں قرآن وسنت میں تعلیمات ملتی ہیں، اس کی سب سے بڑی شہادت یہ ہے کہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ آیات تقریباً ستر (۷۰) عائلی قوانین کے بارے میں آئی ہیں، جس میں نکاح، طلاق، رضاعت، وراثت، حضانت اور نان نفقہ کے احکام شامل ہیں۔

صرف وراثت کے احکام دیکھنا چاہیں تو سورۃ النساء کی آیات (۱۱ تا ۱۴) میں تفصیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اس طرح احادیث کے ذخیرہ میں یہ احکام دیکھنا چاہیں تو کتب حدیث میں ان تمام احکام کو ابواب کی شکل میں مرتب کر دیا گیا ہے، اور متعلقہ احادیث آسانی سے دیکھی جا سکتی ہیں۔

ان تمام تر تفصیلات کے باوجود بعض عقل پرست حضرات اور خواتین اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ یہ ثابت کریں کہ اسلام نے عورت کے ساتھ ظلم کیا ہے، اس کے حقوق ادا نہیں کیے ہیں اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ ان کی نظروں سے عیسائیت، یہودیت اور مشرکین کا خواتین کا ساتھ ظالمانہ طرز عمل اوجھل ہو جاتا ہے اور اسلام کا معتدل اور عادلانہ نظامِ زندگی بھی ظلم وستم سے بھرپور نظر آتا ہے۔ یہ سراسر ان کی کوتاہ بینی، نفس پرستی

اور کم عقلی کا نتیجہ ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر اسلام پر جنسیت کا الزام لگانا بہت ہی کم عقلی بلکہ جہالت کا نمونہ ہے۔ان تمام امور کی وضاحت، دفاع اور صحیح تصور پیش کرنے کا بیڑا جناب ڈاکٹر محمد آفتاب خان نے اس کتاب میں اٹھایا ہے۔جس میں انہوں نے خاص طور پر اسلام میں خواتین کے حقوق، مقام ومرتبہ اور جنسی زندگی کے بارے میں قلم اٹھایا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، انہوں نے جہاں مثبت انداز میں اسلام کا مؤقف پیش کیا ہے وہاں حقوق نسواں کے بارے میں احادیث پر اعتراضات، نظریۂ مساوات مرد وزن، غلامی، جنگی قیدی، جنسی افعال، طہارت و پاکیزگی کے اصول، تربیتِ نسواں جیسے عنوانات پر سیر حاصل بحث کی ہے، خصوصاً احادیث میں ان امور کے بارے میں نقطۂ نظر واضح کیا گیا ہے۔

احادیث کے مطالعہ میں انتہائی ضروری ہے کہ ان احادیث کی صحت، استفادی حیثیت اور صحیح مفہوم اخذ کرنے کے بعد پیش کیا جائے اور ان کا صحیح ترجمہ وتشریح پیش کی جائے۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر محمد آفتاب خان کو اس کاوش کی بہترین جزا عطا فرمائے، ان کے لیے یہ عمل صدقہ جاریہ بنادے۔واللہ ولی التوفیق

ڈاکٹر سہیل حسن
ڈائریکٹر، دعوۃ اکیڈیمی
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی
اسلام آباد۔ پاکستان

۱۷/۷/۱۴۳۷ھ
۲۵/۴/۲۰۱۶ء

SULEMANI.COM.PK

پیش لفظ

آج سے کچھ عرصہ قبل، والد محترم نے جب مجھے اپنی کتاب ''دیں ہمہ اوست'' کا مسودہ پڑھنے کو دیا تو مجھے محسوس ہوا کہ بین السطور اُن کی یہ خواہش بھی تھی کہ میں اس کا پیش لفظ لکھوں بلکہ اس کتاب کے انگریزی ترجمہ میں بھی ان کی معاونت کروں۔ میں اپنے پی ایچ ڈی مقالے میں اس قدر مصروف تھی کہ وقت نہ نکال سکی۔ مقالہ جمع کرانے اور ڈیفنس ہونے کے دوران کچھ فرصت ملی تو ان کی خواہش بلکہ حکم کی تعمیل کرنے کا خیال آیا۔

اور کیا ہونگے دلِ زار کے اسبابِ جنوں
کوئی پوچھے تو تیرا نام بتا دیتے ہیں!

طالب علمی کے زمانے سے لے کر آج تک ہمارے گھرانے میں علمی موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ معمول بہ رہا ہے۔ ان موضوعات میں سرفہرست امت مسلمہ کی زبوں حالی (دینی، تعلیمی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی) پر ہم سب بھائی بہن اپنے والدین کے ساتھ بات چیت کرتے رہتے تھے۔ 2007ء میں ایم فل میں اپنا مقالہ (Thesis) لکھنے کے دوران، میری ریسرچ اور مشاہدے میں یہ بات آئی کہ ادب و ثقافت اور تہذیب کے میدان میں بہت سے افراد اور ادارے، پاکستان کی نظریاتی، اخلاقی اور تاریخی تشخص کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلا رہے ہیں اور یہ ذہن (Mindset) مختلف تعلیمی اداروں، ادبی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے عوام الناس میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔

اپنی ذہنی اور فکری غلامی کے زیر اثر ایسے افراد اور ادارے پاکستان میں خاندانی نظام، حقوقِ نسواں اور ایسے ہی بہت سے اہم لیکن حساس موضوعات پر ایسی آراء کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں جو پاکستان کی نظریاتی اور معاشرتی اقدار سے متصادم ہیں اور اس کا منطقی نتیجہ اس

SULEMANI.COM.PK

زوال و انتشار کی صورت میں سامنے آ رہا ہے جو معروف بنگالی دانشور پراتھا چیٹرجی (Paratha Chatterjee) کے مطابق غیر ملکی استعمار (Colonial Power) کی مشرقی معاشرے کی روحانی اور اخلاقی اقدار (Spirtual Sphere) پر ایک کاری ضرب ہے!

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد اور بالخصوص گذشتہ دو تین دہائیوں میں ان موضوعات پر جس قدر لٹریچر مختلف یونیورسٹیوں (ملکی و غیر ملکی) کے ذریعے شائع ہو کر نوجوان نسل میں فکری اور نظریاتی خلفشار پیدا کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے، اس کا اندازہ اور صحیح ادراک شاید بہت سے اہل علم کو نہیں۔ تاریخی اعتبار سے اسلام اور بالخصوص اس کے معاشرتی اور اخلاقی نظام پر مستشرقین (Orientialists) نے کئی صدیوں سے ایک انتہائی منفی اور (Propagandist) طرز تحریر اور رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔ ان میں سے بعض مستشرقین نے اسلام اور اس کے طرز فکر (world view) کے بارے میں جس انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے وہ بجائے خود معروضی ریسرچ (Objective Research) اور علمی اخلاقیات (Intellectual Ethics) کو پامال کرتا نظر آتا ہے۔

یہاں یہ امر قابل صراحت ہے کہ مستشرقین کے اس طرز تحقیق پر بیسویں صدی کے اواخر میں سب سے موثر اور جاندار تنقید ایڈورڈ سعید (Edward Saeed) نے کی ہے۔ سعید کے مطابق اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مستشرقین کی طرز فکر و تحریر دراصل علمی اور عقلی اعتبار سے نہ صرف ناقص (Flawed) ہے بلکہ ان معروضی حقائق (Empirical Realities) کے بھی خلاف ہے جو مسلم معاشرے اور تمدن کی صحیح عکاسی کر سکیں۔ ان مستشرقین کی بیشتر تحریریں، سعید کے الفاظ میں نہ تو علم ہیں اور نہ تحقیق (Niether science, nor knowledge, but a statement of power and a claim of absolute authority)[1]

---

[1] Orientialism Reconsidered (2002, pp 206); Harvard University press, USA.

SULEMANI.COM.PK

اس پس منظر میں زیادہ حیران کن بلکہ ناقابل فہم رویہ ان مسلمان مرد وخواتین کا ہے جنہوں نے مختلف اسلامی ممالک اور پاکستان سے تعلق رکھنے کے باوجود اکثر و بیشتر انہی اعتراضات اور شکوک وشبہات کو پیش کر دیا جو زمانۂ وسطیٰ میں ان مستشرقین نے کیا تھا اور دورِ حاضر کی یونیورسٹیوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ بغیر کسی علمی اور تحقیقی جائزے کے ان خیالات کو نوجوان نسل میں پروان چڑھانے میں کوشاں ہیں!

زیر نظر کتاب 'دیں ہمہ اوست' ان چند اعتراضات اور شکوک وشبہات پر ایک بہت ہی دردمندانہ تنقیدی جائزہ ہے جو ایک زمانے سے مختلف حلقوں کی جانب سے صحاح ستہ کی چند احادیث پر کیے جا رہے ہیں۔ تحریک نسواں (Feminist Movement) کی علمبردار خواتین کا یہ خیال ہے کہ ان احادیث میں خواتین کی تحقیر و تذلیل کا پہلو ہے جبکہ منکرین حدیث کا یہ موقف ہے کہ ان احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ کی نجی و عائلی زندگی کا تذکرہ ہے جس سے ان کے بقول اہانت کا پہلو نکلتا ہے اور یہ امور نبی آخر الزمان ﷺ کی شان اور اخلاقی مرتبے سے فروتر ہیں۔ اس لیے ایسی احادیث کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن اس استدلال سے دراصل ان کا مقصد دیگر احادیث جو صحاح ستہ میں ہیں، ان کے غیر مستند ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہے کیونکہ ان چند احادیث کو اگر غیر مستند مان لیا جائے تو پھر بآسانی یہ استشہاد کیا جا سکتا ہے کہ دوسری تمام احادیث بھی (خدانخواستہ) صحیح نہیں۔ مقامِ شکر ہے کہ والد محترم نے اس موضوع پر ایک طویل عرصے تک غور وفکر اور مطالعہ کرنے کے بعد ان امور پر جن کا تعلق امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے ہے، کے بارے میں جس محبت وعقیدت کا اظہار کیا ہے، وہ بہت سے لوگوں کے لیے راہ نمائی کا سبب بنے گا (ان شاء اللہ)۔ یوں تو اس کتاب کی ہر سطر عشق رسول ﷺ کی غماز ہے تاہم اس کتاب سے درج ذیل اقتباس کا من موہنا انداز تو اپنے اندر الفاظ و معنی کے سمندر جیسی گہرائی و گیرائی کا حامل ہے۔

☆...."حضور ﷺ کو اپنی پہلی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس

SULEMANI.COM.PK

قدر محبت تھی کہ اس محبت کا دائرہ ان تمام لوگوں تک وسیع و دراز ہو گیا تھا جنہیں حضرت خدیجہؓ پسند فرماتی تھیں.... بلکہ رشتوں کی پاسداری کا سلسلہ آنجنابہؓ کی وفات کے بعد بھی جاری و ساری رہا۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد تک آپ ﷺ آنجنابہؓ کو ہمیشہ یاد کرتے رہے اور جب کبھی بھی گھر میں کوئی بکری ذبح ہوتی تھی تو آپ ﷺ اس میں سے کچھ حصہ حضرت خدیجہؓ کے اہل خاندان اور سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ اور جب بھی آپ ﷺ کو محسوس ہوتا تھا کہ گھر میں آنے والا مہمان جو دروازے پر دستک دے رہا ہے، وہ حضرت خدیجہؓ کی بہن حضرت ہالہؓ ہو سکتی ہیں تو آپ ﷺ فرطِ شوق سے پکار اٹھتے تھے کہ "اے خدایا! کاش یہ ہالہؓ ہوں!"

(صحیح البخاری 3818، 3821)

اس واقعے سے ایک خاوند کے اپنی مرحومہ بیویؓ کے بارے میں جن جذباتِ محبت اور پیار کا اظہار ہوتا ہے، وہ احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا البتہ ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ایک حساس دل بالخصوص خواتین ہی کر سکتی ہیں ---- یہ ایک نبی آخر الزمان ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے جو نہ صرف بکری کے گوشت کا حصہ اپنی مرحومہ بیوی کے عزیزوں/ رشتے داروں بلکہ سہیلیوں تک کے گھروں میں بھیجتے ہیں بلکہ دروازے پر آہٹ/ دستک پر بے اختیار دعائیہ کلمات زبان پر آ جاتے ہیں کہ خدا کرے یہ ہالہؓ ہوں کہ ان کو دیکھ کر اور باتیں کر کے ماضی کی حسین اور خوش گوار یادوں کو تازہ کر سکیں۔

یہاں اس جانب اشارہ کرنا بھی شاید غیر ضروری نہ ہو کہ ان گذارشات کے ذریعے، میں نے اپنے والد کی علمی خدمات کا اعتراف بھی کیا ہے جو اس کتاب کے ذریعے انہوں نے کی ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اگر میرے ان الفاظ کو نزادنو کی جانب سے ایک بوڑھے والد کی خدمت میں خراجِ عقیدت بھی سمجھا جائے تو یہ امر کچھ ایسا غلط نہ ہوگا۔ دوسری جانب یہ اس

عزم ویقین کا اظہار بھی ہے جو نوجوان نسل کو اپنے بزرگوں کو کرانا چاہیے کہ وطنِ عزیز کی بقا اور مستقبل ان شاء اللہ محفوظ و مامون رہے گا اور لاکھوں لوگوں کی قربانیاں جو حصولِ وطن کے لئے دی گئیں تھیں وہ رائیگاں نہیں جائیں گی!

نو مید نہ ہو ان سے اے رہبرِ فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی!

آخر میں، میں اپنے والد محترم کی اس محبت وشفقت کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جو شرف انہوں نے مجھے دیا اور ان چند سطور کی وساطت سے انہیں اس امر کی یقین دہانی بھی کہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی، ان کی خواہش کے پیش نظر جلد از جلد منصۂ شہود پر لانے کی کوشش کروں گی۔

ڈاکٹر اسماء آفتاب
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی
فیصل آباد

اکتوبر ۲۰۱۷ء

SULEMANI.COM.PK

آغازِ سخن

غالباً 1968ء کی بات ہے کہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں حصولِ تعلیم کے لئے قیام پذیر تھا، تاہم کچھ عرصے بعد، والد محترم کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے ملتان جانا ہوتا تھا۔ اسی طرح ایک دن ریلوے سٹیشن فیصل آباد پر بک سٹال پر کھڑے ماہنامہ "طلوع اسلام" کے شمارے پر نظر پڑی۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ تمام رسالہ ایسی احادیث پر مبنی ہے جن پر منکرین حدیث نیز آزاد خیال لوگوں کو اعتراضات اور شکوک و شبہات ہیں۔ یہ تمام احادیث جنسی موضوعات/ جنسیت سے متعلقہ مضامین سے تعلق رکھتی تھیں یا ان کا تعلق ایسے موضوعات سے تھا جن کے بارے میں ایسے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ان میں عورت (طبقہ اناث) کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہے۔ اول الذکر اقسام کی احادیث کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کی جاتی ہے کہ اسلام میں "فحش مضامین" اور موضوعات ایک "الہامی دین سے مطابقت نہیں رکھتے"....اور یہ امر ان کے نزدیک علم حدیث کے غلط ہونے کے لئے ایک کافی وزنی دلیل کی حیثیت رکھتا ہے جبکہ موخر الذکر موضوعات پر مبنی احادیث سے انسانیت کے نصف حصے (طبقہ اناث/ خواتین) کی تحقیر و تنقیص کا پہلو نکلتا ہے اور یہ امر بھی احادیث کو "رد" کرنے کے لئے کافی ہے کہ اس قسم کے خیالات کو اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرنا بھی محدثین کرام کی ان "غلطیوں" میں شمار کیا جا سکتا ہے جن کی بناء پر یہ خیال تقویت پکڑ گیا کہ اس قسم کی احادیث حضور ﷺ کی رحلت کے بہت عرصے بعد وضع کی گئی ہیں اور یوں یہ تمام تر مواد مبنی بر صحت نہیں۔

دینی علوم کے ایک سرسری سے مطالعے کی بناء پر عام لوگوں کو اس قسم کے خیالات بہت متاثر کرتے ہیں اور جب وہ کتب حدیث یا دیگر کتب میں اس قسم کے مواد کے

بارے میں کوئی مستند تشریح اور تعبیر بھی نہیں پاتے تو رفتہ رفتہ یہ خیال ذہنوں میں راسخ ہو جاتا ہے کہ منکرین حدیث (یا بزعم خود اہل قرآن) کا موقف شاید غلط نہ ہو....اس امر کو مزید تقویت کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے درس وتدریس، نیز ان کے قول وفعل میں تضاد سے ملتی ہے۔مزید برآں ان خیالات کو تقویت انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن پر نیم ملا/روشن خیال لوگوں کے بحث مباحثوں سے بھی ملتی ہے اور جب ایک پڑھا لکھا شخص منبر ومحراب سے بھی ان موضوعات کے بارے میں کوئی مناسب راہ نمائی نہیں پاتا تو رفتہ رفتہ اس قسم کے خیالات، عملی زندگی میں ان کے لئے پریشانی کا باعث بنتے ہیں اور یوں منکرین حدیث اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں اور نوجوان نسل رفتہ رفتہ دین سے برگشتہ ہو کر کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو، کی عملی تصویر بن جاتی ہے اور ان کا وزن دینی طاقتوں کے پلڑے سے نکل کر لادینیت کا پرچار کرنے والوں کے ساتھ ہو جاتا ہے!

نوجوانی کے عالم میں ایک سٹال پر کھڑے اس رسالے کی ورق گردانی کرتے وقت کسی قدر حجاب بھی محسوس ہوا اور اس پریشانی میں وہ رسالہ خریدنے سے بھی گریز کیا اور یوں بعد میں وہ شمارہ بعد از تلاشِ بسیار دستیاب نہ ہو سکا۔تاہم ان احادیث کے پڑھنے سے جو اولین تاثر ذہن میں ابھرا، وہ یہ تھا کہ بادی النظر میں ان مختلف احادیث میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس پر کسی پریشانی، تعجب یا ندامت کا اظہار کیا جا سکے....اگر اسلام زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں راہ نمائی دیتا ہے تو پھر اس راہ نمائی سے انسانی زندگی کے ایک اہم ترین پہلو جنسیت (Sexuality) جس کا براہ راست تعلق انسان کی بقا اور نسل کے تسلسل سے ہے، کو کیوں کر خارج کیا جا سکتا ہے؟....تاہم یہ تلاش بعد میں جاری رہی کہ اس نوعیت کی تمام احادیث کا مطالعہ کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو اس کی صحیح تعبیر وتشریح کسی صاحب علم سے معلوم کی جائے۔اسی تلاش میں چار دہائیوں سے زائد عرصہ گذر گیا۔

سارا حصول عشق کی ناکامیوں میں ہے
جو عمر رائیگاں گئی، وہ رائیگاں نہیں

SULEMANI.COM.PK

اسی دوران، اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے "قرآن حکیم اور علم الجنین" نیز "جنس اور جنسیت اسلامی Sex and Sexuality in Islam,(2006,1990) تناظر میں (2006) اور (2010) Quranic Approach to Sex Education اور "تفسیر و حدیث کا ارتقاء گذشتہ چودہ صدیوں میں" (2012) کی تصنیف و تدوین کی سعادت بھی حاصل ہوئی جسے اہل علم کی ایک بڑی تعداد نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

The Translation of the Meaning of Sahih Bukhari.

By (Dr. Muhammad Mohsin Khan 1981)

اسی دوران میں مجھے گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان میں بطور پروفیسر خدمات انجام دینے کا موقع ملا اور وہاں "تفسیر و حدیث کا ارتقاء گزشتہ چودہ صدیوں میں" کے موضوع پر تحقیق کی سعادت حاصل ہوئی اور اس ضمن میں یونیورسٹی کے خطیب و مدرس ڈاکٹر مولانا عبدالحکیم اکبری کی رفاقت حاصل ہوئی تو مولانا محترم نے بھی اس حوالے سے قدیم و جدید تفاسیر کی شروح اور ان سے متعلق ضروری کتب سے استفادہ کا موقع فرمایا۔ اس قیمتی تعاون کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

موجودہ زمانے کے منکرین حدیث اور قرآن کریم کی من مانی تشریح و تعبیر کرنے والوں کے سرخیل گولڈ ازہر (Gold Zeiher 1880)، مارگولیتھ (Margoleith, 1914) اور دیگر مستشرقین از قسم روبین لیوی (Ruben Levy) کی کتاب The Social Sturcture of Islam,(1962) کے مطالعے سے بھی متعلقہ خیالات و نظریات کے جاننے کا موقعہ ملا۔ پاکستان کی ایک خاتون محترمہ رفعت حسن صاحبہ (جو امریکہ میں کسی یونیورسٹی سے منسلک ہیں) کے چند مقالہ جات بھی نظر سے گذرے جس میں انہوں نے Feminism کے حوالے سے مختلف احادیث پر اپنے ذہنی تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح تیونس کی ایک مشہور مصنفہ فاطمہ مرینسی (Fatima Mirinsi) کے خیالات سے بھی آگاہی ہوئی۔ کراچی یونیورسٹی کی ایک خاتون پروفیسر عارفہ فرید کی کتاب

SULEMANI.COM.PK

(Status of Women in different Religions, 1966) میں روبن لیوی (Ruben Levy) اور فاطمہ مرینسی کے خیالات کی بازگشت بھی سنائی دی۔اسی طرح خالد محمد ابوالفضل (1963) اور محترمہ اسماء برلاس (2002) نے بھی اپنی کتب میں مساوات مرد وزن کے ضمن میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ان تمام امور کی بناء پر ذہن میں یہ خیال روز بروز تقویت پکڑتا چلا گیا کہ اس موضوع پر قلم اٹھایا جائے۔اس دوران، اللہ کریم نے حرمین شریفین کی زیارت اور حاضری سے مشرف فرمایا تو المعہد الذہب نامی شہر (جو مدینۃ الرسول ﷺ سے قریباً 260 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے) کے قیام کے دوران بالآخر وہ ساعت سعید آ گئی جو اس موضوع پر کام کا آغاز کرنے کے لیے مشیت ایزدی نے طے فرما رکھی تھی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ!

اس کام کی تکمیل کے لئے جس قدر علمی مواد/حوالہ جات کی ضرورت تھی، وہ اس جگہ دستیاب نہیں تھے تاہم ان کتب ورسائل (نوٹس/فوٹو کاپی وغیرہ) کی مدد سے جو پاکستان سے آتے وقت اپنے ساتھ رکھ لیے تھے کام کا آغاز کر دیا۔اس ضمن میں پاکستان ہاؤس مدینہ منورہ کی مختصر سی لائبریری سے بھی استفادہ کیا۔پاکستان آنے کے بعد محترم پروفیسر ڈاکٹر طاہر منصوری کے توجہ دلانے پر تمام احادیث کی تخریج اور صحت متن وترجمہ کے لئے Sunnah.com سے استفادہ کیا ہے اس کام میں عزیزم سہیل خان لیکچرار، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نے بہت تعاون کیا۔اگرچہ یہ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر کوئی حرف آخر ہے تاہم اپنے محدود علم وفہم کی حد تک شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کوشش بارش کے اس پہلے قطرے کی مانند ہو جس کے بعد موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور زمین جل تھل ہو جاتی ہے....خدا کرے کہ دیگر اہل علم جنہیں علم حدیث کی شناوری کا شرف حاصل ہے اور جنہوں نے ایک عمر اس کے حصول میں صرف کی ہے، وہ اس سے زیادہ

SULEMANI.COM.PK

بہتر تشریح ان تمام احادیث کی کر سکیں جن میں کچھ بندگان خدا، اغیار کے مغالطوں کی وجہ سے پھنس گئے ہیں۔

مسودہ کتاب پر نظر ثانی کا کام جاری تھا کہ میری اہلیہ نے توجہ دلائی کہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب "سنت کی آئینی حیثیت" (1960) میں اس قسم کی احادیث، جو پنجاب ہائی کورٹ لاہور کے ایک جسٹس کے عدالتی فیصلے میں بھی زیر بحث آئی تھیں اور جن کا بہت مدلل اور مسلکت جواب سید مرحوم نے دیا تھا۔ اور یہ جان کر از حد خوشی ہوئی کہ سید مودودیؒ نے ان تمام احادیث کے اعتراضات کا نوٹس لے کر ملت کے دیگر اہل علم کی جانب سے "فرض کفایہ" ادا کر دیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ اگرچہ میں نے اس وقت ہی کر لیا تھا جب یہ مباحثہ ڈاکٹر عبدالودود صاحب (لاہور کے ایک مشہور آرتھوپیڈک سرجن اور غلام احمد پرویز کی فکر سے متاثر) اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے درمیان خط و کتابت کی شکل میں ماہنامہ ترجمان القرآن میں شروع ہوا تھا تاہم بعد میں اس کے مندرجات کسی حد تک ذہن سے محو ہو گئے تھے۔

اس کتاب کے مطالعے سے یہ جان کر از حد خوشی ہوئی کہ ہماری بہت سی توجیہات اور تشریحات کی تائید و تصویب، سید مودودیؒ کے خیالاتِ عالیہ سے ہوئی (اگر یہ کہا جائے کہ یہ تمام تر فکر، سید مرحومؒ کا فیضانِ نظر تھا تو غلط نہ ہوگا کہ آپ کی تحریروں سے متاثر ہو کر ایک فرد کے اندر وہ نظر پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتا ہے)۔ اس سے من جملہ اس امر کی بھی نشان دہی ہوتی ہے کہ اگر ایک انسان تعصب کی عینک سے ماورا ہو کر احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ صحیح نتائج فکر تک نہ پہنچ سکے!

یاد رہے کہ سید مودودیؒ کی مذکورہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں وہ پوری مراسلت ہے جو سنت کی آئینی حیثیت کے بارے میں سید مرحومؒ اور ڈاکٹر عبدالودود صاحب جو بقول غلام احمد پرویز ("جن کی رفاقت ہمارے لیے باعث فخر ہے") کے درمیان ہوئی تھی جیسا کہ درج بالا سطور میں اشارہ کیا گیا۔ جبکہ دوسرے حصے میں مغربی

SULEMANI.COM.PK

پاکستان ہائی کورٹ کے ایک رکن جسٹس محمد شفیع صاحب کے ایک فیصلے کا ترجمہ دیا گیا ہے جو انہوں نے 1960ء میں ایک مقدمے میں صادر کیا تھا....اس دوسرے حصے میں جسٹس صاحب نے من جملہ اصل مقدمے (حصانت/ وراثت) کے "ان اصولی مسائل پر بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے کہ اسلام میں قانون کا تصور، اور قانون سازی کا طریق کار کیا ہے، نیز قرآن کے ساتھ حدیث کو بھی مسلمانوں کے لئے ماخذ قانون تسلیم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟" اسی مقدمے میں انہوں نے چند احادیث بھی نقل کی ہیں، جن کے بارے میں ان کا یہ خیال ہے کہ "ایک شخص اگر حدیث کے مجموعوں کا مطالعہ کرے تو ان میں کم از کم بعض حدیثیں ایسی بھی موجود ہیں جنہیں داخلی شہادت کی بناء پر صحیح ماننا مشکل ہے" (ضمیمہ الف) ہم نے ان تمام احادیث کو بمعہ ان متعلقہ حصوں پر سید مودودیؒ کے جامع دلائل، ضمیمہ ب کی شکل میں کتاب کے آخر میں شامل کر دیا ہے۔ امید ہے کہ ہماری (کسی قدر طویل توضیحات) کے بعد سید مرحومؒ کا ان احادیث کے بارے میں نہایت مدلل اور مستند جواب دریا کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف ہوگا اور اس طریق پر ہماری تشنہ تحریر کے باوجود، موجودہ زمانے کے "تعلیم یافتہ اور روشن خیال" مردوزن، ان الجھنوں سے نجات حاصل کر سکیں گے جن میں وہ منکرین حدیث اور مستشرقین کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کی وجہ سے مبتلا ہو گئے ہیں!

ہمیں اس عظیم علمی کام کے مقابلے میں اپنی علمی بے بضاعتی کے ساتھ ساتھ جس تقویٰ اور فہم دین کی ضرورت تھی، اس کے نہ ہونے کا واضح اور مکمل شعور ہے تاہم، اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر یہ جرات اس لئے کی ہے کہ شاید اس سے کوئی ایک شخص بھی ان مغالطوں سے نکل آنے میں کامیاب ہو جائے جس میں وہ اب تک مبتلا رہا ہو تو ہم اسے اپنی خوش بختی سمجھیں گے۔

شنیدم آنچہ از پا کانِ امت
ترا بہ شوخی رندانہ گفتم!

SULEMANI.COM.PK

اس جگہ اپنے چند ممدوحین کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ شکریہ ادا نہ کرنا ایک بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ ان حضرات میں پروفیسر ڈاکٹر طاہر منصوری وائس پریزیڈنٹ (ر) اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ ، پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد اہم ترین ہیں۔ موخر الذکر نے ازراہ شفقت ومہربانی اس کتاب کا پیش لفظ بھی تحریر فرمایا جس کے لئے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں اپنی بیٹی ڈاکٹر اسماء آفتاب کا بھی شکرگزار ہوں کہ اس کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات رپیش لفظ کی شکل میں تحریر کیے اور توقع رکھتا ہوں کہ انگریزی ایڈیشن میں وہ بھی میرے ساتھ اس کتاب میں بطور مصنف شامل ہوں گی۔ کتاب کے پریس میں جانے سے پہلے اس پر نظر ثانی عزیز محترم پروفیسر (ر) ڈاکٹر عبدالغنی فاروق صاحب نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اہل علم اور دیگر حضرات کو جن کی کتب سے مواد حاصل کیا گیا ہے جزائے خیر عطا فرمائے۔

عزیزان سہیل خان، اسد اللہ سعدی اور رشید سبحانی نے احادیث کی تخریج اور کمپوزنگ میں نہایت قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کے لئے بھی دینی اور دنیوی بھلائیوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔ میری اہلیہ اور دیگر اہل خانہ بھی میری مصروفیات کی بنا پر کافی حد تک میری توجہ سے محروم رہتے ہیں تاہم جس صبر وتحمل اور خندہ پیشانی سے وہ مجھے تمام پریشانیوں سے بچاتے رہے، میں ان کے اس ایثار پر بہت شکرگزار ہوں۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ تسامحات اور اغلاط سے آگاہ فرمائیں کہ اس کام میں جو بھی صحیح بات ہے وہ من جانب اللہ ہے جبکہ اغلاط اور تسامحات میرے علم وفہم کی کمی کی وجہ سے ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

المہد الذہب، سعودی عرب ڈاکٹر محمد آفتاب خان

12، اپریل 2013ء/ 1434ھ

راولپنڈی (پاکستان) اکتوبر 2017ء

SULEMANI.COM.PK

باب اول

علم حدیث اور اس کا ارتقاء

ہم نے اپنی کتاب "تفسیر و حدیث کا ارتقاء، گذشتہ چودہ صدیوں میں" (2012) میں اس موضوع پر کسی حد تک تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے کہ حدیث رسول ﷺ کا ارتقاء جو گذشتہ چودہ صدیوں میں ہوا، وہ بلا مبالغہ انسانی تاریخ میں ایک معجزے سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم کی حفاظت کا جو ذمہ لیا تھا (سورہ الحجر 15:9) اس کی حفاظت ونشر واشاعت کے لئے اپنی رحمت خاص سے محدثین کرام اور دیگر اہل علم کا ایک ایسا سلسلۃ الذہب پیدا فرما دیا جو تاریخ انسانی کے نابغہ روزگار لوگوں کی ایسی کثیر تعداد پر مشتمل تھا جو مسلسل چودہ صدیوں سے اب تک اس عظیم ورثے کی حفاظت کرتا چلا آ رہا ہے۔ مزید یہ کہ ان نادر الوجود ہستیوں کا تعلق کسی ایک زمانے، علاقے یا نسل انسانی سے بھی نہیں تھا۔ ان میں اگر ایک جانب اللہ کے رسول ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی جن میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں اور دیگر صحابہ کرامؓ شامل تھے جن کا تعلق عرب (مکہ/ مدینہ سے تھا)، وہاں ایسے ایسے صاحبان علم وتقویٰ بھی شامل تھے جن کا تعلق دنیا کے تمام ممالک سے تھا۔ اس امر کا اندازہ گوشوارہ نمبر 1 سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے جس میں بہت ہی اختصار کے ساتھ چند چیدہ ترین اہل علم کے نام اور ان ممالک کا ذکر ہے جہاں سے وہ تعلق رکھتے تھے۔

SULEMANI.COM.PK

گوشوارہ نمبر ۱: دنیا کے مختلف ممالک کے چیدہ چیدہ مفسرین قرآن [1]

اسمائے گرامی	تاریخ پیدائش/وفات	وطن مالوف
سعید بن جبیر	م92ھ	کوفہ (عراق)
ابو عبداللہ عکرمہ بربری	م104ھ	بربر (افریقہ)
محمد بن الجریر طبری	224ھ/839ء	طبرستان
ابو منصور ماتریدی	333ھ/853ء	سمرقند
ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص	م370ھ	رے/ایران
علامہ الزمخشری	م538ھ	خراسان
علامہ راغب اصفہانی	م502ھ	اصفہان
ابو حامد غزالی	م505ھ	طوس
امام فخر الدین رازی	م606ھ	رے (ایران)
ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی	م671ھ	قرطبہ (سپین)
امام بیضاوی	م685ھ	آذربائیجان
نظام الدین حسن بن محمد خراسانی	م728ھ	قم (ایران)
امام ابن کثیر	م774ھ	بصرہ
جلال الدین سیوطی	م864ھ	مصر
امام ثعلبی	م876ھ	الجیریا
سید عبداللہ بن محمد رضا	م1242ھ	نجف (ایران)
سید رشید رضا مصری	م1354ھ	مصر
سید قطب شہید	م1966ء	مصر

[1] یاد رہے کہ اس گوشوارے میں ان تابعین اور تبع تابعین کے اسمائے گرامی درج نہیں کیے گئے جن کا تعلق بلاد عرب (مکہ/مدینہ) سے تھا۔ ان کے بارے میں تفصیلات جاننے کے لئے دیکھئے ہماری کتاب "تفسیر اور حدیث کا ارتقاء، گذشتہ چودہ صدیوں میں" (2012)

تفسیر قرآن کریم اور حدیث کی تدوین و اشاعت کے کام میں جہاں بلاد عرب/ ایران/مصر/ افریقہ کے اہل علم نے خدمات سرانجام دیں وہاں برصغیر ہندو پاکستان کے اہل علم بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ گوشوارہ نمبر 2 میں ان چیدہ چیدہ اہل علم کے اسمائے گرامی درج کیے جا رہے ہیں جنھوں نے اس جہت میں نمایاں ترین خدمات سرانجام دیں۔ یاد رہے کہ برصغیر میں اسلام کی آمد 86 ہجری (705 عیسوی) سے 96 ہجری (713ء) میں ہوئی۔ سندھ باقاعدہ اسلامی ریاست کا ایک صوبہ بن گیا تھا جب محمد بن قاسم نے اسے فتح کیا تاہم اسلام کی شعاعیں عرب تاجروں کی اس سرزمین میں آمد و رفت کی وجہ سے بہت پہلے ہی پہنچ چکی تھیں۔

گوشوارہ نمبر 2: برطانوی ہندوستان کے چند اہل علم جنہوں نے قرآن و حدیث کی تدوین و حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔

اسمائے گرامی	تاریخ پیدائش/ وفات	وطن مالوف
حافظ ابو محمد بن حمید بن نصری	م 245ھ	سندھ/ پاکستان
سید محمد حسن گیسودراز	م 828ھ	دہلی
شیخ جلال الدین علی بن احمد المہامی	م 835ھ	گجرات
ابوالفیضی (فیضی، نورتن اکبر بادشاہ)	م 1004ھ	دہلی
ملاجیون (استاد اورنگزیب عالمگیر)	1130ھ	دہلی
ملا علی اصغر بن عبداللہ قنوجی	پیدائش 1051ھ	قنوج
قاضی ثناء اللہ پانی پتی	پیدائش 1145ھ	پانی پت
مولانا ثناء اللہ امرتسری	م 1948ء	امرتسر
شاہ ولی اللہ دہلوی	م 1176ھ	دہلی

مولانا اشرف علی تھانوی	پیدائش 1280ھ	تھانہ بھون
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	م 1979ء	حیدر آباد دکن

گوشوارہ نمبر 1 اور 2 کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کی خدمت تفسیر سرانجام دینے میں دنیا کے ہر خطے، براعظم، ملک کے اہل علم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان حضرات کے بارے میں یہ گمان کرنا تو ہرگز مناسب نہیں کہ ان کی خدمت کا دائرہ صرف تفسیر قرآن تک ہی محدود رہا ہوگا۔ چونکہ قرآن کریم کا ایک معنوی ربط حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہے (کہ ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قرآنِ ناطق ہے کہ جس کے بغیر تفسیر قرآن جیسا عظیم الشان کام سرانجام دیا ہی نہیں جا سکتا)۔ اس لئے ان حضرات نے اپنی تفاسیر میں آیات قرآنی کی تشریح اور تعبیر میں جابجا احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی استفادہ کیا ہے۔

تدوین حدیث کا ایک بہت ہی درخشندہ پہلو یہ بھی ہے کہ اس ضمن میں بہت ہی عظیم الشان خدمت موالی یعنی غلاموں نے سرانجام دی ہیں جو مختلف لوگوں نے آزاد کیے تھے اور یوں انہوں نے اپنی تمام عمر اور تمام تر توانائیاں وصلاحیتیں ترویج واشاعت حدیث کے لئے وقف کر دیں۔

ذیل کے صفحات (گوشوارہ نمبر 3، نمبر 4) میں ہم نے ان اصحابِ علم کا ایک بہت ہی مختصر سا جائزہ پیش کیا ہے جنہوں نے قرآن کی خدمت سرانجام دی اور جن کا تعلق بھی بلاد عرب کے علاوہ دنیا کے دیگر مختلف مما لک/ علاقوں/ خطوں سے تھا۔ اسی طرح اشاعت حدیث کی خدمت بھی ایسی نابغہ روزگار ہستیوں نے سرانجام دی جن کا کسی قدر مختصر تعارف گوشوارہ نمبر 3 میں درج کیا جا رہا ہے۔ یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ گلستانِ حدیث میں ایسے لاکھوں گلہائے رنگ وبو پائے جاتے ہیں جن کا تعلق دنیا کے مختلف خطوں اور مما لک سے رہا ہے۔ بین الاقوامی حیثیت کے حامل ان اصحاب علم وفضل نے بھی حفاظت

وتدوین حدیث کی وہ خدمات سرانجام دیں جن کی مثال دنیا کے کسی مذہب یا علمی دنیا میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ نیز اس ضمن میں اس امر کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ سلسلۃ الذہب، رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے لے کر آج تک چودہ سو سالوں کے عرصہ پر محیط ہے۔جس میں شاید ہی کبھی کوئی انقطاع واقع ہوا ہو۔ یوں یہ مربوط سلسلہ ایک ایسے ہار کے موتیوں کی مانند ہے جو رنگ، چمک دمک، اور خوبصورتی کی بناء پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں تاہم تسبیح کے دانوں کی طرح ایک دوسرے سے باہم متصل اور جڑے ہوئے بھی ہیں!

گوشوارہ نمبر 3: گذشتہ چودہ صدیوں میں محدثین کا نہایت مختصر جائزہ

اسمائے گرامی	تاریخ پیدائش/ وفات	وطن مالوف
امام ابن شہاب زہری	م124 ہجری	مدینہ منورہ۔تابعی
امام مالک	179۔193ھ	مدینہ
ابو بسطام شعبہ بن الحجاج	160ھ	عراق
امام ابوبکر احمد بن محمد برقانی خوارزمی	336۔425ھ	خوارزم
امام ابونعیم اصفہانی	336۔430ھ	اصفہان
امام عبدالبر قرطبی	368۔463ھ	قرطبہ
امام ابوبکر خطیب بغدادی	392۔463ھ	بغداد
حافظ شیرویہ دیلمی ہمدانی	445۔558ھ	ہمدان
امام ابن تیمیہ	661۔728ھ	مران (دمشق)
امام ابوعبداللہ خطیب عمری تبریزی	م737ھ	تبریز
حافظ قطب الدین عبدالکریم حلبی	م735ھ	حلب

SULEMANI.COM.PK

شیخ امام الربانی مجدد الف ثانی	971-1034ھ	برطانوی ہندوستان
شیخ محمد بن طاہر بن علی گجراتی پٹنی	913-986ھ	گجرات (برطانوی ہندوستان)
شیخ عبدالاول بن علاء الحسینی جون پوری	م953ھ	جونپور (برطانوی ہندوستان)
شیخ طاہر بن یوسف بن رکن الدین سندھی	م1003ھ	سندھ (موجودہ پاکستان)
شیخ المفتی عبدالکریم نہروانی گجراتی	م1014ھ	گجرات
شیخ عبدالحق محدث دہلوی	م1052ھ	برطانوی ہندوستان
شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق	م1073ھ	دہلی (برطانوی ہندوستان)
شیخ ابو یوسف یعقوب البنانی لاہوری	م1098ھ	پاکستان
شیخ الاسلام فخر الدین بن محب اللہ دہلوی	-	دہلی (برطانوی ہندوستان)
شیخ محمد اعظم بن سیف الدین بن محمد معصوم سرہندی	م1114ھ	سرہند (برطانوی ہندوستان)
المحدث محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمن سندھی	م1174ھ	سندھ (پاکستان)
شاہ ولی اللہ دہلوی	م1176ھ	دہلی (برطانوی ہندوستان)
شیخ الامام قاضی ثناء اللہ پانی پتی	م1225ھ	پانی پت

گوشوارہ نمبر 3 میں درج محدثین کے علاوہ متعدد ایسے محدثین بھی ہیں جن کا تعلق برطانوی ہندوستان سے رہا ہے بلکہ آج بھی مختلف اہل علم ہندوستان، پاکستان میں اس خدمت کو بجالا رہے ہیں۔ان کا ذکر گوشوارہ نمبر 4 میں کیا جارہا ہے۔

گوشوارہ نمبر 4: برصغیر ہندو پاکستان میں محدثین کا جائزہ

اسمائے گرامی	تاریخ پیدائش/وفات	وطن مالوف
شیخ علی المتقی الہندی	م975ھ	گجرات (برطانوی ہندوستان)
علامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن الہادی سندھی	م1139ھ	سندھ (موجودہ پاکستان)
علامہ نورالدین محمد صالح احمد آبادی	م1155ھ	احمد آباد

SULEMANI.COM.PK

شاہ عبد العزیز دہلوی	1239ھ	دہلی (برطانوی ہندوستان)
مولانا رشید احمد گنگوہی	1244-1323ھ	(برطانوی ہندوستان)
شیخ قطب الدین بن محی الدین دہلوی	م1289ھ	دہلی (برطانوی ہندوستان)
حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانا توی	1248-1297ھ	(برطانوی ہندوستان)
شاہ عبد الغنی بن شاہ ابی سعید مجددی	م1296ھ	(برطانوی ہندوستان)
نواب صدیق الحسن خان	م1307ھ	(برطانوی ہندوستان)
مولانا فخر الحسن گنگوہی	م1317ھ	(برطانوی ہندوستان)
میاں نذیر حسین محدث دہلوی	م1320ھ	(برطانوی ہندوستان)
شیخ الہند مولانا محمود الحسن	1268-1339ھ	(برطانوی ہندوستان)
مولانا محمد اشرف علی تھانوی	1280-1362ھ	(برطانوی ہندوستان)
مولانا محمد انور شاہ کشمیری	1292-1332ھ	(برطانوی ہندوستان)
علامہ شمس الحق عظیم آبادی	م1329ھ	(برطانوی ہندوستان)
علامہ وحید الزمان	م1338ھ	(برطانوی ہندوستان)
علامہ شبیر احمد عثمانی	م1369ھ	موجودہ پاکستان
مولانا محمد یوسف بنوری	م1397ھ	موجودہ پاکستان
مولانا مفتی محمود	م1400ھ	موجودہ پاکستان
مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک	م149ھ	موجودہ پاکستان
مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی	ولادت1301ھ	موجودہ پاکستان
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	ولادت1315ھ	(برطانوی ہندوستان)
مولانا محمد یوسف کاندہلوی	ولادت1338ھ	(برطانوی ہندوستان)
مولانا محمد اشفاق الرحمن کاندہلوی	-	

مولانا محمد چراغ	-	موجودہ پاکستان
مولانا محمد حنیف گنگوہی	-	موجودہ پاکستان
مولانا بدر عالم میرٹھی	م1965ء	موجودہ پاکستان

گوشوارہ نمبر 4 میں درج معلومات سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ تدوین حدیث کا عظیم الشان علمی کام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے لے کر زمانہ حال تک نہایت تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔ نیز ڈاکٹر حمید اللہ (1992) نے اپنی کتاب میں تفصیلاً بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں جو کچھ فرمایا، جو عمل کیا، وہ صحابہ کرامؓ نے نہایت تندہی اور جانفشانی کے ساتھ جمع کر دیا جس پر مزید کام بعد میں آنے والے محدثین امت نے سرانجام دیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں مختلف سرکاری مراسلے/ معاہدے ازخود تحریر کرائے اور مختلف بادشاہوں اور علاقوں کے گورنروں کو ارسال فرمائے ان کی تعداد 400 سے زائد ہے اور یہ امر ازخود احادیث کو تحریر کیے جانے کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے! جس سے منکرین حدیث کی اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ احادیث، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دوسو سال بعد لکھی گئیں۔

چونکہ اس کتاب کا موضوعِ سخن ایسی احادیث ہیں جن کا تعلق اسلام کے خاندانی نظام، میاں بیوی کی نجی اور انفرادی زندگی کے نہایت پرائیویٹ تعلقات اور عورتوں کے حقوق جیسے موضوعات سے ہے نیز اس کتاب کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نجی اور انفرادی زندگی کے بارے میں بھی ان احادیث سے ہے جن پر مستشرقین اور دور حاضر کے منکرین حدیث نیز روشن خیال اصحاب وخواتین کو اشکالات ہیں، اس لئے یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ احادیث کی تدوین واشاعت اور اس کے تاریخی پس منظر کا بھی نہایت مختصر ذکر کیا جائے جس سے یہ واضح ہوگا کہ گذشتہ چودہ صدیوں میں جو محیر العقول علمی کام سرانجام پایا، وہ علمی اور تحقیقی طور پر اس قدر مضبوط بنیادوں پر استوار ہے کہ جس کی مثال دنیا کے علمی اور سائنسی

کارناموں میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

ذیل کی سطور میں اب ہم اس موضوع پر پہلے گفتگو کریں گے جس کی روشنی میں گوشوارہ نمبر 3 میں درج اہل علم کی علمی کاوشوں کی اہمیت اور اس کی ضرورت کا با آسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز اس تاریخی پس منظر سے ہماری ان گذارشات کو بھی سمجھنا آسان ہو جائے گا جو ہم آئندہ ابواب میں ان مختلف احادیث کی توضیح و تعبیر کے بارے میں کریں گے جن کے بارے میں دانستہ یا غیر دانستہ طور پر غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں۔

بیاں میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے؟

علم حدیث کا تاریخی پس منظر: ایک طائرانہ جائزہ:

656ء میں شہادتِ حضرت عثمانؓ کے بعد، قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے بارے میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جو جنگ شروع ہوئی، اس کے نتیجے میں اسلامی ریاست دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ تاہم 661ء میں شہادتِ حضرت علیؓ کے نتیجے میں خلافت راشدہ کا نظام ختم ہوگیا اور دورِ ملوکیت کا آغاز ہوگیا جس کے نتیجے میں اموی خاندان کی بادشاہت قائم ہوگئی جو 41ھ (661ء) سے لے کر 132ھ (750ء) تک قریباً ایک صدی قائم رہی۔ اور یوں خلافت علی منہاج النبوۃ سے بادشاہت علی سبیل التوارث (خاندانی نظام حکومت) میں تبدیل ہوگئی۔ (سید عبدالغفار بخاری 2010ء)۔ یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ یہ تبدیلی صرف مسلم سیاسی تنظیم کی ظاہری شکل وصورت میں ہی واقع نہیں ہوئی بلکہ اس کی روح بھی تبدیل ہو کر رہ گئی (سید مودودیؒ 1962)۔ خلافت کا جزو لازمی شورائیت اور دینی تشخص نیز بیت المال کی حیثیت یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی۔ خلفائے راشدین کے کوئی ذاتی مقاصد نہ تھے اور وہ اپنی ذاتی قوت وشوکت کا اظہار بھی نہیں کرتے تھے بلکہ عام لوگوں کی طرح، ان کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، ان کی زندگی

آئینے کی مانند صاف شفاف اور ہر فرد کی نظروں کے سامنے ہوتی تھی جبکہ اموی حکمران نہ صرف تقویٰ وعلم دین کے فہم میں ان سے بہت کم تر تھے بلکہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے استثناء کے ساتھ خلفائے راشدین جیسے علم دین کے حامل اور اسلام کی ترویج واشاعت جیسے اولین مقصد کے دلدادہ بھی نہ تھے۔ امیر معاویہؓ کے بعد ان کا بیٹا یزید سریر آرائے حکومت ہوا۔ اس کے دور میں امت مسلمہ کا بدترین حادثہ پیش آیا یعنی کربلا کے میدان میں حضرت حسینؓ اور ان کے خانوادے کو نہایت شقاوت اور بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ اسی دور میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت (683ء) بمقام مکۃ المکرمہ واقع ہوئی جس میں ہزاروں مسلمان بشمول صحابہ کرامؓ بھی شہید کر دیئے گئے۔

غریب وسادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ!

اسلام کے شورائی نظام کے بدلنے کی وجہ سے ایک اور بہت خطرناک رجحان یہ پیدا ہوا کہ اسلام، جس نے نسلی/ خاندانی/ قبائلی تفاخر کے فتنے کو بہت حد تک ختم کر دیا تھا، اموی حکمرانوں نے اپنے خاندانی نظامِ حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے اس فتنے کو دوبارہ زندہ کر دیا جس کے نتیجے میں ایک پالیسی کے تحت امورِ حکومت چلانے کے لئے نسلی طور پر غیر عرب نابغہ روزگار اصحاب علم وفضل سے صلاح مشورہ کرنا بھی ترک کر دیا گیا جن کی اکثریت موالی (آزاد کردہ غلاموں) پر مشتمل تھی اور جنہوں نے آگے چل کر تفسیر وحدیث ہی کی نہیں بلکہ دیگر متعدد علومِ اسلامی کی داغ بیل بھی ڈالی۔ نیز ان علومِ اسلامی کی ترویج واشاعت میں ایک ایسا کردار ادا کیا جس کی مثال تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے....اگرچہ اموی حکمرانوں نے اس غیر اسلامی پالیسی کا آغاز کیا تاہم عباسی دورِ حکومت (750ء) میں عباسیوں نے اس کے ردِعمل کے طور پر عرب اور عربی زبان کو ختم کرنے کا "فریضہ" سرانجام دیا....عباسی حکومت کے بانی ابراہیم الامام نے ابومسلم خراسانی، گورنر کو حکم دیا کہ خراسان میں جو کوئی عربی بولتا ہو، اسے زندہ نہ رہنے دیا جائے۔ (مناظر احسن گیلانی 1983)

SULEMANI.COM.PK

ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے؟

یہ مسئلہ یہاں پر ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کے سوال پر بہت سے فرقے مثلاً خوارج، شیعہ وغیرہ بن گئے۔ اموی حکمرانوں کے پورے دور میں ان فرقوں اور حکمرانوں کے درمیان ایک مسلسل کشمکش جاری رہی جس کے نتیجے میں چند مذہبی و سیاسی گروہ معرض وجود میں آ گئے جنہوں نے اپنے اپنے عقائد و خیالات کا پرچار نہایت سختی اور تندہی سے کرنا شروع کر دیا جس سے امت مسلمہ کو جو نقصان پہنچا اس کا تدارک آج تک نہیں کیا جا سکا۔ نو تعمیر شدہ چھاؤنیوں/ شہروں (بصرہ، کوفہ، شام وغیرہ) میں ہزار ہا لوگوں نے اسلام قبول کیا لیکن اموی حکمرانوں کے دین سے اغماض اور تغافل کے نتیجے میں ان کی دینی تعلیم و تربیت کا وہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا جیسا کہ خلافت راشدہ میں رائج تھا اور یوں عوام الناس کا یہ اژدھام اپنی دینی تعلیم و تربیت کی کمی کی وجہ سے مختلف فرقوں بالخصوص خوارج/ شیعہ کے درج ذیل دوطرفہ پروپیگنڈے کا شکار ہو گیا:

اولاً.... اس پروپیگنڈے کا مقصد عوام الناس کو خلفائے راشدین سے بدگمان کرنا تھا تا کہ اپنے خود ساختہ طرز حکومت کو قائم رکھا جا سکے۔

ثانیاً.... قرآن و حدیث/ اسلام کے بارے میں بدگمانیاں اور شکوک و شبہات کا پھیلانا تھا جو بالخصوص عباسی دور حکومت میں رومی اور یونانی فکر و فلسفہ کے زیر اثر شروع ہو گیا تھا!

ان ہر دو فتنوں کا سرغنہ ابن سبا نامی، خوارج کا لیڈر تھا جو اصلاً یہودی تھا اور یمن کا رہنے والا تھا لیکن جس نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا.... چونکہ یہ شخص نو مسلم سپاہیوں کے ساتھ فوجی چھاؤنیوں میں رہتا تھا۔ اس نے سب سے پہلے شیخین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کے بارے میں بہتان طرازی کا سلسلہ شروع کیا کہ ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت و ہدایت کے برعکس، حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بننے دیا۔ اس نے اس ضمن میں جعلی حدیثیں گھڑ کر فضائل علیؓ کی شکل میں پھیلانی شروع کیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے

SULEMANI.COM.PK

دور خلافت میں ابن سبا کے غلط عقائد کے نتائج و عواقب کا اندازہ کرتے ہوئے اپنے گورنروں کو ہدایت کی تھی کہ اس شخص کی حرکات وسکنات پر کڑی نظر رکھی جائے اور اسے عوام الناس میں چل پھر کر اپنے غلط عقائد کی اشاعت نہ کرنے دی جائے تاہم خلافت عثمانیہ کے دور میں اس معاملے میں اس قدر احتیاط نہ برتی جاسکی.... یوں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اس نے حضرت علیؓ کی حمایت شروع کردی۔ جب حضرت علیؓ کو اس کی ان حرکات کا علم ہوا تو آپؓ نے اسے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور جب وہ اپنی ان حرکات سے باز نہ آیا تو آپؓ نے اسے آگ میں جلانے کا حکم دے دیا تاہم 5-4 سال کے عرصے میں اس نے بے شمار جعلی احادیث گھڑ کر عوام الناس میں پھیلا دیں۔

امت مسلمہ میں ان جھوٹی اور وضعی حدیثوں کے سدباب، ان کی تنقیح اور تصویب کے لئے تابعین کے دور میں اہل علم نے حدیث کے راویان اور ان کی اسناد کی تصدیق (Authenticity) کے بارے میں تحقیق وتفتیش کا طریقہ اختیار کیا۔ اہل علم نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لئے بہت سے اصول وضوابط اور نئے علوم وضع کیے جو ازخود ایک علیحدہ تفصیلی کتاب کا موضوع سخن ہیں۔ تاہم، ہم اپنی توجہ موضوع زیر بحث کی جانب مبذول کرتے ہوئے، اس امر کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ وضع احادیث کے ذریعے خوارج کے پھیلائے ہوئے فتنوں کو مزید ہوا، ان یہودیوں نے دی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنی فتنہ پردازیوں، اسلامی حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں اور باغیانہ روش کی بناء پر نواحِ مدینہ سے نکالے جانے کے بعد شام اور اس کے گردونواح میں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی اسلام دشمنی کا یوں ثبوت دیا کہ بنی اسرائیل کی تاریخ کی طرح، اسلام کے نابغہ روزگار صحابہ کرامؓ کو متہم کرنا شروع کردیا.... اس مسئلے کا سب سے افسوس ناک پہلو وہ علمی بددیانتی ہے جس کا مظاہرہ آج بھی مستشرقین کی جانب سے گذشتہ کئی صدیوں سے جاری ہے [1] اور جن کے افکار وخیالات پر مبنی کتب کو نہایت اہتمام اور تندہی کے ساتھ

---

[1] بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبروں کی کردارکشی جس انداز میں کی اور اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کا جو صحیح حال بیان فرمایا ہے، وہ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ (87:2) اور دیگر سورتوں کے مطالعے سے کیا جاسکتا ہے۔

SULEMANI.COM.PK

کیمبرج، آکسفورڈ اور دیگر یورپین و امریکن یونیورسٹیاں شائع کرتی رہتی ہیں۔ انہوں نے اس کام کے لئے ایسے ایسے اعتراضات، قرآنی آیات اور احادیث کے معنی و مفہوم کے بارے میں کرنے شروع کر دیئے ہیں کہ جن کا خیال تک بھی منافقین ومشرکین مکہ نیز اس زمانے کے یہود و نصاریٰ کو سوجھا تک بھی نہ تھا.... ان کے اس "کارخیر" میں وہ نام نہاد اہل علم بھی شامل ہو گئے ہیں جو مسلم ممالک بالخصوص پاکستان میں رہ کر ان کے خیالات وافکار کو اکثر و بیشتر نہ صرف پھیلا رہے ہیں بلکہ بعض اوقات تو ان کے استعمال کردہ الفاظ تک بھی استعمال کرنے سے نہیں چوکتے جن کا ذکر نہایت اختصار کے ساتھ ہم نے گذشتہ صفحات میں کیا ہے۔ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کے اس طوفان کا نوٹس مسلم اہل علم نے ماضی اور حال میں بہت احسن طریق پر لیا ہے جن میں سید مودودیؒ، شیخ مصطفی حسن السباعیؒ، پروفیسر محمود غازیؒ، مولانا عبدالغفار حسنؒ، ڈاکٹر حمید اللہؒ، سید مناظر احسن گیلانیؒ، مفتی محمد عاشق الٰہیؒ اور دیگر بے شمار اصحابِ علم و فضل شامل ہیں۔

جیسا کہ بتایا گیا کہ مستشرقین کی من گھڑت کہانیوں کی بنیاد اس وضعی لٹریچر پر ہے جو دور اول کے فوراً بعد معرض وجود میں آیا تھا تاہم چونکہ اس دور کے عوام الناس کی مادری زبان عربی تھی، اس لیے وہ ازخود اس قابل تھے کہ مختلف فرقوں کی من گھڑت روایات کو رد کر سکیں شیخ مصطفی سباعی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب (اسلامی میں سنت وحدیث کا مقام) میں ان عوامل کا نہایت تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا ہے جس کی وجہ سے مستشرقین، دورِ حاضر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ:

.... "غالباً مستشرقین کی ایک بہت بڑی تعداد یہودی/ نصرانی اہل علم پر مشتمل ہے [1] اور

---

[1] بلجیئم کی کیتھولک یونیورسٹی لیون (Katholic University Leuven) شاید یورپ کی قدیم ترین یونیورسٹوں میں سرفہرست ہے جہاں راقم نے 1998ء میں وہاں خود سینکڑوں پادریوں کو زیر تعلیم دیکھا جو تمام دنیا میں بسنے والوں کے بارے میں ریسرچ کر کے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے تیار کیے جاتے ہیں اور شاید اس یونیورسٹی کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے۔ نیز امریکن یونیورسٹی بیروت میں بھی بہت سے لوگ اس مقصد کے لئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں!

وہ کسی نہ کسی چرچ یا یہودی عبادت گاہ سے منسلک ہوتے ہیں یا وہ استعماری طاقتوں کے ایجنٹ ہوتے ہیں!" "اگرچہ ان لوگوں کی تمام تر کاوشوں کا آغاز چرچ سے ہوتا ہے تاہم ان کے مالی وسائل بڑی طاقتوں کی وزارتِ خارجہ کی جانب سے فراہم ہوتے ہیں۔"

"چونکہ بہت سے مستشرقین پروفیسر متعصب اورکٹر عیسائی/ یہودی ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنے طلباء کو کوئی ایسا موضوع تحقیق کے لئے نہیں دیتے جس کا انتخاب طلبہ خود اپنی آزادی سے اپنے ملکی/ دینی/ اخلاقی/تعلیمی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر کریں۔"

... عرب ممالک نیز دیگر مسلم ممالک کے طلبہ چونکہ بہت زیادہ انگریزی زبان سے نابلد ہوتے ہیں یا پاکستانی/ ہندوستانی/ بنگلہ دیشی مسلمان طلبہ عربی پر عبور نہیں رکھتے (کہ ان ممالک میں عربی زبان کی تعلیم کا بندوبست نہیں) اس لیے اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہیں وہ کتب انگریزی ہی میں پڑھنی پڑتی ہیں جو انگریزی زبان میں جرمنی، فرانسیسی مستشرقین ازقسم گولڈ از یہر وغیرہ کی ترجمہ شدہ ہوتی ہیں اور وہ ان تحریروں کو ماضی بعید کے مسلمان اہل علم کی تحریریں سمجھ کر ان پر "ایمان" لے آتے ہیں اور یوں وہ بھی ان سے وہی نتائج اخذ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جو ان کے اساتذہ انہیں پڑھاتے ہیں یا پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ مزید چونکہ ان طلباء کو اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں بھی انہیں اساتذہ کی سفارش پر ملتی ہیں اس لئے وہ مجبوراً ان کی باتوں اور آراء کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں!

مزید برآں جیسا کہ درج بالا صفحات میں اشارہ کیا گیا کہ دنیا کی مشہور ترین یونیورسٹیاں (کیمبرج، آکسفورڈ، ایڈنبرا وغیرہ) ان مستشرقین کو مالی امداد، اور لائبریری کی بہترین سہولتوں کے علاوہ ان کی تحریروں کو رسائل وکتب کی شکل میں شائع کرنے کا خصوصی اہتمام کرتی ہیں۔

یہاں اس امر کی جانب اشارہ کرنا بھی شاید غیر ضروری نہ ہو کہ گذشتہ ایک صدی میں

شاذ ہی ایسی چند کتب ہوں، جو اسلام کے بارے میں مثبت نقطہ نظر پیش کرنے والی ہوں اور ان اداروں نے انہیں شائع کیا ہو۔

ان عوامل کی بناء پر مسلم ممالک کے پڑھے لکھے طبقے میں مختلف موضوعات کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے گئے ہیں جسے وہ غیر جانبدارانہ تحقیق (Objective Research) کے نام پر شائع کرتے ہیں۔ چونکہ یہ طریق کار خاص طور پر اس وقت شروع کیا گیا تھا جب کہ بیشتر مسلم ممالک پر ان بڑی یورپین طاقتوں نے سیاسی غلبہ حاصل کر لیا تھا، اس لیے انہوں نے ان ممالک کے سیاسی حکمرانوں کو اپنے زیر اثر لا کر (جیسا کہ فی زمانہ بھی ہو رہا ہے) یا اپنے ایجنٹوں بالخصوص مشنریز کے ذریعے سکول/ کالج/ ہسپتال کھول کر، کام شروع کر دیا۔ جبکہ موجودہ زمانے میں یہ کام غیر سرکاری تنظیموں (Non-Govt. Organizations - NGO's) کی آڑ میں اسی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے کر رہی ہیں جو ان استعماری طاقتوں کے پیش نظر ہے۔ یاد رہے کہ مسلم ممالک بالخصوص پاکستان میں بھی اس قسم کی غیر سرکاری تنظیموں کا لاکھوں کی تعداد میں ایک جال بچھا ہوا ہے۔

چونکہ مسلم ممالک کے عوام کی ایک بڑی تعداد ان پڑھ اور تعلیم سے نابلد ہے (جسے مولوی حضرات/ پیر صاحبان نے اپنے ذاتی مقاصد کے لئے مختلف فرقوں میں جکڑ کر رکھا ہوا ہے) اس لئے عام لوگوں کو پڑھے لکھے/ خوشحال اور سیاسی اثر ورسوخ رکھنے والے طبقے کے ذریعے قرآن وسنت سے بے بہرہ کرنے کی اس ترکیب پر عمل ہو رہا ہے کہ شکوک وشبہات اور تفرقہ بازی کے ذریعے مسلم عوام کو دین سے برگشتہ کر دیا جائے!

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے!

مستشرقین نے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے چند نابغہ روزگار ہستیوں کا انتخاب کیا جن میں حضرت ابو ہریرہؓ اور امام ابن شہاب زہریؒ بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ، راویان حدیث میں سب سے زیادہ روایت کرنے والے صحابیؓ

SULEMANI.COM.PK

ہیں اور امام زہریؒ بھی ایک اہم شخصیت ہیں....ظاہر ہے کہ اگر ان حضرات کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جاتے ہیں تو پھر اسلامی تعلیمات کی بنیادیں ہلانا، کوئی بڑا مسئلہ نہیں رہ جاتا!....اگر چہ ان ہر دو حضرات کے بارے میں جو شکوک وشبہات پیدا کیے گئے ہیں اور ان پر نقد وتبصرہ ہماری اس کتاب کے حیطہ اختیار میں نہیں اس لئے ہم ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، صرف ان احادیث کے بارے میں ہی اپنے اس تاریخی پس منظر کو بیان کرنے تک محدود رکھیں گے (یاد رہے کہ ان شکوک وشبہات کے شافی جواب کے لئے ہماری کتاب "تفسیر وحدیث کا ارتقاء، گذشتہ چودہ صدیوں میں 2012 کا مطالعہ مفید رہے گا)۔

برطانوی ہندوستان میں انکارِ حدیث کا تاریخی پس منظر:

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ برطانوی ہندوستان میں اسلام، خلفائے راشدین کے دور میں ہی آ گیا تھا۔ 92 ہجری میں محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو وہاں اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت تابعین کے ہاتھوں سرانجام پائی۔ ان تابعین میں علم حدیث کے شناور بھی تھے۔اس ضمن میں علم حدیث کے ایک بزرگ ابومعشر نجیح السندی بھی ہیں جن کے نام کے لقب کے ساتھ "السندی/ سندھی، ان کے سندھ (حالیہ پاکستان) کے علاقہ سے تعلق کو ظاہر کرتا ہے! جیسا کہ بتایا گیا کہ عیسائی مشنریز نے استعماری طاقتوں کے ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے۔عیسائی مشنریز نے 1826ء میں برصغیر میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کی۔ اور اس ضمن میں انگریزی اقتدار کی سرپرستی میں بہت سے اعتراضات اسلام، اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ مبارک پر کرنے شروع کیے جن کا شافی جواب اس وقت کے اہل علم نے دیا۔ان کی دیکھا دیکھی ہندوؤں نے بھی ہندو دہرم کی اشاعت شروع کی۔

ادھر انگریز نے اپنی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے نہایت دوررس پالیسیوں کا اجرا کیا

جس میں سرفہرست اور اہم ترین تعلیمی پالیسی کا نفاذ تھا جس کی وجہ سے عربی/ فارسی کی تعلیم کو ختم کر کے انگریزی زبان کو سرکاری نوکری اور سرکار دربار میں اثر و رسوخ پیدا کرنے کا ذریعہ بنادیا گیا....اس تعلیمی پالیسی نے مسلمانانِ ہند کو اپنے شاندار ماضی سے کاٹ کر رکھ دیا۔مختصراً اس نظامِ تعلیم کے پروردہ لوگ، جس طرح پاکستان بننے کے بعد اب تک لوٹ کھسوٹ میں مصروف عمل رہے اس کو سمجھنے کے لئے زیادہ عقل وخرد کی ضرورت نہیں تاہم ہمارے نقطہ نظر سے اس تعلیمی پالیسی کے نتیجے میں وہ ذہنیت پیدا ہوئی جس نے ہمارے اندر انگریزی تہذیب سے مرعوبیت کا عنصر (Inferiority Complex) پیدا کردیا۔ موجودہ زمانے میں دیگر فتنوں کے علاوہ انکارِ حدیث کا فتنہ بھی اسی کا شاخسانہ ہے جو اہل قرآن کے بھیس میں ہمارے سامنے ہے....اگرچہ انگریزی تعلیم کا توڑ کرنے کے لئے اہل علم نے متعدد طریقے اپنائے جس کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے۔

علم حدیث اور محدثین کرام کا ایک اجمالی تعارف:

یہ گفتگو تشنہ رہے گی اگر ہم علم حدیث کے بارے میں چند اہم ترین امور کا جائزہ نہ لیں۔مزید برآں تدوین حدیث کے سلسلے میں جو مساعی محدثین کرام نے کیں ان کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرنے سے ایک عام آدمی کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس علم کی تدوین واشاعت کا کام کن عظیم الشان لوگوں کے ہاتھوں سرانجام پایا جس سے نہ صرف ان محدثین اور اہل علم کی شخصیت اور علمی وجاہت کا اندازہ ہو سکے گا بلکہ اس امر پر بھی روشنی پڑے گی کہ علم حدیث کس گہرائی اور گیرائی کا مضمون ہے جس پر اس امت کے لاکھوں لوگوں نے اپنی عمریں اس کے حصول اور آنے والی نسلوں تک اسے پہنچانے میں کھپادیں!

تعریف حدیث:

حدیث، دراصل تفسیر کی بنیاد ہے جو قرآنی تعلیمات کی تفصیلات کو بیان کرتی ہے۔
حدیث کا مقام، قرآن کریم کے بعد دوسرے مستند ترین ماخذ شریعت کی حیثیت رکھتا ہے۔

SULEMANI.COM.PK

یہ اہم ترین کام صحابہ کرامؓ نے سرانجام دیا کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے اقوال اور اعمال کو اگلی نسلوں تک روایت کے ذریعے اس طریق پر پہنچایا کہ درمیان میں کسی قسم کا کوئی انقطاع واقعہ نہیں ہوا۔ یہ علم ہم تک درج ذیل تین ذرائع سے پہنچا۔
(عبدالغفار حسن 2007)،(محمود غازی 2012)

- امت مسلمہ کے تعامل سے جن پر دنیا کے کونے کونے میں لوگ آج بھی عمل پیرا ہیں۔
- تحریر کردہ نوٹس یا کتابچوں (صحائف) کے ذریعے۔
- محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو زبانی یاد کرنے اور انہیں دوسرے لوگوں تک پہنچانے سے۔

یاد رہے کہ وہ مشہور صحابہ کرامؓ جنہوں نے احادیث حفظ کیں، ان میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد 5374 ہے جبکہ متعدد دیگر صحابہؓ وصحابیاتؓ (بشمول امہات المومنینؓ) کے علاوہ بہت سے تابعین (اہم ترین سعید بن مسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ اور نافع شامل ہیں۔ نیز کم از کم 19 صحائف کا ذکر تاریخ کی کتب میں محفوظ ہے۔ یاد رہے کہ ان میں سے متعدد صحائف آج بھی دنیا کے مختلف کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ (حمیداللہ ڈاکٹر، 1992)

تدوین حدیث کا دوسرا طریقہ ان ہزاروں محدثین کی کتب حدیث ہیں جو انہوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر تالیف کیں۔ ان کتب کا سلسلہ امام مالکؒ (179-93ھ)، امام محمد شہاب زہریؒ (م 124ھ) سے شروع ہو کر آج تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دوران حدیث کی مہمات کتب، مسند احمد بن حنبلؒ (241-164ھ)، صحیح بخاری از امام بخاریؒ (256-194ھ)، امام مسلمؒ کی صحیح مسلم (279-209ھ)، سنن ابی داؤد (275-202ھ)، جامع ترمذی (279-209ھ)، سنن ابن ماجہ (م 273ھ)، سنن نسائی (م 303ھ) کے علاوہ سینکڑوں مجموعہ ہائے احادیث تیار ہوئے۔ اس کے علاوہ قریباً سو سے زائد نئے علوم کی ترویج واشاعت بھی ہوئی جن کے ذریعے احادیث کی تدوین و

SULEMANI.COM.PK

حفاظت کے لئے ایسی ایسی کتب/ علوم معرضِ وجود میں آئے جو ہزاروں جلدوں پر مشتمل ہیں۔ تاہم ان تمام علوم حدیث میں سے صرف ایک "علم اسماء الرجال" ایسا بھی ہے جو راویانِ حدیث کے نام، سلسلہ نسب، تعلیم وتربیت، حالاتِ زندگی، فہم دین، دیانت وامانت اور اس جیسے بے شمار اوصاف وعادات اور احادیث کے حصول میں اختیار کردہ اسفار کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں قریباً 5 لاکھ (0.5 ملین) سے زائد راویان حدیث کے حالاتِ زندگی درج ہیں۔ علم حدیث کی صرف اس ایک شاخ کی تفصیلات کو دیکھتے ہوئے اسپرنگر (1864) بے اختیار پکار اٹھا تھا کہ "یہ علم حدیث کا ایک ایسا انوکھا پہلو ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔"

اسلامی تعلیمات میں علم فقہ بہت اہمیت کا حامل شعبہ ہے جو انسانوں کی روزمرہ جملہ ضروریاتِ زندگی کے بارے میں ان تفصیلات پر مبنی علمی معلومات پر مشتمل ہے جو قرآن و حدیث سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اس عظیم الشان علمی کام کی تکمیل ایسی نابغہ روزگار ہستیوں کے ہاتھوں ہوئی جنہوں نے نہ صرف حدیث کے اہم ترین مجموعے مرتب کیے بلکہ انہوں نے قرآن وحدیث کے احکامات کے بارے میں نہایت غور وخوض اور تدبر کے ساتھ فقہی قوانین بھی اخذ کیے اور ان کے بارے میں بلا مبالغہ ایسی ایسی کتب کی اشاعت کی جن پر دنیا بھر میں امت مسلمہ گذشتہ چودہ صدیوں سے اپنی روزمرہ زندگی میں عمل پیرا ہے۔ اس ضمن میں ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان چار فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کا ذکر کریں گے۔ مزید برآں، چونکہ پڑھے لکھے طبقے کے وہ لوگ جو مغربی تعلیم وتہذیب سے متاثر ہیں لیکن ان کے بارے میں بہت حد تک آگاہ نہیں، ان کے بارے میں چند ضروری معلومات بھی پیش کریں گے جس سے یہ واضح ہوگا کہ محدثین اور فقہائے کرام اپنے اپنے وقت کے نابغہ روزگار شخصیات تھیں۔

ثبت است بر جریدۂ عالم، دوامِ ماست!

SULEMANI.COM.PK

محدثین اور فقہائے کرام کا اجمالی تعارف:

1. **امام ابوحنیفہؒ (م 150ھ):** ان کا اصل نام نعمان بن ثابت ہے جبکہ ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ ان کا تعلق کوفہ (عراق) سے تھا۔ وہ کوفہ کے بہت بڑے عالم اور فقیہہ تھے۔ امام سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ "ابوحنیفہؒ کا طریق کار یہ تھا کہ کسی مسئلے کے حل کے لئے وہ سب سے پہلے قرآن کریم سے رجوع کرتے تھے۔ ایسی صورت میں کہ وہ اسے وہاں نہ پاتے تو پھر سنت رسول ﷺ (حدیث) کا مطالعہ کرتے یا پھر ان اصحابؓ کے اقوال تلاش کرتے جن کی تربیت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ وہاں بھی کوئی راہ نمائی نہ ملنے کی صورت میں اگر تابعین تک جانے کی نوبت آتی تو پھر وہ خود اجتہاد کرتے تھے جس طرح تابعین کیا کرتے تھے"۔۔۔۔ یہ وہ علمی طریق کار ہے جس نے بعد میں آنے والے اصحاب علم و تحقیق کے لئے راہ نمائی فراہم کردی۔ یاد رہے کہ امام ابوحنیفہ کی ملاقات حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے ہوئی تھی۔ اس طرح وہ خود بھی تابعین کے زمرے میں آتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے سب سے بڑے شاگرد امام محمدؒ کی مرتب کردہ مشہور زمانہ علمی کاوش "کتاب الآثار" کو حدیث کی کتاب تسلیم کیا گیا ہے جس میں انہوں نے اپنے استاذ کی روایت کردہ ایک ہزار احادیث جمع کی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فقہی مسائل کی بنیاد پر مختلف ابواب کو ترتیب دیا ہے۔ مزید برآں، امام صاحب نے اپنی کتاب مسند امام اعظمؒ کا آغاز "کتاب الطہارت (Chapter on Taharat)" سے کیا ہے جس سے انسانی زندگی میں پاکیزگی اور طہارت و نظافت کی اہمیت اور ضرورت کے اسلامی تصور پر روشنی پڑتی ہے اور جس کی پیروی میں غالباً بعد میں آنے والے اصحاب علم و فضل نے بھی اپنی کتب حدیث کا آغاز اس باب سے کیا ہے جن کو "سنن"

کہا جاتا ہے۔

2. **امام مالک 179-93ھ:** آپ کا اصل نام مالک بن انسؒ ہے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ نے کبھی بھی اونٹ/گھوڑے پر سواری نہیں کی بلکہ ہر جگہ ننگے پاؤں ہی آتے جاتے تھے۔ ان کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غایت درجے کی محبت اور عقیدت واحترام کا مظہر ہے کیونکہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں آپ ﷺ بذات خود چلا پھرا کرتے تھے!

امام مالک کا حافظہ خداداد تھا، ایک مرتبہ حدیث سننے کے بعد وہ ہمیشہ ان کے حافظے میں محفوظ ہو جایا کرتی تھی۔ آپ نے اپنی کتاب "موطا امام مالک" کے لئے صرف ایسی احادیث کا ہی منتخب کیا جس کے راوی نہایت مستند، قوی اور متقی و پرہیزگار ہوتے تھے۔ موطا کی تکمیل 40 سالوں میں ہوئی جس میں ایک لاکھ احادیث میں سے صرف دس ہزار کو منتخب کیا گیا تاہم مزید چھان پھٹک اور قرآن وسنت کے تقابلی جائزے کے بعد صرف 500، احادیث ہی باقی رہ گئیں۔

3. **امام شافعیؒ 204-150ھ:** امام شافعیؒ نے "مسند" کی تصنیف کی جو "کتاب الام" کے نام سے مشہور ہے۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کرلیا اور 10 سال کی عمر تک انہوں نے 'موطا امام مالک' کو بھی حفظ کرلیا (حفاظت حدیث کی ایک نادر الوجود مثال) وہ ایک نابغہ روزگار محدث تھے جن کے بارے میں امام ابوداؤد نے فرمایا کہ "میں نے کتاب الام/مسند میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں پائی جس میں کوئی غلطی ہو"۔ .... یہ ایک بہت بڑے محدث کی جانب سے دوسرے محدث کے بارے میں علمی خراجِ تحسین (Tribute) کی حیثیت رکھتا ہے!

4. **امام احمد بن حنبلؒ (م 241ھ):** احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کے شاگرد تھے آپ ایک بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ آپ نے "مسند احمد" مرتب کی۔ مسند احمد کو ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دیگر کتب حدیث میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس میں

300 ایسی حدیثیں ہیں جن کے راویوں کی تعداد، رسول اکرم ﷺ تک صرف ۳ واسطوں سے پہنچتی ہے جسے علم حدیث کی رو سے "ثلاثیات" کہتے ہیں جو مستند ترین احادیث کی بہترین کوالٹی ہے!

5. **امام بخاریؒ 194-256ھ:** ان کا اصل نام ابوعبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل ہے۔ انہوں نے صحیح بخاری کی تکمیل کی اور جسے قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب سمجھا جاتا ہے۔ آپ کو ایسا خداداد حافظہ ملا تھا کہ جب وہ صرف ۱۱ سال کی عمر کے تھے کہ ایک بہت بڑے محدث امام داخلیؒ کے درس میں شریک تھے، وہاں بہت سے دیگر بزرگ اہل علم بھی موجود تھے۔ اسمٰعیل بخاری نے امام داخلی کے ایک تسامح کی اُس وقت نشان دہی کی جب وہ ایک حدیث روایت کر رہے تھے۔ ان کا اعتراض سننے کے بعد امام داخلی اپنے گھر کے اندر گئے اور اصل مسودے سے اس کو دیکھا۔ واپس آنے پر انہوں نے اعلان کیا کہ اس چھوٹے بچے نے جس غلطی کی جانب اشارہ کیا تھا، وہ صحیح ہے۔ امام داخلی نے ان کی بہت تعریف کی (یہاں اس امر کی صراحت بھی شاید ضروری ہے کہ امام داخلی نے نہ صرف اسمٰعیل بخاری کی بات کو سنا بلکہ اس بات کو اصل مسودے سے چیک کرنے کے بعد غلطی کا اعتراف بھی کیا)....کیا ہم بھی اپنے چھوٹوں کی کسی بات پر اس قسم کے رویے کا اظہار کرتے ہیں؟ نیز یہ امر احادیث کی کتابت کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے جس سے منکرین حدیث کے اس دعویٰ کی نفی ہوتی ہے کہ احادیث لکھی نہیں گئی تھیں!

امام بخاری نے لاکھوں احادیث میں سے کل 5727۔احادیث اپنی جامع صحیح بخاری میں درج کیں جس کی تکمیل سولہ سال کی عمر میں ہوئی۔ امام بخاری کی اس تصنیف کا ایک بہت اچھوتا اور منفرد پہلو یہ ہے کہ آپ نے مختلف احادیث سے زیادہ سے زیادہ فقہی مسائل کا استنباط کیا....اور اس ضمن میں کوئی دوسرا محدث آپ کا ہمسر نہیں۔ نیز یہ امر ان کی ذہانت، سلامتِ طبع، فہم و فراست اور انسانی

SULEMANI.COM.PK

مسائل کے بارے میں ان کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کا بھی غماز ہے کہ انہوں نے عوام الناس کے روزمرہ عملی مسائل کے حل کے لئے حدیث رسول ﷺ سے ایک نہایت اچھوتی اور عملی راہ کی نشان دہی فرمائی۔

6. **امام مسلمؒ 261-204ھ:** آپ کا اصل نام ابوالحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم نیشاپوری ہے۔ وہ خراسان شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کو حدیث اور فقہ کی ایک نابغہ روزگار ہستی سمجھا جاتا ہے۔ حصول علم کے لئے آپ نے بہت سے سفر کیے اور بہت سے عظیم الشان محدثین (امام احمد بن حنبلؒ، سعید بن منصورؒ) سے علم حاصل کیا۔ خود آپ کے تلامذہ (شاگردوں) میں بہت سے محدثین اور اہل علم (امام ترمذیؒ، امام حاتم رازیؒ اور ابن خزیمہؒ) جیسے لوگ شامل ہیں۔

صحیح مسلم کی حیثیت، صحیح بخاری کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ انہوں نے 3 لاکھ سے زائد احادیث سے صحیح مسلم کی احادیث کا انتخاب کیا جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنیں تھیں تاہم صحیح مسلم میں 12 ہزار احادیث ایسی بھی شامل ہیں جو ایک سے زائد بار دہرائی گئی ہیں (احادیث کی بہت زیادہ تعداد 2/3 لاکھ کے بارے میں وضاحت آئندہ صفحات میں آرہی ہے)

7. **امام نسائیؒ 303-215ھ:** ان کا اصل نام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی ہے۔ ان کا تعلق خراسان کے شہر "نسائی" سے تھا جس کی بناء پر نسائی کہلائے۔ 15 سال کی عمر میں اپنے شہر میں علم حاصل کرنے کے بعد وہ مشہور محدث قتیبہ بن سعید کے ہاں آئے۔ ان کے اساتذہ میں اسحق بن راہویہ اور علی بن حجر جیسے بڑے محدث شامل تھے۔ امام نسائی نے "سنن نسائی" کی تالیف کی اور احادیث کے انتخاب میں بہت زیادہ احتیاطی تدابیر اختیار کیں اور اپنی کتاب میں شامل کرنے کے لئے کڑی شرائط رکھیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ صحیحین (بخاری اور مسلم) کے بعد یہ کتب حدیث میں سب سے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے "سنن کبریٰ"

اور"سنن صغریٰ" کے نام سے بھی کتب کی تصانیف کی۔

8. **امام ابوداؤدؒ 275-202ھ:** "سنن ابوداؤد" کا شمار حدیث کی چھ صحیح ترین کتب (صحاح ستہ) میں ہوتا ہے۔اس کی تالیف سلمان بن اشعث نے کی جنہیں بالعموم ابوداؤد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔انہوں نے بہت سے نابغۂ روزگار اساتذہ مثلاً احمد بن حنبلؒ، مسلم بن ابراہیمؒ اور یحییٰ بن معینؒ سے تعلیم حاصل کی تاہم ان کے اپنے تلامذہ میں امام ترمذی، امام نسائی جیسے جید محدثین شامل ہیں۔انہوں نے فقہی مذاہب کی بناء پر احادیث کی تدوین کی۔اس لئے ان کا یہ دعویٰ بہت حد تک صحیح ہے کہ سنن ابوداؤد سے ایک شخص کو ان تمام بنیادی امور کا پتہ چل سکتا ہے جو چاروں فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کی بنیاد ہیں۔

امام ابوداؤد نے 5 لاکھ احادیث جمع کیں لیکن اپنی کتاب میں صرف 4800۔ احادیث ہی کا انتخاب کیا۔تاہم 600 کے قریب احادیث ایسی بھی ہیں جو'مرسل' کہلاتی ہیں یعنی ایسی حدیث جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی ساقط ہو۔اس طرح ان کو جمع کرنے سے کل احادیث کی تعداد 5400 بن جاتی ہے جو سنن ابوداؤد میں جمع ہیں۔

9. **امام ترمذیؒ 279-209ھ:** ان کا اسم محمد اور کنیت ابوعیسیٰ ہے۔وہ بوغ نامی، خراسان کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے۔یاد رہے کہ 200 ہجری سے لے کر 400 ہجری تک خراسان، اسلامی تعلیمات کا گہوارہ اور مرکز رہا۔بہت سے نابغہ روزگار علماء، محدثین اور فقہائے کرام (امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، امام ترمذی) کا تعلق خراسان سے تھا۔ان کے اساتذہ میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور قتیبہ بن سعید جیسی عظیم الشان شخصیات شامل ہیں تاہم ان کے اپنے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے جنہوں نے آپ سے علم دین حاصل کیا۔امام ترمذی کو اپنے استاد امام بخاری کا علمی وارث قرار دیا جاتا ہے۔ان کا حافظہ بھی اپنے استاد امام بخاری کی

طرح خداداد تھا۔ کسی بات کو ایک مرتبہ سننے کے بعد اسی وقت اسے بعینہ دہرا دیا کرتے تھے اور کبھی بھولتے نہ تھے! امام ترمذی کی مشہور ترین کتاب "جامع ترمذی" ہے۔ انہوں نے بھی انتخابِ حدیث میں اسی کڑے معیار کو پیش نظر رکھا جو ان کے اساتذہ (امام بخاری، امام مسلم) کے پیش نظر رہا۔

10. **امام ابن ماجہؒ 273-209ھ:** ان کا نام محمد بن یزید اور ابن ماجہ عرف ہے۔ ان کی پیدائش قزوین شہر میں ہوئی جو اسلامی تعلیمات کا گہوارہ تھا بالخصوص علم حدیث کے بہت سے شناور اور فاضل محدثین کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ ابن ماجہ نے حدیث کی کتاب "سنن ابن ماجہ" کی تالیف کی جو صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں 4000، احادیث ہیں جس میں 5 - احادیث ثلاثی بھی ہیں جو کتب حدیث میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔ ابن ماجہ نے حدیث کے علاوہ تفسیر قرآن اور تاریخ کے موضوع پر بھی کتب تصانیف کیں۔

احادیث پر شکوک وشبہات/ اعتراضات کا ایک عمومی جائزہ: اس کتاب کے آغاز میں ہم نے بتایا ہے کہ مستشرقین اور ان کے ہم نوا آزاد خیال مسلمان اصحاب نے احادیث پر مختلف اقسام کے اعتراضات اور شکوک وشبہات وارد کیے ہیں۔ اگرچہ ان تمام اعتراضات اور شکوک وشبات کا جائزہ لینا اس کتاب کے حیطہ اختیار میں نہیں (ہم نے ان تمام عمومی اعتراضات کا تفصیلی جائزہ اپنی کتاب "تفسیر اور حدیث کا ارتقاء، گذشتہ چودہ صدیوں میں 2012 میں لیا ہے)۔ اس لئے ہم اپنی تمام تر توجہ اس کتاب کے آئندہ ابواب میں ان مخصوص چند احادیث پر اعتراضات کا جائزہ لینے تک محدود رکھیں گے جو انسان کی جنسی وعائلی زندگی سے متعلق ہیں یا جن کا تعلق خواتین کے حقوق اور ان معاملات سے ہے جو آزاد خیال طبقے کی سوچ کے مطابق طبقہ اناث کی عزت ووقار کے منافی ہیں اور بحیثیت انسان ان کے مقام ومرتبہ سے فروتر ہےں۔ تاہم چند عمومی اعتراضات میں سے دو اعتراضات ایسے ہیں جو ہماری آئندہ گفتگو میں زیر بحث آ سکتے ہیں اس لئے ہم ان کی

SULEMANI.COM.PK

وضاحت قبل از وقت ہی کر دینا چاہتے ہیں۔ ان چند عمومی اعتراضات میں اہم ترین یہ ہے کہ تدوین حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے 200 سال بعد ہوئی۔ یہ اعتراض اس شد و مد کے ساتھ پھیلایا گیا ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہونے والا نوجوان طبقہ یا اُن اداروں میں تعلیم دینے والے اساتذہ اس کے بہت حد تک قائل نظر آتے ہیں۔

اگرچہ گذشتہ صفحات کی تصریحات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ احادیث کے تحریری مجموعے (صحائف) جن کی کم از کم تعداد 19 ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ہی میں تحریر ہو گئے تھے اور جن کے لکھنے کی اجازت بھی خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرحمت فرمائی تھی۔ تاہم اس مغالطے کی مزید تردید اور وضاحت کے لئے دیگر متعدد تاریخی حقائق و شواہد بھی موجود ہیں۔

تاریخ اس امر کا ثبوت واضح انداز میں فراہم کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد ایک طویل عرصے تک زندہ رہی (کم از کم 120 سال) اس طرح درمیانی وقفہ صرف 80 سال رہ جاتا ہے جبکہ حدیث کی مشہور ترین کتب (صحاح ستہ) معرضِ وجود میں آئیں۔

تاریخی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ حضرت انسؓ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد 100 سال تک (اور بعض روایات کے مطابق مزید 103 سال تک) زندہ رہے۔ اسی طرح ایک دوسرے صحابی ہرمس بن زہادؓ بھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے 112 سال بعد تک زندہ رہے۔ ایک تیسرے صحابی محمد بن ربیعؓ 109 سال تک اور چوتھے صحابی حضرت طفیلؓ، جن کا اصل نام عامر بن واثلہ ہے اور جن کی شخصیت سب سے آخری صحابیؓ کے طور پر معروف ہے اور جن کی وفات پر "دورِ صحابہ" کا اختتام ہوتا ہے، کا انتقال 110 ہجری میں مکہ معظّمہ میں ہوا۔ چونکہ صحابہ کرامؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و اعمال کے بارے میں ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے بآسانی یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا دور، رحلت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد 120 سال یا اس کے بعد تک کے عرصے پر محیط ہے۔ یہ امر مزید

SULEMANI.COM.PK

باعث دلچسپی ہے کہ نہ صرف درج بالا چار صحابہؓ، ایک طویل عرصے تک زندہ رہے بلکہ بہت سے دیگر صحابہ کرامؓ بھی کافی طویل عرصے تک زندہ رہے۔ سید مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب "تدوین حدیث" میں 30 صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی درج کیے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد 62 سے 86 سال تک زندہ رہے....ظاہر ہے کہ اس تمام ادوار میں یہ صحابہ کرامؓ، احادیث کی ترویج و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہوں گے۔ ان تمام حضرات کے بارے میں تو یہ سوچنا بھی بہت بڑی جسارت ہوگی کہ وہ اس تمام عرصے میں اس مقدس فریضہ توسیع و اشاعت حدیث جیسے عظیم الشان کام سے غافل رہے ہوں گے کہ ان کی تمام زندگی اس شعر کا مصداق تھی!

میری زندگی کا مقصد، تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

یاد رہے کہ جن صحابہ کرامؓ کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے اور مزید وہ 30 صحابہ کرامؓ جن کی فہرست کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں وہ چند اعاظم رجال شامل نہیں جن کی روایت کردہ احادیث کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں مشہور ترین صحابی حضرت ابوہریرہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عباسؓ شامل ہیں۔ یہ امر معلوم ہے کہ حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے 78 سال بعد تک زندہ رہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ 69 سال اور حضرت عائشہؓ بھی 68 سال تک زندہ رہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام اصحابؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہؓ، حدیث کی اشاعت کے ذریعے 100 سال تک امت مسلمہ کی راہ نمائی فرماتے رہے! اب ہم تدوین حدیث کے ایک اور اچھوتے اور نادر الوجود پہلو کی جانب آتے ہیں یعنی احادیث کی اشاعت و تدوین میں ان موالی (آزاد کردہ غلاموں) کا کیا کردار ہے؟

ترویج و اشاعت حدیث اور موالی: تفسیر قرآن اور ترویج و اشاعتِ حدیث کے عظیم الشان علمی کاموں میں آزاد کردہ غلاموں (موالی) کا کردار بھی ایک بہت روشن اور

SULEMANI.COM.PK

تابناک باب ہے۔[1] ان میں سے متعدد ایسے بھی اصحاب علم وفضل ہوئے جو بڑے بڑے محدثین کے استاد بن گئے مثلاً نافع جو حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ امام مالکؒ کے استاد بن گئے جنہوں نے "موطا" کی تالیف کی.... اپنے استاد نافع کے بارے میں امام مالکؒ کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ "جب میں کسی حدیث میں نافع کا نام دیکھ لیتا ہوں تو اسے بلا کسی تردد، اپنی کتاب میں شامل کر لیتا ہوں۔"

یاد رہے کہ چونکہ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد اپنے کاروبار، نیز فتوحات کی وجہ سے مختلف ممالک میں دین کی تعلیمات کو پھیلانے میں مصروف ہو گئے جبکہ یہ غلام اس قسم کے کاموں سے آزاد ہونے کی بناء پر اپنا تمام تر وقت اور توجہ دین کی تعلیمات حاصل کرنے میں صرف کرتے تھے اور یوں جلد ہی دینی علوم کے شناور بن جاتے تھے.... امام مکحول (م 101ھ) جو ایک مشہور تابعی تھے اور جن کا تعلق سندھ سے تھا، وہ اس قدر عظیم الشان محدث تھے کہ امام زہری جو خود بھی علم حدیث کے ایک بہت بڑے شناور تھے، انہوں نے امام مکحول کو اپنے وقت کے تین بڑے محدثین میں شمار کیا ہے!

یہاں اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ ان آزاد کردہ غلاموں کا تعلق بھی دنیا کے مختلف ممالک سے تھا۔ ان میں امام مکحولؒ کا تعلق سندھ (موجودہ پاکستان) سے، امام عبداللہ بن عونؒ کا تعلق بصرہ سے، حکم بن عتبہؒ کوفہ، یزید بن حبیبؒ مصر سے حضرت حسن بصریؒ کا تعلق بصرہ، عطا بن ابی رباحؒ کا تعلق مکہ سے، طاؤس بن کیسانؒ کا تعلق یمن سے، ضحاک بن مزاحمؒ خراسان کے رہنے والے تھے۔ سید مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مرو شہر سے چار ایسی نابغہ روزگار ہستیوں نے جنم لیا جو آزاد کردہ غلاموں کی اولاد تھے لیکن اپنے وقت کے امام.... یہ عبداللہ بن مبارکؒ، ابراہیم بن میمونؒ النسائی، حسین بن واقدؒ اور ابوحمزہ بن محمد بن میمونؒ العسکری تھے!

---

[1] اس سے اس امر کی جانب بھی اشارہ ملتا ہے کہ اسلام نے فروغ علم کی ایک ایسی مہم اور روایت کو جنم دیا کہ غلام جو عرب میں پسماندہ ترین طبقہ سمجھے جاتے تھے، وہ بھی نہ صرف زیور علم سے آراستہ ہو گئے بلکہ مختلف علوم کے استاد بن گئے۔

SULEMANI.COM.PK

باب دوم

جنسیت: انسانی زندگی میں اس کی ضرورت واہمیت

انسانی زندگی میں جنسیت کا موضوع انفرادی اور اجتماعی زندگی کے دونوں پہلوؤں پر محیط ہے۔ اس کا تعلق تولید وتناسل کے ذریعے نہ صرف نوعِ انسانی کے دنیا میں فروغ و تسلسل سے ہے بلکہ انسان کی معاشرتی زندگی کے نقطہ نظر سے بھی اس کی از حد اہمیت ہے۔ نکاح اور شادی بیاہ کے ذریعے ایک خاندان وجود میں آتا ہے جس کی ضرورت انسانی زندگی میں ذہنی، جسمانی، نفسیاتی، جذباتی اور اخلاقی نشوونما کے لئے از حد ضروری ہے اور بالآخر جس کا دائرہ بڑھتے بڑھتے قبائل اور اقوام کے قیام کی صورت میں انسانی تہذیب وتمدن کی شکل میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ مزید برآں، انسانی زندگی میں اجتماعیت کے بہت سے دیگر مسائل کا تعلق بھی انسان کی جنسی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔ شادی اور نکاح کی شکل میں زوجین کے درمیان ہم آہنگی اور ذہنی وجسمانی آسودگی نیز نفسیاتی مطابقت کی وجہ سے دونوں کے درمیان محبت ومودت کا قیام بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس کے بگاڑ کی صورت میں طلاق اور خاندانی نظام کی تباہی و بربادی واقع ہوتی ہے۔ (محمد آفتاب خان (2012

انسانی زندگی میں زنا، قحبہ گری، جنسی تشدد (عورتوں، مردوں، بچوں کے ساتھ ہمہ اقسام تشدد) بھی اسی جنسیت کے بگاڑ کی مختلف صورتیں ہیں۔ انسان کی انفرادی زندگی میں بانجھ پن (عارضی ومستقل Infertility/Sterility) نیز تولیدی امراض کے مسائل کے علاوہ جنسی انحرافات (Sexual Perversions) از قسم مشت زنی، عمل قوم لوط/ ہم جنس پرستی (Homosexuality/Gayism) اور عورتوں میں ہم جنس پرستی

SULEMANI.COM.PK

(Lesbianism) کا تعلق بھی جنسیت کے ساتھ وابستہ ہے۔مزید برآں، بے لگام جنسیت (Free Sex) کے نتیجے میں ناجائز حمل، غیر شادی شدہ ماؤں کا وجود (Unwed Mothers) ناجائز بچوں کی پیدائش (Illegitimate Births) اور اس سے متعلقہ معاشرتی مسائل از قسم اسقاط حمل (Abortions) وغیرہ بھی چند ایسے مسائل ہیں جن کا گہرا تعلق براہ راست یا بالواسطہ جنسیت کے ساتھ ہے جس کے نتیجے میں خاندانی نظام کی تباہی واقع ہوتی ہے نیز موجودہ زمانے میں آزاد جنسیت کے فروغ کی وجہ سے انسانیت کو متعدد ایسے امراض از قسم سوزاک، آتشک (Gonorrhoea / Syphilus) کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے جو اگرچہ قدیم ترین زمانے سے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو لاحق ہوتی رہی ہیں۔تاہم موجودہ زمانے میں ایک مہلک ترین بیماری ایسی بھی ہے جس کا نہ صرف یہ کہ ابھی تک کوئی شافی علاج دریافت نہیں ہوسکا بلکہ کوئی ایسا طریقہ بھی فی الحال دریافت نہیں ہوا جس کے ذریعے اس کے خلاف انسانی جسم میں قوتِ مدافعت (Immunity) بھی پیدا کی جاسکے۔اس بیماری کا نام ایڈز (AID'S) ہے جو ایک وائرس کی وجہ سے مباشرت و جنسی افعال کی ہمہ اقسام (غیر طبعی) کے ذریعے پھیلتی ہے اور نہ صرف ایسا انسان زنا کی صورت میں اس بیماری کو دوسرے انسانوں تک منتقل کرنے کا سبب بنتا ہے بلکہ ایسا شخص اپنی ذات کو لاحق ہونے والی دیگر بہت سی عام بیماریوں کے حملے کے خلاف موثر دفاعی نظام (Immune System) کی صلاحیت بھی کھو بیٹھتا ہے اور آئے دن نت نئے امراض کا ہمہ وقت شکار رہتا ہے اور یوں بالآخر سسک سسک کر مر جاتا ہے!

جنسیت: ایک طائرانہ تاریخی جائزہ: تاریخ انسانی کے طویل دور میں جنسیت کے حوالے سے انسان دو انتہاؤں کے درمیان ہچکولے کھاتا نظر آتا ہے۔ایک انتہا یہ ہے کہ انسان پر اس حوالے سے کوئی قانونی، اخلاقی، معاشرتی یا مذہبی پابندی عائد نہیں۔وہ جب، جہاں اور جس کے ساتھ چاہے اس جبلت کی تسکین کرسکتا ہے اور مرد پر بالخصوص اس کے نتائج کے بارے میں کسی قسم کی کوئی پابندی بھی عائد نہیں ہوتی۔اسے مغرب کے موجودہ

SULEMANI.COM.PK

زمانے کی اصطلاح میں مادر پدر آزاد جنسی آزادی (Free Sex) کہتے ہیں تاہم یہ کوئی انوکھا اور جدید تصور نہیں۔ قرآن کریم نے مصر کے ہزاروں سالہ پرانے جاہلی معاشرے میں انفرادی (Individual) اور اجتماعی سطح پر (Group Sex) کی تصویر کشی سورہ یوسف (30-12:23) میں کردی ہے۔ انسانی زندگی میں جنسی رویے کی دوسری انتہا، جس کا ذکر بھی قرآن کریم نے سورہ الحدید (57:27) میں کردیا ہے، وہ راہبانہ تصور ہے جس کا تعلق اس فطری جبلت کو ختم کرنے کے لئے دنیوی علائق کو تیاگ دینے اور لنگوٹ کس کر جنگلوں، پہاڑوں میں زندگی بسر کرنے سے ہے۔ عیسائیت میں اس تصور کو فروغ دینے کا بانی سینٹ پال (Saint Paul) تھا جس کے بعد متعدد عیسائی راہ نماؤں نے نہ صرف اس کی تلقین کی بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہوئے۔ تاہم تاریخ انسانی ان راہبوں کے گھناؤنے اور انسانیت کش حالات و واقعات سے بھری ہوئی ہے جس کے تحت شادی (نکاح) کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان تعلقات کو بھی بنظر تحسین نہیں دیکھا گیا!

تحریک نسوانیت کا ایک اجمالی جائزہ: اٹھارویں صدی عیسوی، یورپ کی عورتوں کے لئے بالخصوص اور تمام دنیا کی عورتوں کے لئے بالعموم ایک ایسی "بدقسمت صدی" ثابت ہوئی جس کے مسائل اور آلام و مصائب سے انسانیت آج تک بلبلا رہی ہے اور نامعلوم کتنے عرصے تک اسے اس کے برے نتائج و عواقب کا سامنا کرنا پڑے۔ 1760ء کی دہائی سے شروع والے صنعتی انقلاب کی وجہ سے دیہاتوں سے شہروں کی جانب آبادی کے بہاؤ (Urbanization) کے نتیجے میں یورپ کے بڑے بڑے شہر تو آباد ہو گئے لیکن اس کی وجہ سے یورپین خاندانی اور معاشرتی ڈھانچہ زیروزبر ہو گیا۔ بعدازاں جنگ عظیم اول و دوم کی وجہ سے مرد و عورت کے تناسب میں ایک ایسا تفاوت پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں جنسی و صنفی انارکی کا ایک طوفانِ بے محابہ اٹھ کھڑا ہوا۔ عورتوں کو اپنے خاندان کے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے نہایت قلیل معاوضے پر طویل دورانیے کے لئے کام کرنا پڑا۔ سرمایہ دار نے ان کی محنت کا ہی استحصال نہیں کیا بلکہ ان کی عزت و عصمت کا بھی سودا کرلیا!

SULEMANI.COM.PK

صنعتی انقلاب کے تلخ پھل جو کام کی زیادتی، کم تنخواہ، عزتِ نفس کے مجروح ہونے اور عزت وعصمت کے لٹ جانے کی شکل میں ظاہر ہوئے، ان کی وجہ سے یورپین عورت اس امر پر مجبور ہوگئی کہ وہ شادی کے بندھن سے چھٹکارا حاصل کرے کیونکہ وہ یک وتنہا بیمار یا معذور خاوند اور بچوں کے خاندانی نظام کو چلانے کی سکت نہ رکھتی تھی۔ علاوہ ازیں، صنعتی ترقی نے لوگوں کو جہاں سہولیات اور آسائشات مہیا کیں، وہیں ان کی زندگیوں میں تلخیاں بھی بھر دیں ----اب گھر میں ان تمام سہولیات کے لئے عورت کو بھی اتنا ہی کام کرنا پڑا جتنا قبل ازیں مرد کیا کرتے تھے اور یہیں سے خاندانی نظام میں توڑ پھوڑ کا آغاز ہوا۔

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات!

عورت جب گھر سے باہر نکلی تو دنیا کے تقاضے مختلف پائے۔ اب اس کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ گھر واپس لوٹ جائے، مگر اس صورت میں سہولیات اور آسائشات سے محرومی نظر آتی تھی۔ دوسری راہ اس سے بالکل متضاد تھی کہ وہ مرد کے ساتھ مسابقانہ اصول کے تحت اپنی نسوانیت کو خیر باد کہتے ہوئے شرم وحیا کو بالائے طاق رکھے اور 'ھل من مزید' کی دوڑ میں مرد کی ہوس کا شکار ہوتی رہے۔ یہ راہ اسے جنسی بے راہ روی کے اس میدان تک لے گئی جہاں عورت اب ماں، بہن، بیوی یا بیٹی نہیں رہی تھی بلکہ جنسی کشش اور دعوت کا ماڈل بن گئی ----انہی حالات میں اس کے اندر پیدا ہونے والی سوچ نے ایک ردعمل کو جنم دیا جو بتدریج بڑھتا ہوا احتجاجی مظاہروں، جلسے جلوسوں اور تشہیری مہم کے ذریعے اس قدر طاقتور ہوگیا کہ نتیجتاً یورپ کے صنعت کار/ سرمایہ دار کو عورتوں کو مردوں کے برابر حق معاوضہ دینا پڑ گیا۔

بات اگر یہیں تک رک جاتی تو گوارا تھی۔ عورت گھر سے باہر نکلی، کام اور معاوضے کا حق تسلیم کیا گیا، ہر سطح پر برابری ملنے لگی تو بالآخر معاملہ نسوانی تحریک (Feminism) کے ایک چونکا دینے والے مرحلے میں داخل ہوگیا....عورتوں نے شادی کے ادارے کو ہی چیلنج

SULEMANI.COM.PK

کر دیا۔ ان کے خیال میں شادی اور خاندان کا ادارہ عورتوں کو محکوم بنانے کی "مردانہ سازش" تھی۔ اس سازش کے خلاف جنگ یوں جیتی جاسکتی تھی کہ عورت بیوی اور ماں بننے کے لئے "خودمختارانہ فیصلے" کرنے کی اہل ہو۔ یوں سمجھئے کہ گیند اب ایک ڈھلوان سڑک پر تھی جو آگے ہی آگے چلی جا رہی تھی۔ عورتوں نے جنس کے فطری تقاضے کی تسکین کے لئے ازدواجی حدود یکسر مسترد کر دیں اور ایک نیا نعرہ بلند ہوا کہ "عورت کا جسم اس کی اپنی ملکیت ہے، جس پر کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں"....مردوں کے لیے یہ امر نہایت خوش کن تھا۔ عورت اور مرد دونوں اپنے اپنے گمان میں مسرور اور مطمئن ہو گئے لیکن اس کی کس قدر بھاری قیمت انسانیت کو اور خصوصاً طبقۂ نسواں کو ادا کرنی پڑی، اس کا ابھی تک مکمل شعور انسان بالخصوص طبقہ اناث کو نہیں ہوسکا!

افکار کے نغمہ ہائے بے صوت
ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت!

اسی اٹھارویں صدی عیسوی میں یورپ میں چرچ اور سائنس کے درمیان جو جنگ لڑی گئی، اس میں چرچ کے غیر عقلی اور غیر منطقی طرز عمل کی وجہ سے چرچ کا دائرۂ عمل یورپ کی سوشل زندگی اور بالآخر ریاست کے دائرہ کار سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔ ادھر انقلابِ فرانس اور مارٹن لوتھر کی "انفرادی آزادی" کے نعرے کے ذریعے الحادی نظام (Atheism) کو جڑ پکڑنے کا موقع ملا۔ اور یوں چرچ نے خود اپنے آپ کو ویٹی کن سٹی (روم) کی چار دیواری تک محدود کرلیا۔ مزید برآں، عیسائیت کو دیگر تمام الہامی مذاہب کے برابر گردانتے ہوئے یورپی مفکرین نے تمام مذاہب (بشمول اسلام) کو بھی خدا اور انسان کے درمیان ایک پرائیویٹ تعلق کی حد تک محدود کرنے کا پرچار شروع کیا جس سے موجودہ زمانے کے مسلمان بھی اس تصور کے قائل ہو گئے اور یوں دین و دنیا کی دوئی کا تصور جڑ پکڑتا چلا گیا جس کے نتائج بد سے آج انسانیت کراہ رہی ہے!

موجودہ زمانے میں عورتوں کی عزت و احترام کے کھو جانے کی وجہ سے عورت،

مردوں کے ہاتھوں جنسی شہوت اورلذت کے حصول کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ یورپ، امریکہ اور بھارت کی عریاں فلم سازصنعت (Pornographic Industry) اس کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ان حالات میں ہراس عورت سے، قطع نظر اس کا تعلق مشرق سے ہے یا مغرب سے، وہ مسلم ہے یا غیر مسلم، وہ امیر ہے یا غریب لیکن جو تہذیب جدید کی دوڑ میں شریک ہونے کی خواہاں ہے، صرف ایک سوال پوچھنے کو جی چاہتا ہے کہ کیا اس کی زندگی کا آئیڈیل صرف ایک پلے گرل (Play Girl) بننا ہی رہ گیا ہے کسی پلے بوائے (Play Boy) کے ہاتھوں؟

یہی زمانہ حاضر کی کائنات ہے کیا؟
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہہ بے باک!

تاریخ کا سبق: انسانی زندگی میں جنسیت کی اہمیت وضرورت کے ساتھ ساتھ تاریخ انسانی سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جب اور جس جگہ جنسیت اس قدر عام ہو جاتی ہے جیسا کہ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں، تو بلاشبہ وہاں معاشرے اور قوم کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ یونان، روم، ہندوستان نیز قدیم مصری تہذیبوں کا خاتمہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ان اقوام میں انصاف کم یاب، طبقاتی تفریق ایک حقیقت اور بے لگام جنسیت عام ہوگئی تھی۔ پھر قانونِ الٰہی کے مطابق وہ اقوام بالآخر نیست و نابود ہو کر رہ گئیں۔ ایک انسان اس امر کا اندازہ نہیں کر سکتا کہ ان قوموں سے قدرت نے کس قدر سخت انتقام لیا، اور اس طرح کی خوفناک سزا کسی قوم کو اس وقت ہی ملتی ہے جب وہ جنسیت کے بارے میں مادر پدر آزاد رویہ اختیار کر لیتی ہےں۔ یہاں اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں جنسی جذبے کی تسکین بے محابا انداز میں کی جا رہی ہے، وہاں خاندانی نظام تلپٹ ہو کر رہ گیا ہے۔ ایسے حالات میں خاندان کا ادارہ جس کے ذریعے مستقبل کی نسل کی پرورش کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے، قائم نہیں رہتا۔ (Wetzel, J.R, 1995; Wait, L.J & M. Gallagher, 1999)

SULEMANI.COM.PK

اس جگہ اس امر کی صراحت بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو غیر معمولی جنسی قوت وصلاحیت سے نوازا ہے جس کا ہر دم یہ تقاضہ ہے کہ اس کا کوئی جیون ساتھی ہو جو جسمانی قرب کے علاوہ اسے جذباتی، نفسیاتی مسرت اور مودت ورحمت سے ہمکنار کر سکے (سورہ الروم 30:21) عورت اور مرد، دونوں ایک ایسے ساتھی اور رفیق کے خواہش منداور متلاشی ہوتے ہیں جس کے ساتھ وہ ایک طویل مدت (ساری عمر) تک ایک مخلص اور غم خوار ساتھی کی صورت میں زندگی گذار سکیں۔ ایک مہذب معاشرے میں ہر دو اصناف کسی ایسے ہمدم کی تلاش میں رہتے ہیں جو ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوں اور وہ دونوں مل کر ان بھلائیوں اور خوبیوں کو اپنی اولاد میں پروان چڑھا سکیں جن پر وہ خود عمل پیرا رہے ہیں۔ بقول سید مودودیؒ 2012 "مرد اور عورت ایک دوسرے کے لئے یکساں طور پر انسیت کے جذبات رکھتے ہیں جس میں ان کی جنسیت ایک دوسرے کو اپنی جانب محبت کے ساتھ جڑے رہنے کے لئے لازوال بنیاد فراہم کرتی ہے۔ فطرت نے اس جنسی جذبے کو ایسا پرکشش بنایا ہے کہ وہ دونوں معاشرے کو قائم کرنے میں ایک دوسرے کے مدد ومعاون ہوں۔ جنسی خواہش دونوں اصناف کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون واشتراک کے لئے باہم جوڑ کر رکھتی ہے تاکہ وہ دونوں بچوں کی پرورش وتربیت کا کٹھن فریضہ سرانجام دے سکیں۔ ان کی زندگی میں جنسی لذت اور کشش اس لئے رکھی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان ایک مہذب معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار مسلسل ادا کرنے پر تیار رہے۔"....تاہم "اگر یہ مقصد نظر انداز کر دیا جائے اور صرف جنسی لذت کا حصول ہی زندگی کا مقصد بنا لیا جائے تو یہ انسان کی تباہی کو اسی طرح دعوت دے گا جس طرح ماضی میں مختلف اقوام اور تہذیبیں اپنی موت آپ مرگئیں۔"!

ہم نے بہت اختصار کے ساتھ انسانی زندگی میں جنسیت کی اہمیت وضرورت نیز عورتوں کے حقوق کی تحریک جسے "تحریک نسواں یا Feminism کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ چونکہ اس کتاب کے موضوعاتِ بحث کا ایک اہم حصہ

SULEMANI.COM.PK

عورتوں کے حقوق کے بارے میں بھی ہے جس پر ماضی قریب میں بہت لے دے کی گئی ہے اور آج بھی مغربی تعلیم وتہذیب سے متاثرہ خواتین اور آزاد طبقات اس بارے میں بہت شور وغوغا مچا رہے ہیں، اس لئے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہر دو موضوعات کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر بھی بیان کر دیں۔ چونکہ خواتین کے حقوق کے بارے میں نیز رسول اللہ ﷺ کی عائلی اور نجی زندگی میں بالخصوص ایسی احادیث جن کا تعلق جنسیت کے زمرے میں آتا ہے، کے بارے میں بھی جو اشکالات اور غلط فہمیاں، ان لوگوں کے ذہنوں میں پائی جاتی ہیں، ان کا تمام تر تعلق ان بنیادی امور سے ہے جن کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ذہنوں میں تمام تر اشکالات اور شکوک وشبہات نیز اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ اس ضمن میں ہماری تمام تر توجہ اور کوشش اس بنیادی حقیقت پر مرکوز رہے گی کہ ان تمام امور کو من وعن بیان کر دیا جائے.... بلا کسی احساس کمتری میں مبتلا ہوئے یا کوئی جارحانہ انداز اختیار کیے بغیر.... ہم ان تمام امور کی توضیح وتشریح اس نیت اور ارادے سے کرنا چاہتے ہیں جس طرح کہ ایک متوازن شخصیت کا حامل فرد فطری انداز میں ان امور کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتا ہے.... اگرچہ اس جگہ ہم توضیح مطلب کے لئے علمی دنیا میں معروف اصطلاح یعنی معروضی طریقہ تحقیق (Objective Research) استعمال کر سکتے تھے لیکن یہ اصطلاح اہل مغرب کے ہاں ایک مخصوص معنوں میں استعمال ہوتی ہے.... وہ ایسی ہر بات کو اس اصطلاح کے پردے میں بیان کر دیتے ہیں جس کا تعلق اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ یا الہامی ہدایات کے خلاف ہو اور جس سے ان کے مخصوص ذہن (اسلام دشمنی) کی عکاسی ہوتی ہو.... اس لحاظ سے ہمارے نزدیک یہ اصطلاح قابل قبول نہیں۔ ہم معروضی طریق تحقیق صرف اس طریقے کو ہی سمجھتے ہیں جو:

- عام عقل وفہم کے ذریعے سمجھی اور سمجھائی جا سکتی ہو،
- جن کے لئے کسی دور از کار تاویلات یا توضیحات کی ضرورت پیش نہ آتی ہو اور

SULEMANI.COM.PK

- سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ انسانی فطرت سے میل بھی کھاتی ہو
- ہر ایسا طرزِ تحقیق جو مخصوص رنگ کی عینک سے حالات کا مطالعہ کرے اور اس سے صرف وہی معنی اخذ کرے جو صاحب تحقیق کے ذہن میں پہلے سے موجود ہوں اور وہ اسے کسی خاص پس منظر کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کرے، ہمارے نزدیک کسی طرح بھی اس علمی اصطلاح کے زمرے میں نہیں آتا!

ان چند بنیادی گذارشات کے بعد اب ہم عورتوں کے حقوق کے موضوع پر ان تعلیمات کو پیش کریں گے جو ٹھیٹ قرآن اور سنت سے ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔

بابِ سوئم

اسلام میں عورت کا مقام اور خاندانی نظام

اسلام میں عورت کے مقام اور خاندانی نظام کے بارے میں زمانہ حال میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔اس کتاب کے صفحات اس امر کے متحمل نہیں کہ ان تمام تفصیلات کا احاطہ کیا جا سکے۔ اس ضمن میں قرآن کریم کی مختلف سورتوں (سورہ البقرۃ، سورۃ النساء، سورہ الاحزاب، سورہ نور و دیگر) کا کسی تفسیر بالخصوص سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تفسیر، تفہیم القرآن نیز ان کی کتاب پردہ اور حقوق الزوجین کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔ تاہم اس ضمن میں گفتگو کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم یہ معلوم کریں کہ اسلام کی بطور لائحہ عمل حیات کیا خصوصیات ہیں کہ اس طریق پر آئندہ صفحات میں کی گئی تمام گفتگو کا انحصار درج ذیل معلومات پر ہے۔

اسلام: ایک لائحہ زندگی: اسلام کے بارے میں سب سے پہلے تو یہ امر جان لینا بہت ضروری ہے کہ یہ ان معروف معنوں میں ایک "مذہب" نہیں جیسا کہ ہندو مذہب یا عیسائیت ہیں کہ جن کے تحت چند روایتی رسوم، عبادات اور پوجا پاٹ کی ادائیگی کو مذہب سمجھا جاتا ہے۔اس ضمن میں ایک صاحب علم کی یہ رائے بہت صائب ہے کہ "اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے بارے میں بہت سے لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہیں" (محمد قطب 1973) اگر ان غلط فہمیوں میں صرف غیر مسلم/ اہل مغرب مبتلا ہوتے (مزید ان بے شمار امور کے بارے میں جو اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوتی ہیں) تو یہ ایک قابل فہم بات تھی لیکن اگر مسلمان بھی اس قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہوں تو پھر یہ ایک قابل تعجب بات ہے....نہایت مختصر طور پر یہاں اس امر کو ایک بنیادی کی حیثیت سے جان لینا بلکہ تسلیم کر لینا

SULEMANI.COM.PK

چاہئے کہ ایسی تمام تر غلط فہمیوں اور مغالطوں کے برعکس، اسلام ایک دین .... لائحہ عمل اور طریق زندگی (Way of Life) ہے جو انسانی زندگی کے جملہ انفرادی، اجتماعی، تعلیمی، معاشی، سیاسی، سماجی، قانونی، بین الاقوامی بشمول جنسیت کے، زندگی کے تمام پہلوؤں اور شعبوں کا احاطہ کرتا ہے اور انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو کے بارے میں وہ تعلیمات اور راہ نمائی دیتا ہے جس کی بنیاد قرآن کی الہامی ہدایات پر مبنی ہیں اور جن کی تفصیلی شکل کا مظاہرہ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں قولاً، عملاً نافذ کر کے انسانیت کے سامنے ایک رول ماڈل (اسوہ حسنہ) کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اسلام کے بارے میں درج ذیل حقائق کا ادراک کرنا ضروری ہے کہ:

- اس میں انسانی زندگی کو ایک کل کی حیثیت (Totality) سے دیکھا گیا ہے یعنی اسلام مذہب اور ریاست، اور مذہب و سائنس کی دوئی (Duality) کا قائل نہیں.... اسلام اور سائنس کے مابین نہ تو کوئی دشمنی ہے اور نہ کوئی تصادم (Inimicality/Clash) بلکہ ان میں باہمی تعاون اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔
- اسلام کے بارے میں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ”یہ ایک عمرانی ضابطہ (Social Code) ہے اور اسلام کا مذہبی نصب العین اس معاشرتی نظام سے جو خود اس کا پیدا کردہ ہے، نامیاتی طور پر (Organically) بندھا ہوا (Related) ہے یعنی جزو لاینفک (Inseparable) ہے۔ یعنی ایک کے انکار سے دوسرے کا انکار لازم آتا ہے۔“ (محمد اقبال 1958)۔
- اسلام کے معنی ”تسلیم و رضا“ کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں ایک مسلمان اپنی زندگی کے تمام معاملات اور رویوں میں اللہ کی تعلیمات (قرآن کریم) اور رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ (حدیث) کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ وہ ان پر دل و جان کے ساتھ عمل پیرا بھی ہوتا ہے۔
- اسلام کی رو سے اس دنیا میں انسان کی حیثیت ایک خلیفہ/ وائسرائے

SULEMANI.COM.PK

(Vicegerant) کی ہے۔خلافت کے لغوی معنیٰ "نیابت" کے ہیں۔اس دنیا میں انسان کی حیثیت، اللہ کے نائب کی سی ہے۔وہ اس بات کا مکلف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں زندگی کے جملہ معاملات کے فیصلے کرے اور ان پر عمل پیرا ہو۔

- اس حقیقت کو جان لینے کے بعد وہ تمام لوگ ایک امت مسلمہ بن جاتے ہیں چاہے ان کا تعلق دنیا کے کسی بھی حصے سے ہو۔ان میں کالے، گورے، رنگ و نسل، جنس (Gender) اور جغرافیائی علاقے کی بنیاد پر کوئی تمیز و تقسیم نہیں ہوتی۔وہ سب ایک ہار کے موتیوں کی طرح ہوتے ہیں۔امت مسلمہ میں بڑائی کا تصور، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے (تقویٰ) اور احکامِ الٰہی پر عمل کرنے سے ہے۔
- اسلام میں انسانی زندگی کے جملہ مسائل کی بنیاد ان قوانین واحکامات پر رکھی گئی ہے جو زمان و مکان کی بنیاد پر کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتے۔وہ غیر متبدل ہیں یعنی یہ حقائق مطلق (Absolute) ہیں اور ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی چاہے انکا تعلق انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر۔(محمد قطب 1977)
- شریعت (احکاماتِ اسلام) کو ایک اکائی کے طور پر قبول کرنا ضروری ہے نہ کہ اس کے مختلف ٹکڑوں یا نظاموں کو علیحدہ علیحدہ تسلیم کرنا تاکہ ان سے ضرورت کے وقت فائدہ اٹھایا جاسکے اس طرح کہ جو چیز پسندیدہ ہو اسے اپنا لیا جائے اور جو ناپسندیدہ ہو، اسے چھوڑ دیا جائے (سید مودودی 2012)
- ایک ایسا معاشرہ جس کی بنیاد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس اصول پر رکھی گئی ہو کہ اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے بڑوں کی عزت و احترام نہیں کرتا اور جو اپنے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا۔ایسے معاشرے میں نوجوانوں کی جانب سے کسی قسم کی ذہنی/عقلی اور عملی بغاوت کا کوئی امکان نہیں ہوتا جیسا کہ دنیا کے دیگر ممالک میں آج کل ہو رہا ہے اور جسے جوان اور بوڑھی نسل کے درمیان فاصلہ/ بعد (Generation Gap) کا نام دیا گیا ہے۔

SULEMANI.COM.PK

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری، قصہ قدیم و جدید!

- شریعت اسلامیہ کی پابندی کرنے سے تمام اقسام کے منشیات (شراب، ہیروئن/ شیشہ وغیرہ) اور دیگر اخلاقی جرائم (زنا، ہم جنس پرستی) ہمہ اقسامِ جنسی وجسمانی تشدد اور شہوت انگیز ماحول نیز عریانیت (Pornography) اور جنسی انحرافات (Sexual Perversions) سے نجات مل جاتی ہے۔
- اسلام میں عصمت وعفت اور شرم وحیا نیز اللہ کے ڈر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتباع کرنے سے دنیا ہر قسم کے مفاسد سے پاک ہوسکتی ہے جو آج کی دنیا میں رچ بس گئے ہیں اور جن کی وجہ سے انسانیت دردناک صورتِ حال سے دوچار ہے۔
- اسلام مکمل طور پر مبنی بر انصاف نظام ہے جہاں حاکم ومحکوم، امیر وغریب، جوان/ بوڑھے، عورت اور مرد غرضیکہ تمام لوگ قانون کی نظر میں برابر اور یکساں ہیں۔ یہ خالق کائنات کا قانون ہے نہ کہ مقتدر اور حکمران طبقے کے احکامات۔ اسلام میں صرف الہامی ہدایات وتعلیمات ہی کو عزت واحترام کا درجہ حاصل ہے اور اپنی پاکیزہ حیثیت کی بنیاد پر افرادِ معاشرہ سے ان کی غیر مشروط اطاعت کا تقاضہ کیا جا سکتا ہے (مریم جمیلہ 2014)

ان معروضات کو ختم کرنے سے پہلے ایک سوال کا جواب دینا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ صرف اسلام ہی کیوں اور دوسرے مذاہب بھی جو الہامی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، کیوں نہیں، جو انسان کے جملہ معاملات ومسائل کا حل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں؟.... یہاں ہم ہر قسم کے ذہنی تحفظ کے بغیر اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ:

--- عیسائیت نے تمام دنیاوی امور سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور ویٹی کن چرچ نے دنیا میں الحادی نظام (Secularism) کو سرکاری طور پر قبول کرتے ہوئے مذہب

وریاست کو الگ الگ اکائیوں کی صورت میں قبول کرلیا ہے اور اپنے آپ کو ویٹی کن سٹی کی چار دیواری تک ہی محدود کرلیا ہے۔ پس یہ انسانی زندگی کے سماجی، سیاسی، معاشی اور بین الاقوامی مسائل کے بارے میں کوئی راہ نمائی دینے سے قاصر ہے!

--- ہندومت کا تمام تر دارومدار ذات پات کے نظام پر ہے جس کی اساس بھائی چارے کے تصور کی نفی پر استوار ہے۔

--- اسی طرح یہودیت بھی نہایت سختی کے ساتھ مذہبی بنیادوں پر کسی غیر یہودی کو اپنے مذہب میں داخل نہیں کرتی اور انہیں حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔

--- بدھ مت کے بھکشو اپنے آپ کو مذہبی عبادت گاہوں تک ہی محدود رکھتے ہیں اور وہ دیگر دنیاوی امور سے مکمل بے تعلق ہیں۔[1]

پس انہی وجوہات کی بناء پر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جدید انسان کے جملہ مسائل کا حل اسلام کے سوا اور کسی مذہب کے پاس نہیں

چارہ ایں است کہ از عشق کشادے طلبیم
پیش او سجدہ گذاریم و مرادے طلبیم!

ان چند بنیادی امور کی وضاحت کے بعد اب ہم اپنے اصل موضوع یعنی اسلام میں عورت کا مقام اور خاندانی نظام کی طرف آتے ہیں....

اسلام میں خاندانی نظام کے چند بنیادی اصول: اسلام میں خاندانی نظام کی بنیاد درج ذیل اصولوں پر مبنی ہے:

- اسلام میں خاندانی نظام کی بنیاد عقیدے اور نظریے پر رکھی گئی ہے جبکہ دوسرے

[1] یاد رہے کہ یہ خیالات ایک امریکن نومسلم خاتون (محترمہ مریم جمیلہ مرحومہ) کے ہیں جو آبائی طور پر خود بھی یہودی تھیں اور سید مودودیؒ کے ایماء پر اسلام قبول کیا تھا! تفصیلات کے لئے دیکھئے کتاب ''امریکہ سے ہجرت (2014) از مریم جمیلہ ترجمہ کرنل اشفاق حسین۔

ادیان اور تہذیبوں میں معاشرے کی بنیاد رنگ و نسل، خون اور جغرافیائی حدود کی بنیاد پر استوار ہے۔

- اسلامی تعلیمات کی رو سے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر ان کے جوڑے کے طور پر حضرت حواؑ کو پیدا کیا اور تمام انسان جو اس دنیا میں اس وقت موجود ہیں وہ اس پہلے جوڑے کی اولاد ہیں۔ اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام و حواؑ کو جنت میں رکھ کر ایک درخت کے قریب جانے سے روک کر ان کی آزمائش کی گئی۔ قرآن، بائبل کی اس تعلیم کی سختی کے ساتھ تردید کرتا ہے کہ حواؑ نے آدم علیہ السلام کو گناہ اور نافرمانی پر مجبور کیا تھا۔ قرآن کریم کے مطابق "شیطان نے دونوں کو بہکایا" (سورہ البقرہ 2:35) اگرچہ قرآن کے مطابق دونوں نے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی تاہم اپنی غلطی سے آگاہ ہونے کے بعد دونوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کو معاف کر دیا اور انہیں زمین پر اس حالت میں بھیجا گیا کہ ان کے دامن پر کسی گناہ کا کوئی شائبہ یا داغ نہیں تھا۔ اسلامی نقطہ نظر سے ان کو بطور سزا زمین پر نہیں بھیجا گیا تھا (جیسا کہ عیسائی تعلیمات کے تحت کچھ مسلمان یا مستشرقین یہ سمجھتے ہیں) بلکہ انسان کی تخلیق ہی اس لیے کی گئی تھی کہ وہ زمین پر اللہ کی نیابت و خلافت کا فریضہ سرانجام دے (سورہ الاعراف 7:19۔24)۔ حضرت حواؑ کی حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدائش کی حدیث اور بائبل کی دیگر تفصیلات کے بارے میں تفصیلاً گفتگو آئندہ صفحات (باب چہارم) میں کی گئی ہے۔ آدمؑ سب سے پہلے انسان تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا گیا تھا اور وہ اس ہدایت کو اپنی اولاد تک پہنچاتے رہے۔ قرآنی نقطہ نظر سے آدم و حوا علیہما السلام کے واقعہ میں بہت سے مضمرات پوشیدہ ہیں جن کا تعلق خاندانی نظام اور اسلام میں عورت کے مقام سے ہے (سید مودودی، Khurshid Ahmad, 1999) جو مختصراً درج ذیل ہیں:

SULEMANI.COM.PK

--- اسلام نے انسانی تاریخ میں سب سے پہلی مرتبہ برملا عورت کو ایک انسانی وجود کی حیثیت سے تسلیم کیا جب کہ دوسرے ادیان بالخصوص عیسائیت نے اس کی تذلیل میں جو رویہ اختیار کیا وہ کسی بھی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ سورہ النساء (4:1) میں قرآن نے بتایا کہ "لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑا بنایا اور دونوں سے بے شمار مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے".... یادرہے کہ اسلام کی نظر میں عورت بذاتِ خود ایک زندہ حقیقت ہونے کی وجہ سے ایک ذمہ دار ہستی ہے اور اسلام ان سے براہ راست خطاب کرتا ہے۔

--- خلافت اور نیابت حق کا کردار، مرد اور عورت دونوں کو سونپا گیا ہے قطع نظر ان کے صنفی اختلافات کے پیش نظر معاشرے میں ان کے کردار کی نوعیت مختلف ہے۔

--- قرآن کریم نے وضاحت کر دی ہے کہ اللہ کے ہاں اس کردارِ نیابت کے لئے عورت اور مرد، علیحدہ علیحدہ جواب دہ ہیں۔ عورت اور مرد کو وہی کچھ ملے گا جس کے لئے وہ کوشاں رہے ہوں گے۔ کوئی بھی کسی دوسرے فرد کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ نہ ہی کسی مسلمان کو اس کی جنس/صنف (Gender) کی بنیاد پر ناانصافی کا خطرہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں۔

--- اسلام کے نزدیک اسلام کا قبول کرنا ایک عورت کا ذاتی معاملہ ہے۔

(محمد قطب 1977)

--- عورت کے انفرادی اور علیحدہ تشخص کو تسلیم کرنے کے بعد، عورت کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ازخود دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کرے کیونکہ دین کا علم حاصل کرنا ایک مسلمان مرد اور عورت دونوں کے لئے ضروری ہے۔ (حسن ترابی 2000)

--- عورت کو وراثت میں حصہ دینے کا موضوع ماضی بلکہ دور حاضر میں بھی بہت نزاعی موضوع رہا ہے۔ زمانہ حال کے روشن خیال لوگ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام

SULEMANI.COM.PK

نے وراثت میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کا نصف حصہ مقرر کیا ہے جوان کے نزدیک عورتوں کی حیثیت کو گرانے کی کوشش ہے (جبکہ وراثت میں عورت کو حصہ دینے کے حوالے سے یہ روشن خیال طبقہ ہی سب سے زیادہ بخیل واقع ہوا ہے۔ قرآن سے شادی، کاروکاری اور شرعی حق مہر جیسی غیر اسلامی اور بے ہودہ رسموں پر غریب اوران پڑھ لوگ عمل نہیں کرتے بلکہ یہ سب کچھ ظالمانہ بدعات اسی "پڑھے لکھے اور روشن دماغ" لوگوں کی اختراعات ہیں اور جن کے خلاف کبھی کسی NGO نے کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں کی)۔

وراثت کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسلام نے دنیا میں سب سے پہلے عورتوں کے حق وراثت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اللہ کریم جو سمیع وعلیم بھی ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ انسان اپنی جائداد زمین اور روپے پیسے کی تقسیم میں کبھی بھی انصاف سے کام نہیں لے سکتا اس لیے اس معاملے کو کسی بھی انسان/ ادارے کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ اس معاملے کو حل کرنے کے لئے از خود تفصیلی ہدایات دی ہیں تا کہ کسی بھی فرد کی حق تلفی نہ ہو جو وراثت کا حق دار ہو

قرآن کریم کی تین آیات جو وراثت کے مختلف حصوں کی تفصیلات بیان کرتی ہیں وہ سورہ النساء (4، 11 تا 12 اور آیت 176) ہیں۔ ان آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلم فقہانے ورثے کی تقسیم کے ضمن میں بہت تفصیل کے ساتھ احکام وقوانین وضع کیے ہیں۔ سید شوکت علی (1999) نے بھی اس موضوع پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک کتاب اردو میں لکھی ہے نیز قرآن کریم کی متعلقہ آیات کو کسی تفسیر یا عالم کی مدد سے سمجھا بھی جا سکتا ہے۔

یہاں اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ نہ صرف زمانہ قدیم میں بلکہ عیسائیت کے تحت مختلف مغربی ممالک نیز امریکہ میں بھی ماضی قریب تک مذہبی اور ملکی قوانین کے تحت نہ صرف عورتوں کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا تھا بلکہ عورتوں کو کسی قسم کی دولت، جائداد

(منقولہ یا غیر منقولہ) رکھنے کی بھی اجازت تک نہ تھی اور یہ ظالمانہ قوانین گذشتہ صدی کے اواخر تک ان تمام مغربی ممالک میں موجود تھے!

اگر چہ اسلام نے بطور انسان، عورت اور مرد کو برابر حقوق دیئے ہیں تاہم زندگی کے عملی دائرے میں ان پر عائد ذمہ داریوں کا علیحدہ علیحدہ تعین کر دیا گیا ہے.... انسانی فطرت کی کمزوریوں کا لحاظ کرتے ہوئے مساوات کا اصول برتا گیا ہے اور ضرورت کے تحت عورت و مرد کے دائرہ کار میں فرق و امتیاز رکھا گیا ہے۔ یہ وہ امر ہے جس کے نہ سمجھنے سے بے شمار سوالات ذہنوں میں ابھرتے ہیں۔ بہر حال اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے یہ تقسیم کار ایک حتمی اور بنیادی امر ہے!

ایک مسلمان عورت اپنی گھریلو زندگی میں قائدانہ کردار ادا کرتی ہے۔ بچوں کی پیدائش کے علاوہ گھریلو امور کی تمام تر ذمہ داری اس کے کاندھوں پر ہے تاہم اس بار گراں کو سنبھالنے نیز اس سے بہ احسن عہدہ برآ ہونے کے لئے، گھر سے باہر نکل کر روزی کمانے کے ذمہ داری سے اسے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور اس کی تمام تر ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے کہ وہ اپنی بیوی، بچوں کی خوراک، رہائش، تعلیم اور دیگر امور کے لئے مناسب وسائل فراہم کرنے کا پابند ہے.... تاہم اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ اس طرح خاوند کو گھر میں ایک ڈکٹیٹر کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے.... خاندانی معاملات میاں بیوی دونوں کے باہمی مشورے اور اشتراک سے چلنے چاہئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے متعدد احادیث میں اس امر کو واضح فرمایا ہے کہ **"تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہترین حسن سلوک کرتا ہے"** (ترمذی).... یہ حدیث اس امر کی نشان دہی بھی کرتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں عورت کی عزت و احترام کا کتنا لحاظ ہے۔ (اس ضمن میں مزید گفتگو آئندہ صفحات میں آئے گی)۔

اسلام میں شادی/ بیاہ اور خاندانی نظام کی تشکیل: ایک مسلم معاشرے کی بنیادی اکائی ایک خاندان ہے جو ایک مرد اور عورت کے درمیان نکاح/ شادی کے نتیجے میں

معرضِ وجود میں آتا ہے۔اس کے پیچھے کارفرما حیاتیاتی زندگی کے وہ تقاضے ہیں جن کا تعلق اس کی جنسی زندگی کی تسکین سے ہے اور یہ انسانی معاشرے کی ایک ناگزیر ضرورت اور ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی صورت بھی مفر نہیں اور جسے صرف ایک انفرادی رائے/ فیصلے تک ہی محدود سمجھنا مناسب نہیں (Hammudah Abd-al Ati, 1997)۔ شادی/ بیاہ کے لئے قرآن اور حدیث میں "نکاح" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی "عقد" یعنی معاہدے کے ہیں۔اسلام میں ایک شادی کے جائز ہونے کے لئے بنیادی شرط مرد اور عورت کا باہمی انفرادی اور آزادانہ اتفاقِ رائے ہے۔اس عقد/ معاہدے کی رو سے ایک مرد ایک عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی اجازت/حق حاصل کرتا ہے۔ تاہم جنسی تعلقات کے قیام کے لئے صرف اجازت تک محدود سمجھنے کے لئے اس کی ایک کاغذی معاہدے کی حیثیت ہی نہیں جیسا کہ مغرب میں سمجھا جاتا ہے۔اس کے برعکس شادی ایک شریفانہ معاہدہ ہے جس کی رو سے فریقین کے درمیان ایسے تعلقات کا آغاز ہوتا ہے جن کے ذریعے فریقین پر حقوق وفرائض/ ذمہ داریوں کا ایک بار آ پڑتا ہے جسے نبھانا نہایت ضروری ہے۔تاہم چونکہ کوئی بھی معاہدہ اس حد تک مقدس نہیں ہوتا کہ اسے توڑا نہ جا سکے۔اس لئے نکاح بھی ایک ایسا معاہدہ ہے جو قابل تنسیخ ہے جس کے لئے طلاق/خلع کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر فریقین میں نباہ ممکن نہ ہو تو طلاق/خلع کے ذریعے میاں بیوی میں علیحدگی ہو سکتی ہے۔اس طرح نکاحِ ثانی کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

جیسا کہ بتایا گیا کہ میاں بیوی کے درمیان حقوق وفرائض کا سلسلہ ایک خاندانی نظام کی بنیاد بنتا ہے۔ایک مسلم خاندان دراصل ایک وسیع گھرانہ (Extended Family) ہے۔یہ ایک علیحدہ یا الگ تھلگ رہنے والا خاندان (Nuclear Family) نہیں بلکہ اس گھرانے کے ذریعے دو یا تین نسلوں کے افراد کے مابین تعلقات استوار ہوتے ہیں۔

قرآن نے شادی کو "حصن" یعنی قلعہ قرار دیا ہے جس کی وجہ سے ایک انسان اخلاقی

SULEMANI.COM.PK

برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ سورہ النساء (4:25) میں اس اخلاقی مقصد کے حصول کے لئے اسلام نے شادی سے باہر مرد کے لئے ہر قسم کے جنسی اعمال وافعال کو حرام قرار دیا ہے اوران کے لئے مختلف سزائیں رکھی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عورت کے تقدس اور احترام کی حفاظت کے حوالے سے اسلام کس قدر حساس ہے۔

جیسا کہ بتایا گیا کہ اسلام کی نظر میں عورت اور مرد ایک انسان کی حیثیت سے برابر ہیں تاہم اسلام ہر دو اصناف کے لئے علیحدہ علیحدہ دائرہ کار اس انداز میں تجویز کرتا ہے کہ ہر ایک اپنی حیاتیاتی صلاحیتوں اور جسمانی اوصاف کی حدود میں رہتے ہوئے اپنا کردار ادا کرے۔ مرد کو جسمانی طاقت کی زیادتی کی وجہ سے روزگار اور معاشی امور، حفاظت خاندان اور خاندان کی سربراہی/ راہ نمائی (قوامیت) سونپی ہے اوراس پر حقوق اور ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا گیا ہے جبکہ عورت کو گھر اور بچوں کی پرورش ونگہداشت اور گھر کے اندر ایک خوشگوار ماحول فراہم کرنے کا فریضہ ادا کرنا ہے.... دراصل اسلام، عورت کو دہرے بوجھ سے نجات دلانا چاہتا ہے تاکہ وہ آسانی اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض ادا کرسکے اور بلاوجہ کسی قسم کی نوکری کے جھنجھٹ میں نہ پڑے کیونکہ یہ ایک ایسا ناروا بوجھ ہے جو مغرب کے مردوں نے عورتوں پر ڈال رکھا ہے کہ یعنی وہ گھریلو ذمہ داریاں بھی ادا کرے اور روزگار کے ذریعے خاندان کی کفالت کا فرض بھی انجام دے۔ اس لئے اسلام نے ہر دو اصناف کے لئے عمل کا دائرہ کار علیحدہ متعین کر دیا ہے (سید مودودیؒ 2012)۔ تاہم عورتوں کے لئے روزی کمانا (اگر ضرورت ہو) کوئی حرام یا ممنوع فعل نہیں لیکن عورتوں کے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ گھر سے باہر روزگار کے لئے دوڑ دھوپ کرے درآنحالیکہ اس سے خاوند اور بچوں کے حقوق تلف ہوتے ہوں (حسن ترابی 1999)

جیسا کہ بتایا گیا کہ ایک مسلمان خاندان، میاں بیوی اور بچوں کے علاوہ دیگر مختلف رشتے داروں پر مشتمل ہوتا ہے وہ قریبی رشتے دار بھی شامل ہیں جو اس خاندان میں بلا تکلف آتے جاتے ہیں، جن کے ساتھ شادی ممنوع ہے اور جن کے گھر میں آنے پر کوئی

عورت پردہ نہیں کرتی۔ ان رشتے داروں کو محرم کہتے ہیں۔ یہ رشتے خون کی بناء پر ہوتے ہیں یا دودھ پلانے کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔ تاہم وہ رشتے دار جو قریبی تعلق کی وجہ سے خاندان میں شامل ہوتے ہیں، ان میں ساس، سسر، اور ان کے والدین، بیٹے کی بیوی، خاوند کی بہنیں اور سوتیلے ماں باپ اور رضاعی ماں باپ اوران کے بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔

اسلام نے جہاں مرد پر بیوی، بچوں کی خوراک، تعلیم، صحت اور دیگر ذمہ داریوں کا فریضہ عائد کیا ہے، وہاں وہ بیوی/ بچوں سے بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے شوہر (اور بچے اپنے باپ کے) تابع فرمان ہوں گے۔ اسلام نے ایک عام مرد اور عورت کے درمیان آزادانہ/ بے حجابانہ اختلاط کو نہایت سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

اسلام میں خواتین کے حقوق:

اسلام نے عورت کو حقوق، اس کی چار مختلف حیثیتوں کی بناء پر دیئے ہیں۔ (ماں، ہمشیرہ، بیوی اور بیٹی)۔ ان میں سے چند حقوق سب کے لئے مشترک ہیں مثلاً حق وراثت (اگرچہ حصے کے تعین میں فرق ہے تاہم ان چاروں رشتوں کا حق وراثت قرآن سے ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے)۔ محبت اور ہمدردی، نیز حسن سلوک کی تمام حیثیتوں میں تاکید کے علاوہ عورت سے بطور صنف نازک (Fair Sex) ادب واحترام کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ وہ درج بالا رشتوں میں نہ بھی آتی ہو۔ ماں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید، اللہ کے رسول ﷺ نے اس قدر فرمائی کہ اس کے پاؤں تلے جنت قرار دی۔ والدین کے لئے خوراک، لباس، علاج معالجہ کے تمام اخراجات کی ذمہ داری لڑکوں پر ڈالی چاہے والدین ازخود کتنے ہی متمول اور امیر کیوں نہ ہوں۔ حضور ﷺ نے اس شخص کو جنت کی بشارت دی جو دو یا تین بیٹیوں/ بہنوں کو تعلیم دیتا ہے اوران کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آتا ہے حتیٰ کہ ان کی شادی ہوجائے!

اسلام نے بیوی کو بہت زیادہ حقوق ومراعات دی ہیں اور وہ احکاماتِ قرآنی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر واضح اور تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں۔ یہ احکامات سورہ البقرہ، سورہ النساء، سورہ النمل، سورہ التکویر، سورہ الشوریٰ کے علاوہ متعدد احادیث رسول ﷺ میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

جیسا کہ سطورِ بالا میں اشارہ کیا گیا کہ اسلام نے عورت کو بطور ایک صنف کے (بلالحاظ اس کی درج بالا چار حیثیتوں کے) اس قدر عزت واحترام دیا ہے جس کی تفصیلات قرآن وسنت نیز فقہی احکامات میں تفصیل کے ساتھ دی گئی ہیں۔ تاہم چند چیدہ چیدہ نکات ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

--- عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت کے لئے زنا کو ایک بہت بڑا جرم قرار دے کر اس کے مرتکب کے لئے سخت ترین سزا رکھی گئی ہے (سورہ النور 24:2-7)

--- عورت پر زنا کا الزام لگانے پر چار گواہ پیش نہ کرنے والے مرد کو 80 کوڑوں کی سزا کا حکم ہے تا کہ کوئی شخص عورتوں کو بدنام کرنے کی جرات نہ کرے (سورہ النور 24:4)

--- عورت ومرد کو غض بصر کا حکم کہ عورتیں اپنا چہرہ ڈھانپ کر رکھیں۔

--- گھروں میں عورتوں کو مکمل تنہائی (Privacy) کے لئے کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونے کی ممانعت۔ نیز دیگر اہل خانہ کو بھی ہدایت کہ وہ رات دن کے تین اوقات (قبل از فجر اور بعد از ظہر وعشاء) میں ایک دوسرے کے کمروں میں جانے سے پہلے اجازت طلب کریں۔

--- عورت کے وقار اور عزت کے تحفظ کے لئے طوائف گری کی ممانعت۔

--- عورتوں کی عزت ووقار کے احترام کے ضمن میں قرآن کریم کے دو معجزات کا بیان جس کے ذریعے یہود کے الزام کی تردید جو انہوں نے حضرت مریمؑ پر لگایا اور یہود دو

نصاری/ منافقین/ مشرکین کے حضرت عائشہؓ پر اتہام کی تردید۔

درج بالا حقوق و مراعات کے علاوہ بھی جو عورتوں کو اسلام نے چند مخصوص مراعات عطا کئے ہیں [1] یہ مراعات طبقہ نسواں کو درپیش حالاتِ طبعی کی بناء پر دی گئی ہیں، اور وہ درج ذیل ہیں۔

--- ماہواری کے ایام میں ہر ماہ ایک عورت کو 5 وقت کی نماز سے استثنیٰ۔ نیز رمضان المبارک کے روزوں کی چھوٹ تاہم بعد میں ان کی تعداد کو پورا کرنا۔

--- ماہواری کے ایام میں مناسک حج (مثلاً طواف) کرنے کی پابندی بھی نہیں

--- حالت حیض ونفاس کے دوران خاوند کو اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کی ممانعت۔ نیز اپنی بیوی کے ساتھ اس کے دبر (مقعد) میں بھی مباشرت کی حرمت۔ مزید برآں حالت نفاس میں نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی ممانعت۔

--- دوران رضاعت، خرابیٔ صحت کی بناء پر روزہ رکھنے کی ممانعت۔

--- اگرچہ عورتیں، مسجد میں جا کر پانچ وقت کی نماز ادا کرسکتی ہیں تاہم ان کی اپنی سہولت کے لئے ان کا گھر میں نماز ادا کرنا بہتر قرار دیا گیا (اس ضمن میں مزید گفتگو آئندہ صفحات میں بھی آئے گی نیز ضمیمہ د بھی دیکھئے)

--- نماز جمعہ کی بھی عورتوں کو اجازتِ اختیاری ہے کہ وہ مسجد میں جا کر نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں.... تاہم عیدین کی نماز عید گاہ میں جا کر پڑھنے کی تاکید.... حتیٰ کہ ایام ماہواری والی عورتوں کو بھی دعا میں شرکت کی تاکید کہ وہ بھی اس سالانہ خوشی کے موقعہ

---

[1] یاد رہے کہ یہ تمام حقوق/ مراعات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ذریعے عطا فرمائے ہیں اور جن کی تفصیلی صورت، اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی۔ یعنی یہ وہ حقوق ہیں جو کسی ایک انسان/ یا کسی اجتماعی ادارے نے نہیں دیئے کہ کل کلاں وہ سلب کر لیے جائیں، ان احکامات و مراعات کے برعکس جو مغرب میں قانون کے ذریعے دیئے جاتے ہیں جو کسی وقت بھی حالات و واقعات کے بدلنے کے ساتھ قانون کے ذریعے سلب کیے جاسکتے ہیں!

SULEMANI.COM.PK

پر اس عمل سے محروم نہ رہیں بلکہ دوسری عورتوں کو تاکید کہ وہ انہیں کپڑے عاریتاً دیں تاکہ وہ بھی کپڑوں سے محرومی کی وجہ سے اس خوشی سے محروم نہ رہیں۔

نہایت اختصار کے ساتھ بیان کردہ درج بالا چند امور کے اختتام کے طور پر ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس چارٹر کا بھی ذکر کریں جو تاریخ میں خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس کے تحت احکاماتِ نبوی ﷺ کو عورتوں کے حقوق کا مگنا کارٹا (Magnacarta) کہا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لوگو! آگاہ ہو کہ تمہارے اوپر عورتوں کے بہت سے حقوق واجب ہیں اور اسی طرح تمہارے بھی کچھ حقوق ہیں جو عورتوں پر واجب ہیں۔ تمہارے وہ حقوق جو عورتوں پر واجب ہیں، یہ ہیں کہ وہ تمہاری غیر حاضری میں تمہارے بستر کو کسی دوسرے مرد کے ساتھ خراب نہ کریں (یعنی اپنی عصمت و عزت کی حفاظت کریں)، تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو داخل نہ ہونے دیں جنہیں تم پسند نہیں کرتے بغیر تمہاری اجازت اور منشاء کے اور تمہارے ساتھ بے وفائی نہ کریں۔[1] اگر وہ ان باتوں کی مرتکب ہوں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انہیں سزا دو مگر بہت سخت نہیں (اس ضمن میں مزید گفتگو آئندہ صفحات میں آئے گی)۔ اگر وہ (برے کام سے باز آجائیں) یا تمہارے تابع رہیں تو پھر تمہارا یہ فرض ہے کہ انہیں کھانا کھلاؤ، ان کے لئے لباس مہیا کرو جو تمہارے حالات اور زمانے کے مطابق ہو اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک روا رکھو کیونکہ وہ تمہارے گھروں میں رہتی ہیں جہاں ان کا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور تم نے انہیں اللہ سے امانت کے طور پر حاصل کیا اور اللہ کی اجازت سے لطف اندوز ہوتے ہو۔ پس عورتوں کے بارے میں اللہ کا خوف ہر دم پیش نظر رکھو اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں

---

[1] آج سے چودہ سو سال قبل کہے گئے۔ ان ارشادات کی حقیقت زمانہ حال کے ان بے شمار حالات و واقعات سے بخوبی کی جاسکتی ہے جبکہ مشرق و مغرب میں ان ہر دو امور کی وجہ سے عورتوں کے بے شمار قتل ہوتے ہیں!

(تاکید مزید) کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ لوگو! آگاہ رہو!.... کیا میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے؟ اے اللہ آپ گواہ رہنا!"

گذشتہ صفحات میں درج نہایت مختصر ہدایات نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس آخری خطبے کی تصریحات کے بعد بھی اگر کسی کو عورتوں کے حقوق اور اسلام میں ان کے مرتبہ و مقام کے بارے میں کوئی خلجان ہے تو پھر

ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے!

SULEMANI.COM.PK

بابِ چہارم

مساواتِ مرد وزن کے حامی اور منکرین حدیث کے شکوک وشبہات: ایک تنقیدی جائزہ

گذشتہ ابواب میں ہم نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ ان حقوق اور ذمہ داریوں کا جائزہ لیا ہے جو اسلام نے خواتین کو عطا فرمائے ہیں۔ ہم نے اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ یہ حقوق واختیارات، خواتین کو اللہ رب العزت کی جانب سے دیئے گئے ہیں جسے دنیا میں کوئی فرد یا ادارہ سلب کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ نیز یہ حقوق، خواتین کو کسی فرد یا من حیث المجموع طبقہ نسواں کی جانب سے کسی مطالبے یا احتجاج کی بناء پر بھی نہیں دیئے گئے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود عطا فرمائے ہیں، جس کی نظر میں اپنی تمام مخلوق بلالحاظ رنگ ونسل، جنس، جغرافیائی حدود اور زبان مساوی حیثیت رکھتی ہے، جو زمان ومکان کی پابندیوں سے بھی ماورا ہے اور قیامت تک کے لئے طبقہ نسواں ان سے اپنی انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں استفادہ کرنے کی مجاز ومختار ہے۔ تاہم یہاں اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ طبقہ نسواں سے متعلق متعدد معاملات جن کی وجہ سے جدید ذہن کے لوگ اکثر اوقات اسلام کے عائلی نظام بالخصوص پردہ، عورتوں اور غیر محرم مردوں کا باہمی اختلاط نیز شادی شدہ زندگی میں زوجین کے تعلقات کے بارے میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ عورتوں کے حقوق کو پامال کرنے والے ہیں یا موجودہ زمانے کی روش کے لحاظ سے فرسودہ ہیں یا ان میں کسی حد تک عریانیت پائی جاتی ہے جو ان کی نظر میں ایک الہامی دین یا ایک نبی ﷺ کے شایانِ شان ہی نہیں بلکہ ان کے مرتبہ ومقام سے فروتر بھی ہیں.... ہم نے

SULEMANI.COM.PK

اس کتاب کے آغاز میں ماہنامہ طلوع اسلام (ایڈیٹر غلام احمد پرویز) کے ایک شمارے کا بھی ذکر کیا ہے جس میں اس قسم کی چند احادیث پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا تھا کہ اسلام میں "فحش مضامین اور موضوعات" اور طبقہ نسواں کے مقام ومرتبہ کو کم تر کرنے والے مضامین/ خیالات کو اللہ اور رسول ﷺ کی جانب منسوب کرنا صحیح نہیں اور یہ امر بزعم خویش "احادیث کو رد کرنے" کے لئے کافی ہے!

اسی طرح ہم نے باب دوم میں واضح کیا کہ منکرین حدیث کے پھیلائے ہوئے مغالطوں کا شکار ہمارے پڑھے لکھے افراد ہو رہے ہیں۔ اس ضمن میں ہم نے مغربی پاکستان ہائی کورٹ لاہور کے ایک جسٹس صاحب کے ان خیالات کی جانب بھی اشارہ کیا ہے جو انہوں نے ایک مقدمے کے فیصلے میں تحریر کیے۔ جسٹس صاحب نے اس فیصلے میں چند احادیث کے بارے میں بھی اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا کہ "ایک شخص اگر حدیث کے مجموعوں کا مطالعہ کرے تو ان میں کم از کم بعض حدیثیں ایسی بھی موجود ہیں جنہیں داخلی شہادت کی بناء پر صحیح ماننا مشکل ہے"۔۔۔۔ ہم نے ضمیمہ الف میں وہ تمام احادیث بمعہ جسٹس صاحب کے اشکالات، ان کے اپنے الفاظ میں درج کر دیئے ہیں۔۔۔۔ جسٹس صاحب کے فیصلے پر مفصل تبصرہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے کیا ہے اور ایسی تمام احادیث کی جسٹس صاحب کے اشکالات کی بہت ہی جامع اور مدلل انداز میں تردید کی ہے جو ضمیمہ ب میں درج ہیں جو دریا کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم اپنے موضوعِ زیر بحث یعنی چند احادیث پر مساوات مرد وزن کے حامی افراد (مرد وخواتین) نیز منکرین حدیث کے اعتراضات کا جائزہ لیں، یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ چند معروضات اس بارے میں پیش کریں کہ قرآن کریم میں تولید و تناسل (جو جنسیت کا اطلاقی پہلو ہے) کے بارے میں اس قدر تکرار کیوں پائی جاتی ہے؟ ہم نے اپنی کتاب "قرآن حکیم اور علم الجنین" (1990) میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ انسان ابتدائے آفرینش سے ہی ان سوالات کا جواب تلاش کرنے میں سرگرداں رہا ہے کہ وہ کیا

ہے اور کس طرح معرضِ وجود میں آیا ہے؟ انسانی تخلیق و تولید کے بارے میں سوالات کا ایک لامتناہی سلسلہ عرصہ دراز سے جاری ہے۔ انسان نے اپنی تاریخ کے طویل دور میں تخلیق، جنس اور جنسیت (Sex and Sexuality) کے بارے میں جس قدر ذہنی کاوش کی ہے، شاید اس قدر کوشش کسی اور موضوع پر نہیں کی گئی۔

دنیا کے مختلف خطوں میں انسان کی تخلیق، صنفی تعلقات اور تولیدی عمل سے متعلق خیالات اور نظریات کا مطالعہ کرنے سے یہ دلچسپ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان سوالات کا جواب تلاش کرنے میں انسان نے ہمیشہ ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اس ضمن میں انسانی تاریخ میں افراط و تفریط کا ایک طویل سلسلہ نظر آتا ہے۔ اس کی ایک انتہا نفس پرستی اور شہوانیت کا وہ طوفان تھا جس نے یونان اور روما جیسی عظیم سلطنتوں کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی مانند مٹا دیا تو دوسری جانب مسیحی مذہبی رہنما، عورت کے بارے میں جو نظریات رکھتے تھے، وہ عورت کو بدی کی جڑ اور گناہ کی پوٹ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک شوہر اور بیوی کے جنسی تعلقات بھی نجس اور قابل اعتراض تھے۔ عہد قدیم کے باب "واعظ" میں لکھا ہے کہ "جو کوئی خدا کا پیارا ہے، وہ اپنے آپ کو عورت سے بچائے گا۔ ہزار آدمیوں میں سے میں نے ایک پیارا پایا ہے لیکن تمام عالم کی عورتوں میں ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی جو خدا کی پیاری تھی" (Bible: the Genesis)۔ عیسائیت میں تجرد کی زندگی کو ہی کمالِ روحانیت کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا.... یورپ میں اس قسم کے ردعمل کے طور پر اٹھارویں صدی عیسوی میں تحریک احیائے علوم (Renaissance) کی وجہ سے عورت کے بارے میں اس قسم کے انتہا پسندانہ خیالات میں اصلاح تو ہوئی لیکن آہستہ آہستہ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی عیسوی کے اوائل تک مغربی معاشرت جنسی بے اعتدالی کی دوسری انتہا یعنی مادر پدر آزاد جنسیت (Free Sex) تک پہنچ گئی اور شہوت اور عریانیت کے اس سیلاب نے مغربی تہذیب اور خاندانی نظام کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا حتیٰ کہ آج مغربی اقوام تباہی کے ایک گہرے گڑھے کے کنارے کھڑی نظر آتی ہیں۔

SULEMANI.COM.PK

درج بالا سطور میں جس سوال کا ہم نے ذکر کیا تھا، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جواب دیا جائے کہ قرآن میں تخلیق و تولید و تناسل کے مختلف موضوعات پر چار سو سے زائد آیات اور 65 سے زائد سورتوں میں اتنی زیادہ راہ نمائی کیوں پائی جاتی ہے؟ (محمد آفتاب خان، محمد احسن، 2012) فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس تکرار میں کیا مصلحت پنہاں ہے؟

اس ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ قرآن کریم (اور بالواسطہ احادیث رسول ﷺ بھی) اصطلاحی معنوں میں سائنس کے کسی مضمون (تولیدی فزیالوجی یا جینیات) (Reproductive Physiology / Genetics) کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں اس مضمون پر اتنی تکرار کے ساتھ حوالے ہوں۔ اسی طرح قرآن کریم میں زمین و آسمان کی ساخت، رات دن کا قیام اور دیگر مظاہر قدرت کا ذکر ہے۔ یہاں اس امر کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم میں اس قسم کے تمام امور کو بیان کرنے کا صرف یہ مقصد ہے کہ ان کے حوالے سے انسان کو توجہ دلائی جائے کہ اس کائنات اور خود انسان کا کوئی خالق، مالک اور معبود ہے اور یہ کہ کائنات کا یہ کارخانہ اس ایک اللہ، حی و قیوم کی نگرانی میں رواں دواں ہے!۔ اور اسی طرح تولید و تناسل کے ذریعے نسل انسانی کے تسلسل کو برقرار رکھنا مقصود ہے۔ شادی/ نکاح کی صورت میں بچوں کی پیدائش، ان کی پرورش و نگہداشت کے علاوہ طلاق، عدت، وراثت اور انفرادی زندگی میں طہارت و پاکیزگی کا حصول وغیرہ کے متعلق بے شمار ایسے مسائل ہیں جو روزانہ انسانی زندگی میں پیش آتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہدایات دی ہیں اور جن کی عملی شکل اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قول اور فعل کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کی۔

اس لحاظ سے یہ امر از خود رسول اکرم ﷺ اور امہات المومنینؓ کا ایک بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اپنی نجی اور نہایت پرائیویٹ زندگی کو بھی امت کی راہ نمائی اور عملی زندگی میں آسانی کی خاطر بیان کر دیا۔ بقول سید مودودیؒ 2008 "کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی

SULEMANI.COM.PK

پاک ﷺ کو ہماری تعلیم کے لیے مامور فرمایا تھا، اس کے ذمہ یہ خدمت بھی کی تھی کہ اس خاص شعبہ زندگی کی تعلیم وتربیت بھی ہمیں فراہم کرے۔ اہل عرب اس معاملے میں ابتدائی ضابطوں تک سے ناواقف تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو.... ان کے مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی.... طہارت، استنجا اور غسل وغیرہ کے مسائل نیز ایسے ہی دوسرے مسائل نہ صرف زبانی سمجھائے، بلکہ اپنی ازواج مطہراتؓ کو بھی اجازت دی کہ آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے ان گوشوں کو بے نقاب کر دیں اور عام لوگوں کو بتائیں کہ حضور ﷺ کن ضابطوں پر عمل فرماتے تھے"....مزید لکھا کہ "یہ احادیث درحقیقت محمد ﷺ کی عظمت اور نبوت کے بڑے اہم شواہد میں شمار کرنے کے لائق ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا دنیا میں کون یہ ہمت کرسکتا تھا اور پوری انسانی تاریخ میں کس نے یہ ہمت کی کہ 23 سال پر محیط اپنے شب وروز کے ہر لمحے کو منظر عام پر رکھ دے، اپنی پرائیویٹ زندگی کو بھی پبلک بنا دے اور بیویوں تک کو اجازت دے دے کہ میری گھر کی زندگی کا حال بھی لوگوں کو صاف صاف بتادو۔"

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مفسرین، محدثین اور فقہاء کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں انسانوں کی عائلی، معاشرتی نیز روحانی، دینی اور مذہبی زندگی کے بارے میں جو قوانین اور ضابطے مرتب فرمائے ہیں اور اس حوالے سے جس بھرپور اور شاندار طریقے سے رہنمائی کی ہے دنیا کے کسی مذہب یا قوم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ان موضوعات پر جو علمی اور قانونی نوعیت (فقہی) کا کام سرانجام دیا گیا، وہ دراصل عمل تولید وتناسل (جنسیت) کا ایک اطلاقی پہلو (Implicative Aspect) ہے....جس پر کسی قسم کی حیرت یا اچنبھے کا اظہار یا اعتراض کرنا گویا جہالت کا ثبوت مہیا کرنا ہے!

چند اہم تصریحات: اس ضمن میں دو مزید گذارشات کرنے کے بعد ہم ان غلطی ہائے مضامین یعنی احادیث پر کیے گئے اعتراضات کی جانب آئیں گے جو اس باب بالخصوص اس کتاب کا اصل موضوعِ سخن ہے۔ ان میں سے ایک گذارش کا تعلق تولید و

SULEMANI.COM.PK

تناسل/ جنسیت کے اطلاقی پہلو سے ہے جس کا ذکر درج بالا سطور میں کیا گیا ہے۔ اس بارے میں ہم سید قطب شہیدؒ کی تفسیر "فی ظلال القرآن (1977) سے چند اقتباسات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اولاً.... سید قطبؒ نے سورہ البقرہ (241-2:221) کی آیات جن کا تعلق ازدواجی زندگی، معاشرت، ایلاء، طلاق، عدت ونفقہ، رضاعت اور حصانت (بچے کی پرورش) کے چند احکام پر مشتمل ہیں یہ تحریر کیا "لیکن یہ احکام جداگانہ قوانین کی حیثیت سے، جیسا کہ لوگ انہیں فقہ اور قانون کی کتابوں میں پانے کے عادی ہیں، بیان نہیں کیے گئے۔ اس کی بجائے وہ ایک ایسی فضا میں بیان کیے گئے ہیں کہ انسانی قلب کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ انسانی زندگی کے لئے خدائی نظام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے اور اسلامی عقیدے کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصول سے آشنا ہو رہا ہے اور اس اصول کا اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں اس کے ارادے، حکمت اور مشیت سے اور اس نظام سے جس کے مطابق اللہ نے بنی نوع کی زندگی کو استوار کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، براہ راست تعلق ہے"!

"ان آیات میں پہلا حکم مشرکہ عورت سے مسلمان مرد کی اور مشرک مرد سے مسلمان عورت کے نکاح کی ممانعت ہے۔ دوسرا حکم حیض کی حالت میں عورتوں سے مباشرت کی ممانعت سے متعلق ہے۔ اس کے بعد ذیل میں پے در پے کچھ ہدایات دی گئی ہیں جن کا تعلق مباشرت اور دونوں اصناف کے درمیان جنسی تعلق سے ہے.... جو ذرا سی دیر میں پورا ہو جاتا ہے، سے بلند ہو کر ایک ایسے انسانی عمل کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے جو لمحہ بھر کی خواہش کی تکمیل سے بہت بلند اور عظیم مقصد کا حامل ہے"!

"نواں حکم اس عورت کی عدت کا ہے جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو۔ دسواں حکم عدت کے دوران عورتوں کو اشارے کنائے سے نکاح کا پیغام دینے سے متعلق ہے"....

"قرآن کریم کا نمایاں پہلو جو ان احکام کے تذکرے سے ہمارے سامنے آتا ہے، یہ ہے کہ ٹھیک اس وقت جب کہ وہ مباشرت کا ذکر کرتا ہے، عبادت کی فضا پیدا کرتا ہے اور

SULEMANI.COM.PK

عبادت کے روح پرور سائے ڈالتا ہے وہ واقعی اور عملی زندگی کے تقاضوں، انسانی فطرت اور اس کے وجود کے مقتضیات اور زمین پر اس کی زندگی میں واقع ہونے والی ضرورتوں کے تقاضوں سے بھی صرفِ نظر نہیں کرتا۔ **وہ انسانی زندگی میں شادی بیاہ کو بھی ایک عبادت گردانتا ہے بشرطیکہ ان حدود کا خیال کیا جائے جو اس کے لئے مقرر فرمائی گئی ہیں۔** اسی طرح مباشرت اور اولاد پیدا کرنے کو بھی عبادت گردانتا ہے۔ طلاق اور جدائی کو بھی عبادت قرار دیتا ہے۔ عدت گذارنے اور رجوع کرنے کو بھی عبادت بتاتا ہے نان نفقہ اور سامان دینے کو بھی عبادت قرار دیتا ہے۔ دودھ پلانے اور چھڑانے کو بھی عبادت قرار دیتا ہے۔ غرضیکہ انسان کا ہر وہ قدم اور حرکت عبادت قرار پاتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے (یعنی شریعت) کے مطابق ہو"...." تاہم وہ اپنی ہدایات اور اپنے قوانین کے ذریعے نسان کو عبادت کے مقام تک بلند کرتے وقت یہ حقیقت فراموش نہیں کرتا کہ وہ بہرحال انسان ہے اور یہ عبادت ایک ایسے انسان کی ہوگی جس کے اپنے میلانات اور جذبات ہیں، جس میں کوتاہیاں اور کمزوریاں ہیں، جس کے اپنے رجحانات اور احساسات ہیں۔ اسلام ان سب امور کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اسی واسطے ایلاء کے جواز کو برقرار رکھتا ہے۔ ایلاء یہ ہے کہ کچھ مدت کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر عورت سے مباشرت کو ترک کر دیا جائے لیکن وہ اس میں یہ شرط لگاتا ہے کہ یہ مدت چار ماہ سے زائد نہ ہو۔ وہ طلاق کو بھی برقرار رکھتا ہے۔ اس کے لئے قانون بناتا ہے، اس کے احکام وضوابط مرتب کرتا ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ایک مرتبہ نکاح کے بعد اگر مرد اور عورت کے درمیان کسی وجہ سے طبیعتوں کے عملی اختلاف کے باعث نباہ نہ ہو اور اس تعلق میں دم گھٹنے لگے تو بہتر ہے کہ عورت اور مرد دونوں الگ ہو جائیں تا کہ مرد اور عورت کے مابین یہ رابطہ قید اور جیل کی شکل اختیار نہ کرے جس سے چھٹکارے کی کوئی شکل نہ ہو (جیسا کہ مسیحیت اور ہندومت میں ہے کہ طلاق جائز نہیں)۔۔۔۔ مگر طلاق کے انتہائی اقدام کی گنجائش اس وقت دی گئی ہے جب خاندان کے اس عظیم ادارے کو بچانے کے تمام طریقے ناکام ہو

جائیں اور قانونی اور جذباتی تمام تحفظات اس امر کے لئے فراہم ہو جائیں کہ نہ شوہر کو نقصان پہنچے، نہ بیوی کو، نہ دودھ پیتے بچے کو اور نہ پیٹ کے بچے کو۔"

وہ مزید رقمطراز ہیں کہ "جب انسان اس خدائی نظام کی بنیادوں کا اس پاکیزہ، متوازن اور اسلامی سماج کا مقابلہ اس وقت کی انسانی زندگی کے حالات اور سماج سے کرتا ہے تو دونوں کے درمیان عظیم، بہت عظیم تفاوت پاتا ہے۔ اسی طرح جب اس کا مقابلہ موجودہ جاہلی معاشرے میں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ مشرق و مغرب میں وہی "ترقی یافتہ اور روشن خیال" ہیں، پائی جانے والی انسانیت کی آج کی حالت سے کیا جاتا ہے تو اسلامی نظام کا مقام بہت بلند نظر آتا ہے۔ خاص طور پر عورت یہ دیکھ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا کتنا تحفظ اور اس کے مجد و شرف کا کتنا پاس و لحاظ کیا ہے!.... مجھے یقین ہے کہ جو سلیم الفطرت عورت اس نظام میں عورت کے لئے اتنا واضح تحفظ اور پاس و لحاظ دیکھے گی، اس کا دل محبت الٰہی سے سرشار ہو جائے گا"!

ثانیاً.... ہماری دوسری گذارش کا تعلق ان سائنسی حقائق سے ہے جو قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال قبل واضح کر دیئے تھے جب کہ موجودہ سائنس نے انہیں صرف ڈیڑھ صدی قبل ہی دریافت کیا ہے۔ تاہم اس ضمن میں آغاز ہی میں اس امر کا اظہار بہت ضروری ہے کہ قرآنی حقائق کو سائنسی تحقیقات کی وجہ سے ہی درست نہ سمجھا جائے کہ جدید سائنسی نظریات و خیالات سے اگر کسی جگہ قرآنی حقائق کا تصادم ہوتا نظر آئے تو خوانخواہ تاویل کر کے قرآنی تعلیمات کو بدلنے کی بجائے ہمیں چاہیے کہ سائنسی نظریات کا دوبارہ جائزہ لیں اور قرآنی حقائق کی روشنی میں ان کی توجیہہ کریں۔ کیونکہ سائنسی نظریات، مشاہدات اور تجربے پر مبنی ہونے کی بناء پر بدلتے رہتے ہیں جبکہ قرآن حکیم کی آیات (اور احادیث پر مبنی معلومات) غیر مبدل ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کا مسلمان (بالخصوص نوجوان نسل.... لڑکے اور لڑکیاں) مغرب کی مرعوبیت کے حصار کو توڑ کر انسانی مسائل کے حل کے لئے ان حقائق و نظریات کو جرات کے ساتھ پیش کریں جو قرآن کریم نے ہمیں بتائے ہیں اور

جن کی تشریح وتعبیر علمی وعملی طریق پر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے تئیس سالہ دورِ نبوت میں فرمائی.... یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان تعلیماتِ قرآنی ونبوی ﷺ کی روشنی میں غور وفکر کرنے سے موجودہ انسان ان تمام فکری وعملی پریشانیوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے جو مغربی تعلیم وتہذیب سے مرعوبیت کی وجہ سے اس کے اندر پیدا ہوگئی ہے!

بولہب راحیدرِؓ کرار کن!

ان دو بنیادی گذارشات کے بعد اب ہم ذیل کے صفحات میں ان تمام احادیث/موضوعات پر گفتگو کریں گے جن کے بارے میں مستشرقین نے گذشتہ دو صدیوں میں بالخصوص اپنے لٹریچر کے ذریعے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات اور غلط فہمیاں پیدا کی ہیں۔ نیز ان منکرین حدیث اور مساوات مرد وزن کی قائل خواتین وحضرات کے خیالات ونظریات کا جائزہ بھی لیں گے جو انہوں نے مغربی تعلیم وتہذیب سے متاثر (بلکہ مرعوب) ہوکر مختلف احادیث کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے۔

اس جگہ اس امر کی صراحت بھی شاید ضروری ہے کہ گذشتہ ربع صدی میں ہم نے اس موضوع پر جو کچھ پڑھا اور لکھا ہے، اس کی روشنی میں بلا مبالغہ ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ ہمیں ان قرآنی تعلیمات اور احادیث نبویہ ﷺ کو پڑھتے ہوئے، کہیں بھی طبقہ نسواں کی تحقیر وکمتری کا احساس نہیں ہوا۔ اور نہ ہی جنسیت کے انفرادی ونجی پہلوؤں کے بارے میں پائی جانے والی تعلیمات جو احادیث نبوی ﷺ سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں اور جن کے بارے میں مزید توضیحات اور تشریحات جو فقہائے اسلام نے گذشتہ چودہ صدیوں کے طویل عرصے میں مختلف فقہی قوانین مرتب ومدون کرتے ہوئے کی ہیں، ان میں کہیں بھی کوئی ایسا شائبہ نظر نہیں آیا جو فحاشی (Obscenity) اور عریانیت (Pornography) کی مروجہ تعریف اور تشریح تو کجا اس کے بارے میں دور دور تک کوئی تاثر پیدا کرنے کا سبب بن سکے!.... ہم یہ بات کسی دینی ذوق، حمیت یا تعصب کی بناء پر نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے یہ امر تسلیم کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں جس نے ان تعلیماتِ اسلامی پر ایک

متوازن ذہن کے ساتھ غور وفکر کیا ہے۔

میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں واقف رازِ درونِ میخانہ

نیز اقبال نے وضاحت کی۔۔

فروغِ دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیلؑ!

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں کہا گیا کہ مستشرقین نے اپنی تحریروں میں قرآن وحدیث کے متعدد موضوعات پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے اور ان کے اتباع میں چند مسلمان خواتین جس میں مراکو کی فاطمہ مرنیسی (Fatima Marnici) کے علاوہ پاکستان کی محترمہ رفعت حسن صاحبہ (حال مقیم امریکہ) اور عارفہ فرید صاحبہ نے بھی قریباً انہی موضوعات پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے، متعدد امور کے بارے میں نہ صرف انہی دلائل کو بلکہ بعض جگہوں پر ان مستشرقین کے الفاظ میں ہی ان اعتراضات کو دہرادیا ہے۔ ہمارے سامنے فی الحال پروفیسر روبن لیوی (Ruben Levy) کی کتاب (The Social Stucture of Islam 1962) مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی لندن اور محترمہ رفعت حسن صاحبہ کا ایک مقالہ ہے جس میں انہوں نے چند احادیث کے حوالے سے "طبقہ نسواں کی حق تلفی" کے بارے میں گفتگو کی ہے نیز محترمہ عارفہ فرید کی کتاب (The Status of Women in Different Religions) شائع شدہ کراچی یونیورسٹی، کراچی نیز خالد محمد ابوالفضل (1963) اور محترمہ اسماء برلاس (2002) کی کتب بھی پیش نظر رہی ہیں۔

محترمہ رفعت حسن صاحبہ کے مقالے میں درج احادیث کا انگریزی متن/ترجمہ (چوکھٹے میں) ہم ان کے مقالے سے ہی نقل کر رہے ہیں۔ تاہم احادیث کا عربی متن اور اردو ترجمہ ہم نے (sunnah.com) سے نقل کیا ہے جس میں صحیح بخاری اور مسلم کا انگریزی/اردو ترجمہ بالترتیب ڈاکٹر محمد محسن خان اور پروفیسر عبدالحمید صدیقی کیا کیا ہوا

ہے۔ نیز دیگر کتب احادیث کیلئے بھی ہم نے اسی ویب سائٹ سے استفادہ کیا ہے۔ جن کے تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ انگریزی ترجمہ میں کیا خامی یا کمی بیشی رہ گئی ہے۔ نیز ہر حدیث کے ساتھ ساتھ ہم نے اپنی جانب سے ان کی تشریح وتوضیح اور تبصرہ بھی پیش کیا ہے تاکہ صاحبانِ علم ان کے تقابلی جائزے سے ازخود کوئی فیصلہ کرسکیں۔ نیز اگر انہی چند احادیث پر جسٹس محمد شفیع صاحب کے اعتراضات (ضمیمہ الف) اور ان پر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا تبصرہ (ضمیمہ ب) بھی ملاحظہ کرلیا جائے تو ہمیں امید کامل ہے کہ ان شاءاللہ جو خواتین اور حضرات اس موضوع کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھنا چاہتے ہیں، وہ اس سے صحیح نتائج اخذ کرنے میں کامیاب ہوں گے....رہے وہ لوگ جو تہذیب مغرب کے آگے نقد دل ہار بیٹھے ہیں تو ان کے بارے میں ہم صدقِ دل سے یہ دعا ہی کرسکتے ہیں کہ

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں!

حقوق نسواں سے متعلق چند احادیث پر اعتراضات کا جائزہ:

حدیث نمبر ①:

Treat women nicely, for a woman is created from a rib and the most curved portion of the rib is its upper portion. So if you should try to straighten, it will break, but if you leave it as it is, it will remain crooked. So treat women nicely(Sahih Bukhar)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۔ رضی اللہ عنہ ۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلاَهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ ".

(بخاری:5186,5185۔ مسلم،3644۔ حدیث صحیح ہے)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے خیر خواہی کیا کرو کیونکہ عورت کی پیدائش سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سے کی گئی ہے اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے اور تو عورت کو سیدھا کرنا چاہے گا تو اس کو توڑ دے گا اور اگر اس کو چھوڑ دے گا تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، اس لیے عورتوں سے خیر خواہی کیا کرو۔"

اپنے مقالے میں اسی مفہوم پر مبنی ایک دوسری حدیث جو صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے درج ذیل ہے۔

حدیث نمبر ②:

Woman is like a rib. When you attempt to straighten it, you would break it. And if you leave her alone you would benefit by her and crookedness will remain her. (Sahih Muslim, narrated by Abu Hurairah)

وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلاَهُ إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا". صحیح مسلم(1468/a)

"......عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کیا کرو کیونکہ عورت کی پیدائش ٹیڑھی پسلی سے کی گئی ہے اور تو عورت کو سیدھا کرنا چاہے گا تو اسے توڑ دے گا۔ اور اگر اسے چھوڑ دے گا تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ اس لئے عورتوں سے خیر خواہی کیا کرو۔"

قبل ازیں کہ درج بالا احادیث کے بارے میں ہم چند گزارشات پیش کریں، ایک اصولی بات کی جانب اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم میں سورۃ النساء کی آیت نمبر 1 میں فرمایا گیا ہے کہ "لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان

SULEMANI.COM.PK

سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیئے‘‘

سید مودودیؒ (1999 الف) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ یعنی نوع انسانی کی تخلیق ابتداً ایک فرد سے کی۔ دوسری جگہ قرآن خود اس کی تشریح کرتا ہے کہ پہلا انسان آدم تھا جس سے دنیا میں نسل انسانی پھیلی۔ ’’اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا۔‘‘ سید مودودی نے مزید لکھا ’’اس کی تفصیلی کیفیت ہمارے علم میں نہیں ہے۔ عام طور پر جو بات اہل تفسیر بیان کرتے ہیں اور جو بائبل میں بھی بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ آدم کی پسلی سے حوا کو پیدا کیا گیا (تلمود میں اور زیادہ تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کی دائیں جانب کی تیرھویں پسلی سے پیدا کیا گیا تھا۔ لیکن کتاب اللہ اس بارے میں خاموش ہے اور جو حدیث اسکی تائید میں پیش کی جاتی ہے اس کا مفہوم وہ نہیں ہے جو لوگوں نے سمجھا ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ بات کو اسی طرح مجمل رہنے دیا جائے جس طرح اللہ نے اسے مجمل رکھا ہے اور اس کی تفصیلی کیفیت متعین کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔‘‘

حضرت آدمؑ کی پسلی سے عورت کی پیدائش کی درج بالا دو احادیث بالترتیب صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے بمعہ حوالہ جات نقل کی گئی ہیں۔ بخاری کی حدیث کا انگریزی ترجمہ محترمہ رفعت حسن صاحبہ کا ہے جبکہ اصل متن عربی ہم نے Sunnah.com سے نقل کیا ہے۔ انگریزی ترجمے نیز عربی متن حدیث کے پڑھنے سے جو عمومی تاثر پیدا ہوتا ہے وہ ”عورت کی خیر خواہی“ کا ہے۔ یاد رہے کہ یہ نصیحت عرب معاشرے کے مردوں کو سمجھانے کے لئے کی جا رہی تھی جو ان پڑھ، جاہل اور صدیوں سے عورت کے کمتر ہونے کا نہ صرف یقین رکھتے تھے بلکہ ان کا سلوک بھی صنف نازک کے ساتھ بہت ظالمانہ تھا.... اس حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اس وقت کے عرب معاشرے میں کوئی علمی بحث نہیں ہو رہی تھی کہ عورت کا مرتبہ ومقام کیا ہے بلکہ ان لوگوں کو ایک ایسے طریقے سے جو قابل فہم ہو اور جسے وہ روزمرہ کے حالات، مشاہدات اور اپنی علمی و

SULEMANI.COM.PK

ذہنی استعداد کے مطابق سمجھ بھی سکیں یہ بتانا مقصود تھا۔ انسانی پسلی کے بارے میں وہ یہ جانتے تھے کہ اس کی ساخت ٹیڑھی ہوتی ہے، اس لئے انہیں اس کے حوالے سے یہ امر سمجھایا جارہا تھا کہ عورت کی اصلاح کا کام اتنا آسان نہیں کہ وہ یکسر اور یکدم بدل جائے۔ پھر چونکہ وہ خود مردوں کی طرح بھی ایک ذی روح ہستی ہے سو جس طرح مردوں کو کوئی بات سمجھنے اور اس کے مطابق زندگی میں عمل کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے تو انہیں بھی اسلامی تعلیمات اور آداب و اخلاق کا خوگر کرنے میں کچھ دیر لگے گی۔ پھر چونکہ عورت خود بھی امتداد زمانہ کے تحت جاہلیت کی زندگی گذارتی رہی تھی اس لئے اس کو فوری طور پر اسلامی احکامات کا خوگر بنانا اتنا آسان نہیں تھا جتنا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ جذبات کی فراوانی، نزاکت و لطافت عورت کی فطرت میں ہے، اسی فطرت پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے، یہ اس کے لئے کوئی عیب یا کمزوری نہیں بلکہ اس کا وصف ہے۔ تم اس سے جو کچھ فائدہ بھی اٹھا سکتے ہو، اس فطرت پر قائم رکھتے ہوئے اٹھا سکتے ہو۔ اگر اسے سختی کے ساتھ سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے۔

اگرچہ ہمیں اس قسم کی بے شمار مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں مردوں کی طرح اس جاہلی معاشرے میں ایسی سلیم الفطرت عورتیں بھی تھیں۔ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی زندگیوں کو یکسر تبدیل کرلیا تاہم جہاں تک عام آبادی بالخصوص بدویانہ (دیہی زندگی) طرز معاشرت میں عورت کی تعلیم وتربیت کا پہلو تھا، وہ ازخود ایک بہت مشکل اور دقت طلب مسئلہ تھا۔ اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے تدریج کے اصول کے تحت میانہ روی سے کام لیتے ہوئے مردوں کو تلقین فرمائی جس میں کسی قسم کی تحقیر کا کوئی پہلو نہیں۔ تاہم عربی متن میں ”فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ“ کے الفاظ قابل غور ہیں جس کا ترجمہ ”عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو“ ہے جس میں طبقہ نسواں کی تحقیر و تذلیل کا شائبہ تک بھی نہیں ملتا۔

تاہم یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ زمانے میں عورت کی تحقیر کا یہ تصور کہاں سے

SULEMANI.COM.PK

آیا؟... جب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں تو تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کی تحقیر اور اس کے حقوق کی پامالی یا اسے کم تر درجے کی مخلوق سمجھنے کا تصور دراصل عیسائیت کی موجودہ کتب پر مبنی معلومات پر ہے (جواب تمام تر ان الہامی ہدایات پر مبنی نہیں رہیں جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھیں کہ اس وقت بائبل کے کم از کم 50 مختلف ایڈیشن پائے جاتے ہیں جن کی تعلیمات میں خود بھی کوئی ہم آہنگی اور یکسانیت نہیں پائی جاتی۔(حمید اللہ، 1992) کیونکہ گذشتہ ہزاروں سالوں میں اس میں مختلف سینٹس/ راہبوں/ پادریوں کے خیالات شامل ہو چکے ہیں)۔اور وہاں سے انہیں تعلیمات کا چرچہ ہمارے ہاں بھی در آیا!۔اور اسی بنیاد پر منکرین حدیث اور مرد و زن کی مساوات کے حامی لوگ بھی ''عورت کی تحقیر'' کا تمام دارومدار ان تعلیمات پر رکھتے ہیں جبکہ اسلامی تعلیمات میں تحقیر کا پہلو دور دور تک بھی نہیں پایا جاتا۔

قرآن مجید میں آدم کی پیدائش اور نوع انسانی کی ابتدا کا قصہ سات مختلف مقامات پر آیا ہے۔(سورۃ البقرہ، الاعراف، الحجر، بنی اسرائیل، الکہف، طٰہٰ اور ص) تاہم آدم وحوا کا قصہ جس طرح بائبل میں بیان ہوا ہے، اسے بھی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کتابوں میں کیا فرق ہے۔(سید مودودیؒ، 1999ج)

بائبل کا بیان ہے کہ ''خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔اور خداوند خدا نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا۔'' ''اور باغ کے بیچ میں حیات کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا درخت بھی لگایا۔'' ''اور خداوند نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے لیکن نیک و بد کی پہچان کہ درخت کا پھل کبھی نہ کھانا کیونکہ جس روز تو نے اس میں سے کھایا تو مرا۔'' ''اور خداوند خدا نے اس پسلی سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اسے آدم کے پاس لایا۔'' ''اور آدم اور اس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے۔'' ''اور سانپ کل دشتی جانوروں

سے جن کو خداوند نے بنایا تھا چالاک تھا اور اس نے عورت سے کہا کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل نہ کھانا؟‘‘ ’’سانپ نے عورت کو کہا کہ تم ہرگز نہ مرو گے۔ بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔‘‘ ’’چنانچہ عورت نے اس کا پھل لے کر کھایا اور اپنے شوہر کو بھی کھلایا۔‘‘ ’’جب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں تو انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لیے لنگیاں بنائیں۔ اور انہوں نے خداوند خدا کی آواز، جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا، سنی اور آدم اور اس کی بیوی نے اپنے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔‘‘ ’’پھر خدا نے آدم کو پکارا کہ تو کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میں تیری آواز سن کر ڈرا اور چھپ گیا کیونکہ میں ننگا تھا۔ خدا نے کہا ارے، تجھ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تو ننگا ہے۔ ضرور تو نے اس درخت کا پھل کھایا ہو گا جس سے میں نے منع کیا تھا۔ آدم نے کہا کہ مجھے حوا نے اس کا پھل کھلایا اور حوا نے کہا مجھے سانپ نے بہکایا تھا۔ اس پر خدا نے سانپ سے کہا ’’اس لیے کہ تو نے یہ کیا تو سب چوپائیوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور عمر بھر خاک چاٹے گا اور میں تیری اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔‘‘ اور عورت کو یہ سزا دی کہ ’’میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچہ جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی جانب ہو گی۔ اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔‘‘ اور آدم کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور میرے حکم کے خلاف کیا اس لیے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی، مشقت کے ساتھ تو عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا۔۔۔۔ تو اپنے منہ کے پسینے کی کمائی کھائے گا‘‘۔ پھر ’’خداوند نے آدم اور اس کی بیوی کے واسطے چمڑے کے کرتے بنا کر ان کو پہنائے‘‘۔ ’’اور خداوند خدا نے کہا دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لے کر

SULEMANI.COM.PK

کھائے اور ہمیشہ جیتے رہے اس لیے خداوند خدا نے اس کو باغ عدن سے باہر کر دیا"۔

(پیدائش باب 2:7-25، باب 3:1-23 بحوالہ تفہیم القرآن، سورۃ طہٰ 20:124، حاشیہ نمبر 106)

درج بالا طویل اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ گذشتہ کئی صدیوں سے لے کر موجودہ زمانے تک امریکہ اور یورپ میں عورت کی تحقیر اور حقوق کی پامالی کا تصور دراصل بائبل کی ان تعلیمات سے اخذ کیا گیا ہے جو دراصل سینٹ پال اور دیگر عیسائی مذہبی رہنماؤں کی تشریحات سے اخذ کیا گیا ہے جن کے تحت عورت کو "گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ" سمجھا جاتا رہا۔ وہ "مرد کے لئے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ" ہے۔ تمام انسانی مصائب حتیٰ کہ آدمؑ کو بطور سزا بھی دنیا میں اس لیے بھیجا گیا کہ عورت نے خدائی احکام کو توڑنے کے لئے آدم کو ورغلایا، اس لئے وہ ایک ناگزیر برائی ہے.... اس قسم کے راہبانہ تصورات تھے (گذشتہ ابواب میں سولہویں صدی عیسوی سے لے کر انیسویں صدی کے حالات کے تحت بھی اس جانب اشارات کیے گئے ہیں)، جنہوں نے عورت اور مرد کے درمیان (بطور میاں بیوی) جنسی تعلقات کو بھی ایک نجس اور قابل پرہیز امر ٹھہرا دیا۔ پاک اور مذہبی زندگی بسر کرنے کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ اول تو آدمی نکاح ہی نہ کرے حتیٰ کہ چرچ کے عہدیداران (پوپ/ راہبوں/ننوں) کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ شادی نہ کریں تاہم شادی کی صورت میں میاں بیوی کی ملاقات ہمیشہ کسی کھلی جگہ میں اور کم از کم دو غیر آدمیوں کی موجودگی میں ہو.... یہ وہ بنیادی تصورات تھے جنہوں نے نہ صرف اخلاق اور معاشرت میں عورت کی حیثیت حد سے زیادہ گرا دی بلکہ تمدنی قوانین کو بھی اس درجہ متاثر کیا کہ ایک طرف ازدواجی تعلقات مرد اور عورت کے لئے مصیبت بن کر رہ گئے اور دوسری طرف سوسائٹی میں عورت کا مرتبہ ہر حیثیت سے پست ہو گیا۔ بقول سید مودودی (2012)، عیسائیت کی ان تعلیمات کے زیر اثر جتنے قوانین مغربی دنیا میں رائج ہوئے ان کی درج ذیل خصوصیات تھیں:

- "معاشی حیثیت سے عورت کو بالکل بے بس کر کے مردوں کے قابو میں دے دیا

گیا۔ وراثت میں اس کے حقوق نہایت محدود تھے اور ملکیت میں اس سے زیادہ محدود۔ وہ خود اپنی کمائی پر بھی اختیار نہ رکھتی تھی بلکہ اس کی ہر چیز کا مالک اس کا شوہر تھا۔"

- "طلاق اور خلع کی سرے سے اجازت ہی نہ تھی.... بعض انتہائی شدید حالات میں زیادہ سے زیادہ جو تدارک ممکن تھا وہ یہ کہ زوجین میں تفریق (Separation) کرا دی جائے یعنی وہ ایک دوسرے سے بس الگ کر دیئے جائیں۔ الگ ہو کر نکاح ثانی کا حق نہ عورت کو تھا نہ مرد کو۔ درحقیقت یہ تدارک پہلی صورت سے بھی بدتر تھا کیونکہ اس کے بعد ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ یا تو وہ دونوں راہب اور راہبہ بن جائیں یا پھر تمام عمر بدکاری کرتے رہیں۔"
- "شوہر کے مرنے کی صورت میں بیوی کے لئے اور بیوی کے مرنے کی صورت میں شوہر کے لئے نکاحِ ثانی کرنا سخت معیوب بلکہ گناہ قرار دیا گیا تھا جسے ان کی زبان میں "مہذب زناکاری" کہا جاتا تھا!"

گذشتہ صفحات میں ہم نے اس ردعمل کے اظہار اور اس کے نتیجے میں واقع ہونے والے مضمرات کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا ہے جس کی وجہ سے یورپ میں تحریک آزادی نسواں (Feminist Movement) کا آغاز ہوا۔ اور یوں بقول سید مودودیؒ (2012) "مغربی معاشرت کی بنیاد درج ذیل تین نظریات پر رکھی گئی:

اولاً.... عورتوں اور مردوں کی مساوات

ثانیاً.... عورتوں کی معاشی آزادی (Economic Independence)

ثالثاً.... دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط

ان صفحات میں اتنی وسعت نہیں کہ ہم ان تینوں نظریات کے بارے میں تفصیلاً گفتگو کریں۔ تاہم اتنا اشارہ کرنا کافی ہے کہ تحریک نسواں کی بنیادوں میں یہ تین اہم ترین نظریات کارفرما ہیں اور ہم ان کے بارے میں مختلف احادیث کی تشریح و توضیح کرتے

ہوئے ان کے بارے میں اظہار خیال کریں گے۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا کہ تخلیق آدمؑ کی تفصیلات قرآن کریم کی ان آیات میں آئی ہیں (الاعراف 11:7، الحجر 26:15، المومنون 12:23، الرحمن 14:55) تاہم حضرت حوّاؑ کی پیدائش کا ذکر ان آیات میں آیا ہے (النساء 1:4، الروم 20:30) نیز آدمؑ و حوّا دونوں کا جنت میں رہنے اور وہاں سے نکالے جانے کا ذکر سورہ البقرہ (35:2) اور سورہ الاعراف (7:18-25) میں یوں آیا ہے۔

وَ قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾

"پھر ہم نے آدم سے کہا تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔"

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَاوٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

''پھر شیطان نے ان کو بہکایا تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ن کے سامنے کھول دے۔ اس نے ان سے کہا "تمہارے

SULEMANI.COM.PK

رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے
کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے اور اس
نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اس طرح دھوکہ دے
کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخر کار جب انہوں نے
اس درخت کا مزا چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ
اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب ان کے رب نے
انہیں پکارا" کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان
تمہارا کھلا دشمن ہے؟" دونوں بول اٹھے" اے رب ہم نے اپنے اوپر ستم کیا،
اب تو نے ہم سے درگذر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقینا ہم تباہ ہو جائیں گے۔"
فرمایا" اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے ایک خاص
مدت تک زمین زمین ہی میں جائے قرار اور سامانِ زیست ہے اور فرمایا
"وہیں تم کو جینا اور وہیں مرنا ہے اور اسی میں سے تم کو آخر کار نکالا جائے گا۔"

سورہ الحجر (26:15) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ" ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے گارے سے بنایا"۔... یہاں ان تمام سائنسی نظریات (Darwinism) کے برعکس اس امر کی نشان دہی کی گئی ہے کہ سب سے پہلے (آدمؑ) کی پیدائش مٹی کے گارے سے کی گئی جبکہ درج بالا آیات (سورہ الاعراف) سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ

- آدمؑ اور حواؑ **دونوں** کو جنت میں رہنے کا حکم دیا گیا تاہم ایک درخت کے قریب نہ جانے کی تاکید کی گئی۔
- شیطان نے **دونوں** کو بہکایا اور یوں وہ رفتہ رفتہ ان **دونوں** کو اپنے ڈھب پر لے آیا اور آخر کار ان **دونوں** نے اس درخت کا مزہ چکھا اور یوں وہ **دونوں** نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔
- اس کے بعد **دونوں** نے اپنے رب سے معافی مانگی اور ان **دونوں** کو معاف کر دیا گیا

SULEMANI.COM.PK

تاہم دونوں کو زمین پر جا کر اس خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا حکم ہوا جس کے لئے ان کی تخلیق کی گئی تھی!

درج بالا حقائق سے بائبل کے اس بیان کی نفی ہوتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ (شیطان) سانپ نے صرف حضرت حواؑ کو بہکایا اور ان کے پھسلانے پر حضرت آدمؑ نے حکم الٰہی سے سرتابی کی۔ نیز قرآن کریم میں پسلی کا کہیں دور دور تک ذکر نہیں البتہ احادیث بالا میں اس کا ذکر ہے جس کی تشریح وتوضیح بھی ہم نے گذشتہ صفحات میں کر دی ہے۔ یہاں ہم اپنے قارئین سے درخواست کریں گے کہ وہ درج بالا تمام آیات قرآنی کی تفسیر تفہیم القرآن سے پڑھ لیں تو انشاءاللہ ان کے تمام اشکالات کی گرہ کھل جائے گی....! اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اسلام میں عورت کے مرتبہ ومقام کے بارے میں وہ تمام عز وشرف کے امور جن کا گذشتہ ابواب میں ذکر ہو چکا ہے، وہ کس قدر طبقہ اناث کی قدر ومنزلت کا حامل ہے اور عورت کو فروتر اور کم تر سمجھنے کا تصور دراصل مغرب میں عیسائیت کی تعلیمات کے نتیجے میں پروان چڑھا جسے مستشرقین نے تمام الہامی مذاہب بشمول اسلام پر بھی چسپاں کر دیا کہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے جبکہ ہمارے کچھ سادہ لوح مسلمان اس دام ہمرنگ زمین کا احساس نہ کر پائے۔

حدیث نمبر ۳:

Narrated Usama bin Zaid, The Prophet said, After Me I have not left any affliction more harmful to men than women (Sahih Bukhari, vol 7:20)

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، رضى الله عنهما، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ". (بخاری:5096)

"اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

SULEMANI.COM.PK

نے فرمایا میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔''

درج بالا حدیث بخاری کے علاوہ ابن ماجہ نے بھی اسامہ بن زیدؓ کے حوالے سے ذیل میں روایت کی ہے:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ . صلى الله عليه وسلم "مَا أَدَعُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ''.

(سنن ابن ماجہ:3998)

"اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے بعد کوئی فتنہ مردوں پر عورتوں کے فتنے سے زیادہ نقصان دہ نہیں پاتا۔"

ان ہر دو احادیث میں زمان و مکان کی تنگنائیوں سے بہت بلند ہو کر جس امر کی پیش گوئی کی گئی ہے، زمانہ حال کے موجودہ ملکی و عالمی حالات و واقعات اس حقیقت کے سب سے بڑے گواہ ہیں۔ انسانیت کی قدیم ترین تاریخ سے لے کر زمانہ حال کے "روشن دور" تک جنسیت (جس کی اولین مظہر عورت ہے) کے بارے میں انسان نے ہمیشہ ٹھوکریں کھائی ہیں....ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ وہی عورت جو ماں کی حیثیت سے آدمی کو جنم دیتی ہے، اس آدم کے بیٹے کے ہاتھوں ماری پیٹی جاتی ہے اور ظلم وستم کا نشانہ بنتی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں بوڑھے لوگوں کے گھر (Old People's Care Homes) اور ان میں بوڑھی عورتوں کی حالت زار کو دیکھ کر بھی اگر کوئی انسان ان احادیث میں بیان کردہ صداقت کو نہیں مانتا تو اس کی عقل و دانش پر رونے کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح، وہ عورت جو بیوی کی حیثیت سے زندگی کے ہر نشیب و فراز میں مرد کی رفیقہ حیات ہوتی ہے، اس کے گھر کی ملکہ ہے، اس کے بچوں کی ماں ہے اور یوں اس کی نسل، ذات/ وجود کے تسلسل کا ذریعہ ہے، اس کی حیثیت ایک خادمہ بلکہ لونڈی سے بھی بدتر بنا کر رکھ دی گئی ہے۔ اسے بیچا اور خریدا جاتا ہے، اسے ملکیت اور وراثت کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے، اسے گناہ

SULEMANI.COM.PK

کا مجسمہ اور بدی کی پوٹ سمجھ کر راندۂ درگاہ بتایا جاتا ہے۔اسی عورت کو مرد نے (جی ہاں موجودہ زمانے کے "روشن خیال" اور "متمدن ترین ملک کے مرد" نے امریکہ اور یورپ میں) اپنی حیوانی/جنسی خواہشات کا کھلونا بنالیا ہے۔جنسی آزادی کے نام پر اس کی عزت و آبرو کے ساتھ دن رات (انفرادی اور اجتماعی سطح پر) کھیلا جاتا ہے۔اسے عریانیت/ ننگے پن کی صنعت (Pornographic Industry) کے ذریعے جس انداز میں نمائش کے لئے پیش کیا جاتا ہے.... کیا اس کے بعد بھی یہ خیال کرنا کہ عورت مرد کے لئے فتنہ نہیں تو پھر کیا ہے؟.... اس میں اگر مرد کی ہوسناکی کی تکمیل میں عورت شریک نہ ہوتی تو پھر کیا یہ تمام تر جنسی آزادی کا بازار دنیا میں کھیلا جاسکتا تھا؟ اس میں جہاں عورت کی مظلومیت زبانِ حال سے پکار رہی ہے، وہاں مرد کے لئے اس کی فتنہ سامانی کا سامان بھی موجود ہے!

بات یہاں پر ہی ختم نہیں ہو جاتی۔کیا یہی نام نہاد روشن خیال طبقہ (مرد اور عورت دونوں اصناف) طبقہ اناث یعنی بچیوں کی پیدائش پر ناک منہ نہیں بسورتا؟ اور شادی بیاہ کے بعد جس انداز میں اسے تشدد (ذہنی، جسمانی، جنسی، نفسیاتی حتیٰ کہ آگ میں جلا دینے) میں یہی مرد (بحیثیت شوہر، سسر، جیٹھ/ دیور) جس طریق پر اسے اپنی ماں، بیٹی، بہن و دیگر گھر والوں کے اس تمام تر تشدد کا نشانہ بنتے اور بناتے نہیں دیکھتا... کیا اس سب کچھ کے بعد بھی عورت، مردوں کے لئے فتنہ کا سامان نہیں.... یاد رہے کہ یہاں "فتنہ" کے معنی اس کے وسیع ترین مفہوم میں لینے کی ضرورت ہے یعنی آزمائش اور امتحان، نہ کہ ازخود عورت کو "فتنہ گر" بنا دینا.... آخر اس تمام تر ظلم وستم کا نشانہ بننے والی عورت کے بارے میں ایسے تمام مردوں سے کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کوئی سوال نہیں کریں گے؟.... آخرت کے تصور پر یقین نہ رکھنے والوں کو تو شاید اس امر کا احساس نہ ہوگا تاہم جو شخص اس امر پر یقین رکھتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک ہے اور وہ عادل بھی ہے۔کیا وہ مردوں سے اس امر کا حساب نہیں لے گا اور کیا مظلوم عورت ان کے لئے فتنہ نہیں بن جائے گی؟ اور کیا اس ظلم کرنے والی اولاد، بیوی پر تشدد کرنے والے شوہر اور بیٹی/ بہن کو وراثت سے محروم کرنے

SULEMANI.COM.PK

والے بزرگ/ بھائی سے باز پرس نہ ہوگی؟

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (سورہ التکویر 81:8-9)

"اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟"

یاد رہے کہ یہاں تو سوال صرف ایک مرتبہ زندہ لڑکی کو گاڑے جانے/قتل کرنے پر کیا گیا ہے.... مسلمانوں کے موجودہ معاشرے میں تو طبقہ اناث کی بیشتر خواتین کو روزانہ ایک بار نہیں بلکہ دن میں متعدد مرتبہ ذہنی/نفسیاتی / جذباتی / جسمانی/جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے.... کیا ان تمام اقسامِ تشدد کا کوئی حساب نہ لیا جائے گا.... اور کیا ایسی عورت مرد کے لئے آزمائش ہے کہ نہیں؟.... "فتنہ" کے لفظ کو عورت کی تحقیر و تذلیل سمجھنے اور سمجھانے والے تمام مرد و خواتین سے ہمارا یہ ایک دردمندانہ سوال ہے! اللہ رب العزت کو اپنے ذہنی تحفظات کی نظر سے نہ دیکھیں، وہ عادل ہے اور ہر اس شخص سے عدل کرے گا جس پر ظلم ہوا ہوگا اور ہر اس شخص کو سزا دے گا جس نے کوئی ظلم کیا ہوگا![1]

اب ہم ان احادیث کے ایجابی پہلو کی جانب آتے ہیں جس میں عورت کے چہار

---

[1] یہاں ہم اس دور کے ایک بہت بڑے مفکر اور دینی علوم کے ماہر کا قول نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک مشہور حدیث کے حوالے سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے جس چیز کا زیادہ ڈر ہے وہ فتنۂ نساء ہے---عورتوں کا فتنہ---عورتوں کے فتنے کو طرح طرح سے لوگوں نے سمجھا، میری ذاتی رائے میں یہ وہ معاملہ ہے، مرد و زن کے درمیان جو تعلق کی نوعیت اخلاقی اور روحانی حدود کے اندر ہونے چاہیئے اس کو سمجھنے میں غلطی۔ ان حدود کو توڑ دینے کا اور فنا کر دینے کا جذبہ اور خاتونِ خانہ کو گھر سے نکال کر گھر کے ادارے کو تباہ کر دینا اور اس کو بازار میں (Salable Comonodity) کے طور پر پیش کرنا۔ یہ دور جدید نے دنیائے اسلام میں متعارف کرایا ہے۔ دنیائے اسلام بڑی تیزی کے ساتھ مغرب کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ مغرب میں اب احساس ہونے لگا ہے اس غلطی کا۔ مغرب میں اب یہ (Plea) آوازیں اٹھنے لگی ہیں کہ ہم نے گھر کے ادارے کو تباہ کر کے اپنے معاشرے کو تباہ کر دیا ہے" (کتاب Sex & Sexuality in Islam (2006) کی افتتاحی تقریر کے موقعہ پر ڈاکٹر محمد احمد غازی کی ویڈیو کیسٹ سے ایک اقتباس)

روپ (ماں، بہن، بیوی، بیٹی) کے ساتھ محبت و احترام اور حسن سلوک روا رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

- قرآن کریم نے متعدد جگہوں پر والدین بالخصوص والدہ کے ساتھ ادب و احترام کا سلوک روا رکھنے کا حکم دیا ہے (سورہ لقمان، سورہ الاحقاف) اسی طرح احادیث رسول ﷺ میں اس بارے میں جو ہدایات پائی جاتی ہیں، وہ تعلیماتِ نبوی ﷺ کا ایک ایسا سنہرا باب ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی تہذیب میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔

أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ، أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ - قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلاَمٌ أَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ - إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتَّى دَنَتْ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهُ فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ فَقُلْتُ مَنْ هِيَ فَقَالُوا هَذِهِ أُمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ (سنن-ابوداؤد 5144)

''حضرت ابو الطفیل سے روایت ہے کہتے ہیں کہ موضع جعرانہ میں جب رسول اللہ ﷺ لوگوں میں گوشت تقسیم کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی جب وہ پاس پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے اس کے لیے چادر بچھائی جس پر اس کو بٹھایا۔ میں نے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون عورت ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کی دودھ پلانے والی ماں ہے۔''

درج بالا حدیث ہم نے مشتے از خروارے درج کی ہے وگرنہ کتب حدیث میں ماں کی عزت و احترام میں جس قدر تاکیدی احکام آئے ہیں وہ از خود ایک مقالے کا مواد فراہم کرتے ہیں۔ تاہم ہم اپنے تمام ایسی بہنوں اور بھائیوں سے یہ درخواست کرنے میں حق بجانب ہیں جو مختلف احادیث سے منفی معنی اخذ کرنے اور ان سے اپنے من مانے مفہوم نکالنے میں مصروف ہیں کہ وہ اس قسم کی احادیث کے ایجابی پہلوؤں سے آخر کیونکر صرفِ

نظر کرتے ہیں؟ آئندہ صفحات میں ہم نے عورتوں کے اوصاف اور ان کی خوبیوں کے بارے میں متعدد احادیث درج کی ہیں۔ وہ بھی تو آخر اسی نبی آخر الزمان ﷺ کے فرامین ہیں جن کی چند دیگر تعلیمات سے طبقہ اناث کی تنقیص و توہین کا مفہوم کشید کیا جاتا ہے!

حدیث نمبر ④:

Ibn-e-Abbas reported that Allah's Messenger said, "I had a chance to look into paradise and I found that the majority of people were poor and I looked into the fire and there found the majority constituted by women" (Sahih Muslim, vol 4pp_1431)

ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ قَالَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم "اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ" (صحیح مسلم: 2737/a)

"ابن عباس سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے (معراج کے موقعہ پر) جنت میں دیکھا تو اس میں اکثریت غرباء کی تھی اور آگ (جہنم) کی طرف جھانکا تو اس میں اکثر تعداد عورتوں کی دیکھی۔"

درج بالا حدیث صحیح بخاری میں عمران بن حصین ؓ نے روایت کی ہے۔

(بخاری: 5198, 3241, 6546)

درج بالا دونوں احادیث میں، جو صحیح مسلم اور بخاری میں روایت کی گئی ہیں، جنت میں غرباء کی زیادہ تعداد اور جہنم میں عورتوں کی اکثریت کے بارے میں ذکر ہے۔.... یہ حدیث بھی من جملہ ان احادیث کے ہے جن کے بارے میں روشن خیال حضرات/خواتین کا خیال ہے کہ اس میں طبقہ نسواں کی تحقیر کا پہلو پایا جاتا ہے۔ (نیز جسٹس صاحب کے فیصلے میں بھی اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے (ضمیمہ الف) "کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ

مسلمانوں کو دولت کمانے سے بالواسطہ طریق پر منع کر دیا گیا ہے کیونکہ اگر وہ دولت حاصل کریں گے تو ان کے جنت میں داخلے کے امکانات کم ہو جائیں گے؟ اگر سارے مسلمان غریب ہو جائیں تو کیا بنے گا؟ کیا اس طرح زندگی کے ہر میدان میں ان کی ترقی رک نہیں جائے گی؟")

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے خواتین کو اس امر سے بھی آگاہ کیا کہ وہ مردوں کی عقل کو ختم کر دیتی ہیں (اپنی چکنی چپڑی بظاہر معصوم باتوں سے) باوجودیکہ وہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں۔ (صحیح مسلم:79/a)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ خَرَجَ رسول ﷺ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي أَضْحًى . أَوْ فِطْرٍ . إِلَى الْمُصَلَّى، فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ " يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ ". فَقُلْنَ وَبِمَ يارسول ﷺ اللهِ قَالَ " تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ ". قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يارسول ﷺ اللهِ قَالَ " أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ ". قُلْنَ بَلَى. قَالَ " فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا، أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ". قُلْنَ بَلَى. قَالَ " فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا.
(بخاری304)

ابو سعید خدریؓ سے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کرو، کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تم ہی کو دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا یارسول ﷺ اللہ! ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو،

باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ عورتوں نے عرض کی کہ ہمارے دین اور ہماری عقل میں نقصان کیا ہے یارسول اللہ ﷺ ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟ انھوں نے کہا، جی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے، عورتوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

ان احادیث میں جس امر کی نشان دہی کی گئی ہے، وہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا مشاہدہ آج نہ کیا جا سکتا ہو۔ قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ورغلانے/ پھسلانے کے بعد، عزیز مصر کی بیوی نے کس طریق پر اپنے خاوند کو "بیوقوف" بنایا، وہ طبقہ امراء کی خواتین کے لئے ہمیشہ کے لئے ایک ایسا واضح ثبوت ہے جس کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ تاہم موجودہ دور میں بھی گھریلو/ خاندانی لڑائی جھگڑوں میں عورتیں (ساس، نندیں، بھاوج، سوکن) جس طریق پر اپنے خاوندوں کے سامنے، اپنے آپ کو "معصوم عن الخطاء" ثابت کر کے دوسری مظلوم عورت (بیوی/ ماں یا دوسرے قرابت داروں) پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھاتی ہے، وہ امر بھی کسی تبصرے کا محتاج نہیں....

تاہم اس جگہ اگر ہم اس جانب اشارہ نہ کریں تو شاید یہ صحیح نہ ہو کہ دورِ اولین کی خواتین/ صحابیاتؓ کو اپنے ہادی و راہ نما محمد رسول اللہ ﷺ پر اس قدر اعتماد اور یقین تھا اور وہ کس قدر حق پرست تھیں کہ آپ ﷺ نے جب اس کی وجوہات بتائیں تو ان سب نے اس امر کو تسلیم کر لیا کہ واقعی ان کی گواہی، مرد کے مقابلے میں نصف ہوتی ہے (کہ اس زمانے میں یہ مسلمہ امر تھا) جسے بعد میں اسلام نے بھی برقرار رکھا۔ تاہم موجودہ زمانے کی بعض پڑھی لکھی خواتین کو ایک فطری امر (جو کسی صورت بھی عورت کی کمزوری نہیں) کو ماننے میں

SULEMANI.COM.PK

باک ہے اور وہ اس کی وجہ سے ایسے دلائل کا سہارا لیتی ہیں جس کے ڈانڈے ہٹ دھرمی/ تریاہٹ سے جاملتے ہیں....اسی طرح دین کے نقصان کی بھی جو وجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی، ان صحابیہؓ خواتین نے بالکل فطری انداز میں اسے سمجھا کہ اس میں ان کی ذاتی کمزوری کو دخل حاصل نہیں تھا بلکہ خواتین کے ماہانہ مجبوری میں یہ اللہ کریم کا ان پر کرم ہے کہ انہیں نماز، روزے میں تخفیف/ چھوٹ دے کر ان کی زندگی کو آسان بنادیا ہے۔

ان احادیث پر غور کرنے سے جو وجوہات/ اسباب وعید جہنم سمجھ میں آتے ہیں، وہ یہ ہیں۔

اولاً....زیادہ شکایات کا کرنا اور اظہار ناشکری

ثانیاً....عورتوں کے استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لعنت بہت کرتی ہو۔

ثالثاً....ناقص العقل ہونے کے باوجود مردوں کی عقل کو ختم کر دیتی ہو۔

عورتوں نے جب یہ معلوم کیا کہ ان کے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے تو آپ e نے فرمایا:

رابعاً....عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف ہے....عورتوں کے اثبات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عقل کی کمی کی دلیل ہے نیز فرمایا حالت حیض میں ہر ماہ ان پر نماز/ روزہ کی چھوٹ ہے جو ان کے دین کے نقصان کی دلیل ہے!

درج بالا وجوہات پر اگر ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ غور کیا جائے تو ہر دیانت دار فرد (عورت/ مرد) یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا کہ ان احادیث میں اسلامی نقطہ نظر سے ان تمام امور کی نشان دہی کر دی گئی جو اس دنیا میں ہر دم، ہر معاشرے میں واقع ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کی بناء پر روزانہ ہزاروں لڑائی جھگڑے بھی جنم لیتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے بعض اوقات نہایت تلخ نتائج بھی دنیا میں طلاق اور قتل وغارت کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں....اب اگر ان وجوہات کی بناء پر، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہنم میں عورتوں کی کثیر تعداد دکھائی گئی اور امت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکمال شفقت ومحبت اس سے

آ گاہ کر دیا تو یہ امر ایک فرد کے لئے جسے جہنم میں جانے کا خوف ہو، باعث تشکر ہونا چاہیے کہ ان افعال سے اسے قبل از وقت آ گاہ کر دیا گیا ہے جن کی بناء پر نہ صرف ان کی دنیوی زندگی میں تلخیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں بلکہ بالآخر قیامت میں بھی انہیں ان کی وجہ سے رسوائی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اہل مغرب بالخصوص ان کے اہل علم حضرات اور خواتین نیز ان کی پیروی میں مسلم ممالک کے روشن خیال طبقے کو دیگر متعدد موضوعات کے بارے میں ذہنی اشکالات اور اعتراضات کی بنیاد مساوات مرد وزن کے اس نظریے پر اٹھائی گئی ہے۔اس نظریۓ کے تحت عورتوں کا وراثت میں نصف حصہ، ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی، اہم ترین موضوعات کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ نظریہ مساوات مرد وزن اور اس کے متعلقہ ان موضوعات کے بارے میں بھی چند گذارشات پیش کی جائیں۔

نظریہ مساواتِ مرد وزن سے متعلق چند امور: نظریہ مساواتِ مرد وزن بھی ان چند فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ ہے جو موجودہ زمانے میں مغرب کے دانشوروں نے نہایت زور وشور کے ساتھ اٹھایا ہے اور جس سے مغربی تعلیم وتہذیب سے متاثر مسلم مرد و زن بھی مرعوب اور متاثر نظر آتے ہیں اور یوں وہ بھی وہی راگ الاپنے لگتے ہیں جو مغربی دنیا الاپ رہی ہے۔گذشتہ تین چار دہائیوں کے اس شور وغوغا کے نتیجے میں دین سے بے خبر مسلمانوں کا ایک طبقہ بالخصوص خواتین اس فتنے کا شکار ہو رہی ہیں....جس شخص نے بھی اسلام کے معاشرتی اور اجتماعی نظام کا تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے، وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام مرد وزن کی مساوات کو بلاشبہ تسلیم کرتا ہے لیکن وہ مساوات اس مساوات کے تصور سے بالکل مختلف ہے جس کا پروپیگنڈہ مغرب کے دانشور کرتے ہیں کہ اس مساوات کا نشان تو خود مغرب میں بھی نظر نہیں آتا!....تاہم ہم ان تمام دلائل سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، اسلام جس مفہوم میں عورت ومرد کی مساوات کا قائل ہے، اس کے چیدہ چیدہ خدوخال ہم نہایت اختصار کے ساتھ واضح کرتے ہیں:

- عورت اور مرد ایک نفس واحدہ سے پیدا کردہ ہیں۔ (یعنی آدمؑ)
- جس طرح مرد اس کائنات کا ایک ضروری عنصر ہے اور قدرتِ خداوندی نے ایک خاص مقصد سے اس کی تخلیق کی ہے، اسی طرح عورت بھی اس کائنات کی ایک ضرورت ہے اور قدرت نے اس کی تخلیق سے بھی ایک ضروری غرض وابستہ رکھی ہے۔
- جس طرح مرد کچھ خاص قابلیتیں اور قوتیں لے کر آیا ہے، اسی طرح عورت بھی کچھ مخصوص قوتیں اور قابلیتیں لے کر پیدا ہوئی ہے!
- جس طرح مرد اپنے کچھ خاص جذبات اور کچھ فطری مقتضیات و مطالبات رکھتا ہے، اسی طرح عورت بھی اپنے کچھ خاص رجحانات و میلانات اور کچھ فطری مطالبات و تقاضے رکھتی ہے۔ اس لیے عورت اور مرد دونوں کو اپنے فطری رجحانات و میلانات کے مطابق اپنے اپنے دائروں میں قدرت کے منشاء کی تکمیل میں سرگرم عمل رہنا چاہیے!
- یہاں اس امر کی صراحت بہت ضروری ہے کہ اسلام عورت اور مرد کو مساوی قرار دینے کے باوجود ان کی صنفی و فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے نظام اجتماعی میں ان کو الگ الگ مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا داعی ہے اور ان میں سے ہر ایک کو اس مقام پر رکھتا ہے جس پر وہ بہتر طریقے سے معاشرے کو اپنی قابلیتوں سے فائدہ پہنچا سکیں۔
- یاد رہے کہ عورت اور مرد کے لئے قدرت نے جو فرائض مقرر کیے ہیں، ان میں سے ہر فرض بجائے خود بے حد اہم اور ضروری ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ گھر کا سنبھالنا کم اہم ہے اور دفتری کام کاج کرنا زیادہ اہم ہے یا بچوں کی پرورش ایک حقیر کام ہے۔ معاشرتی نظام میں انسانوں کے لئے جتنے کام بھی ہیں، وہ سب یکساں اہم و یکساں ضروری ہیں!

SULEMANI.COM.PK

قرآن کریم نے سورہ النساء(4:32) میں یہ واضح کیا ہے کہ قدرت کی طرف سے جو خصوصیات عورت اور مرد کو عطا ہوئی ہیں، ان میں فضیلت کا پہلو کسی ایک ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ فضیلت میں دونوں برابر کے حصہ دار ہیں اور مزید یہ کہ "جس چیز میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے، اس کی تمنا نہ کرو"....مردوزن کی سعادت و کامیابی اس بات میں ہے کہ ایک دوسرے کی خصوصیات پر رشک کرنے کی بجائے، ہر ایک اپنے حصے کی نعمتوں کے لئے شکر گزار رہے اور ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اشارہ کیا گیا مغرب میں مردوزن کی کامل مساوات کا جو نظریہ پایا جاتا ہے، اس کے متعدد متضاد پہلو قابل غور ہیں۔

- مغرب میں مساوات مردوزن کے تحت عورتوں کو بھی روزی کمانے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے جبکہ اسلامی معاشرت میں مرد کو عورت کا کفیل اور نان نفقہ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔
- اسلام میں عورتوں کے لئے پردے کی پابندی کو بھی اہل مغرب اپنے اس نظریہ مساوات مردوزن کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور معاشرتی زندگی میں ہر سطح پر اختلاط مردوزن پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔
- نیز عورتوں کی دو گواہیوں کو بھی وہ طبقہ اناث کی تحقیر گردانتے ہیں۔
- اسی طرح وراثت کے معاملے میں مرد کے مقابلے میں عورت کو ایک حصہ دینے میں بھی انہیں خواتین کی حق تلفی کا پہلو نظر آتا ہے، علی ہذا القیاس

ذیل میں ہم ان چند امور کے بارے میں مختصر طور پر اسلام کا نقطہ نظر بیان کریں گے۔

1. **کفالت خاندان اور مرد کی قوامیت:** اس بحث کے بارے میں کسی ذہنی تحفظ کے بغیر، ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ قرآن کریم، مساواتِ کامل کے درجہ بالا نظریات کے برعکس

SULEMANI.COM.PK

ایک طرف تو یہ تسلیم کرتا ہے کہ عورت ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ حقوق بھی رکھتی ہے اور اس کے حقوق بھی اس طرح قطعی اور واجب الادا ہیں جس طرح مرد کے حقوق قطعی اور واجب الادا ہیں اور دوسری طرف معاشرتی نظام میں وہ مرد کو عورت پر ایک درجہ ترجیح دیتا ہے اور اس ترجیح کو نظامِ معاشرت میں توازن قائم رکھنے کے لئے ضروری قرار دیتا ہے کیونکہ خاندان کی کفالت کا بوجھ مرد اٹھاتا ہے....اور اپنی جسمانی طاقت وصلاحیت کے لحاظ سے وہی اس بوجھ کو اٹھانے کے لائق اور قابل بھی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس ذمہ داری کے زیادہ ہونے کی نسبت سے اس کا حق بھی زیادہ ہو۔اس امر کو قرآن کریم نے سورہ البقرہ (228:2) میں یوں واضح فرمایا:

"اور عورتوں کے لئے دستور کے مطابق اسی طرح حقوق ہیں جس طرح دستور کے مطابق ان پر ذمہ داریاں ہیں۔ہاں، مردوں کے لئے ان پر ایک درجہ ترجیح کا ہے۔"

اس ترجیح کی نوعیت اور اس کے وجوہ کو سورہ النساء (34:4) میں یوں واضح کیا

"مرد عورتوں کے سرپرست ہیں، بوجہ اس کے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے بوجہ اس کے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے۔"

چونکہ خاندان کی کفالت کا بوجھ اٹھانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے مرد ہی پر رکھی ہے اور اس بناء پر بیوی بچوں کے نان ونفقہ کا قانونی ذمہ دار بھی مرد ہی ہے (عورت نہیں ہے) اس لئے مرد ہی اس بات کا سزاوار ہے کہ اس کو خاندان کا سربراہ یعنی قوام بنایا جائے۔ "یہاں فضیلت بمعنی شرف، کرامت اور عزت نہیں، جیسا کہ عام اردو خواں آدمی اس کا مطلب لیتا ہے بلکہ یہاں یہ لفظ اس معنی میں ہے کہ ان میں سے ایک صنف (یعنی مرد) کو اللہ تعالیٰ نے طبعاً ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو دوسری صنف (عورت) کو نہیں دیں یا اس سے کم دی ہیں اور عورت فطرتاً ایسی بنائی گئی ہے کہ اسے خاندانی زندگی میں مرد کی حفاظت اور خبر گیری کے تحت رہنا چاہیے" (سید مودودی 2012 الف)....تاہم اشارتاً یہ عرض کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ مغرب میں مردوں نے عورتوں کے استحصال کی یہ صورت

SULEMANI.COM.PK

اس وقت اختیار کی تھی جب جنگ عظیم دوئم کے بعد عورت کو اپنا گھر چھوڑ کر اپنے بیمار، اپاہج خاوند/ باپ/ بیٹے کی کفالت کے لئے گھر سے باہر نکل کر کارخانوں میں کام کرنا پڑا تھا۔ اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے تندرست اور کام کے قابل مردوں نے بھی گھر سے باہر جا کر کارخانوں/ دفتروں میں کام کرنے کی ذمہ داری کا بوجھ اپنی عورتوں پر ڈال دیا اور یوں اب عورت اس دہرے بوجھ کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے اس "سزا" کو بھگت رہی ہے۔

2. وراثت میں نصف حصہ: خاندان کی کفالت کی ذمہ داری اگر اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے مرد کی ذمہ داری ہے تو پھر عقل و انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ اسے وراثت میں دوگنا حصہ دیا جائے جیسا کہ قرآن کریم نے سورہ النساء (11:4) میں واضح کیا۔ اسی طرح عام بشری فرائض میں بھی مغرب کے کامل مساوات کے نظریے کے بالکل خلاف، اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان فرق کیا ہے اور عورت کو ان ذمہ داریوں سے الگ رکھا ہے اور اگر ناگزیر حالات میں کوئی بوجھ اس پر ڈالا بھی ہے تو اس کے فطری صورت (نزاکت و لطافت نسوانی) کا ہر حال میں لحاظ کیا ہے۔

3. عورت کی گواہی: بعینہ یہی صورت حال، عورت کی گواہی کے بارے میں بھی ہے۔ سورہ البقرہ (282:2) میں فرمایا "اور اس پر اپنے لوگوں میں سے دو مردوں کو گواہ ٹھہرا لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں سہی۔ یہ گواہ تمہارے پسندیدہ لوگوں میں سے ہوں، دو عورتیں اس لئے کہ ایک بھول جائے گی تو دوسری یاد دلا دے گی"

یہاں ہم اس الہامی ہدایت کی ابدی صداقت کے صرف ایک پہلو کی جانب ہی اپنی پڑھی لکھی خواتین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ مغربی نظریہ کامل مساوات کے تحت اگر دو مردوں کی طرح دو عورتوں کو بھی گواہی کے لئے ذمہ دار ٹھہرایا جاتا تو موجودہ زمانے میں عدالتی کاروائیوں میں جس طرح تاخیر ہوتی ہے کہ مقدمات سالہا سال تک چلتے رہتے ہیں اور ہر مرتبہ صبح سے لے کر دوپہر تک عورتوں کو کچہریوں/ تھانوں میں جا کر گواہی دینا پڑتی تو یہ نرم و نازک اور طبعی طور پر کمزور مخلوقِ خدا اس بار کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی اور جس طریق پر

SULEMANI.COM.PK

ہماری کچہریوں میں پیشی پر آنے والوں کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا ہے، جہاں آرام سے بیٹھنے/ کھانے پینے کی سہولیات نہیں ہوتیں اور بے پناہ ہجوم ہوتا ہے، اس میں خواتین کو کیا کچھ تکالیف پیش آسکتی تھیں اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ نیز مجسٹریٹ کے سامنے، لوگوں کے ہجوم میں جس بے رحمانہ اور درشت انداز میں وکلاء گواہوں (مرد اور عورت دونوں) پر جرح کرتے ہیں، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ خواتین (جن کی ایک عظیم اکثریت ان پڑھ اور دیہاتوں سے تعلق رکھتی ہیں) کس انداز میں ان کا مقابلہ کرتیں۔ اور یوں وہ کس قسم کے جسمانی، نفسیاتی دباؤ اور پریشانیوں کا شکار ہوتیں، اس کا اندازہ کرنے کے لئے کسی شخص کو ایک مرتبہ کسی بھی کچہری میں جا کر بالمشافہ ایسے حالات کو دیکھنے سے ہی ہو سکتا ہے.... یہی وجہ ہے کہ اسلام، معاشرت اور تمدن کی دوسری تمام ضرورتوں اور اہم خدمات کے لئے عورتوں کو اس قسم کے جھمیلوں سے الگ رکھنا چاہتا ہے کہ اس میں ان کے لئے عافیت اور چین ہے!

یہی بنیادی اصول نمازوں میں عورت کی امامت کا بھی ہے کہ کوئی عورت مردوں کی جماعت کی امامت نہیں کرا سکتی.... اس کی وجہ عورت کی کمزوری یا مرد کی فضیلت نہیں ہے۔ یہ سرتا سر اسلام کے اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ عورت کی فطری وصنفی خصوصیات اور مرد کے جنسی میلانات کی وجہ سے عورت کی امامت میں یہ کھلا ہوا اندیشہ ہے کہ نماز کا وہ اخلاقی اور روحانی مقصد ہی فوت ہو جائے جس کے لئے نماز فرض کی گئی ہے۔ اس وجہ سے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔ البتہ سنن ابوداؤد میں روایت کے مطابق حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ، جو قرآن کی عالمہ تھیں، نے آپ ﷺ سے اس بات کی اجازت مانگی کہ ان کو نماز اور تعلیم قرآن کے لئے اپنے گھر میں عورتوں کو جمع کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اس بات کی اجازت دے دی۔ چنانچہ محلہ کی عورتیں ان کے ہاں جمع ہوتیں اور وہ ان کی امامت کرتیں تاہم عورتوں کو اپنی جماعت میں عورتوں کی صف کے درمیان ہی کھڑا ہونا چاہیے، مردوں کی طرح سب سے آگے نہیں!

SULEMANI.COM.PK

طبقہ خواتین کے لئے چند قابل ذکر بشارتیں: درج بالا تمام تر گذارشات کی روشنی میں طبقہ اناث کے حقوق اور اختیارات کے بارے میں بہت زیادہ تشویش کا اظہار کرنے والے اپنے عزیز بھائیوں اور بہنوں سے ہم یہ درخواست کریں گے کہ وہ اپنی سوچ اور فکر میں یک رخے پن سے گریز کریں۔اس لئے کہ حدیث کے عظیم الشان ذخیرہ علم میں اس قسم کی احادیث پر، مستشرقین/ملحدین/مشرکین نے اپنے مخصوص مذموم مقاصد کے لئے جو اعتراضات کیے ہیں، ان پر مثبت انداز میں سوچنے کی عادت ڈالیں۔ نیز اس عظیم ورثے میں ایک نہیں بلکہ متعدد احادیث ایسی بھی ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے طبقہ اناث کے لئے بہترین بھلائیوں کی بشارتیں بھی دی ہیں مثلاً عائلی زندگی میں پیش آنے والے واقعات جس میں کسی عورت کا خاوند مر جاتا ہے اور وہ باوجود شکل وصورت، عمر اور جوانی کے لحاظ سے شادی کرنے کے نہ صرف قابل ہو بلکہ قادر بھی، لیکن اگر وہ اپنے یتیم بچوں کی پرورش ونگہداشت کی خاطر، اپنی تمام جوانی اس کام میں لگا دے، ایسی عورت کے لئے آپ ﷺ نے جو خوشخبری دی ہے، اس کا ذیل کی حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ "امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَانُوا أَوْ مَاتُوا"

(سنن ابی داود: 5149)

"حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور ایک میلے کچیلے چہرہ والی عورت قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح پاس پاس ہوں گے (اسے بیان کرتے وقت اپنی شہادۃ اور بیچ کی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کیا) فرمایا وہ ایک ایسی عورت ہے کہ اس کا خاوند انتقال

SULEMANI.COM.PK

کر گیا حالت اور صورت میں اچھی خاصی ہوتے ہوئے اس نے کسی اور سے شادی نہ کی اور صرف اپنے یتیم بچوں کو پالنے میں لگی رہی یہاں تک کہ وہ اس سے الگ ہونے کے قابل ہوگئے یا قضاء الٰہی سے مر گئے۔"

اسی طرح کی مزید دو احادیث جو لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال سے متعلق ہیں اور جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبقہ اناث کو خوشخبری دی ہے، ذیل میں درج ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ" وَضَمَّ أَصَابِعَهُ . (صحیح مسلم 2631)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو لڑکیوں کی دیکھ بھال اور پرورش کی تو قیامت کے دن وہ شخص اور میں اس قدر پاس پاس ہوں گے جس قدر یہ دو انگلیاں ہیں اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیاں پہلی اور بیچ کی اٹھا کر دکھائیں۔"

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا - قَالَ يَعْنِي الذُّكُورَ - أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ" وَلَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ يَعْنِي الذُّكُورَ (سنن أبي داود 5146)

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس کوئی لڑکی ہو اور وہ اس کو نہ تو زندہ دفن کرے اور نہ اس کو برے حال میں پڑا رہنے دے اور نہ اپنے بیٹوں کو اس پر بڑھا چڑھا کر رکھے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔''

موخر الذکر حدیث، عرب معاشرے میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی قبیح رسم کے

بارے میں ہے۔ تاہم جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اشارہ کیا گیا کہ ہمارے موجودہ معاشرے میں لڑکیوں کونظر انداز کرنے نیز لڑکوں کو ان پر ترجیح دینے کا رجحان یک عام سی بات ہے (برسبیل تذکرہ، جس پر ہماری NGO's اور اس میں شمولیت کرنے والی روشن خیال اور تعلیم یافتہ بہنوں نے کبھی کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں کی۔ بلکہ خود ان کا ذاتی رویہ اور عمل بھی اس قسم کے طرز عمل پر مبنی ہوتا ہے)۔ عرب کے جاہلی معاشرے میں تو لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا جاتا تھا لیکن موجودہ زمانے میں مسلمان معاشرہ/گھر میں تو عورتوں (لڑکی، بہن، بیوی) کو مختلف طریقوں سے جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی اذیتوں کے ذریعے دن میں کئی بار قتل کیا جاتا ہے۔(Tahmina Durrani, 1991)

جہیز کے حصول کے لئے دیر سے شادی کرنا، وراثت کے حق کی نفی کرنا، کاروکاری، قرآن سے شادی، مختلف حیلوں بہانوں سے بیوی کو تنگ کرنا اور طلاق سے انکار لیکن مسلسل ظلم روا رکھنا، چند ایسے مظالم ہیں جن کے بارے میں ہمارا روشن خیال طبقہ نہ صرف خاموش رہتا ہے بلکہ وہ خود اس قسم کی قبیح رسم ورواج کو پروان چڑھانے والوں میں شامل ہوتا ہے۔ یہاں ہم اپنی روشن خیال بہنوں/ بیٹیوں کی توجہ اس امر کی جانب بھی مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ یہ وہ رسم و رواج اور طریقے ہیں جن کی یورپ کے ان حالات وواقعات سے بہت زیادہ مشابہت ہے جو وکٹورین عہد میں عورت کے ساتھ روا رکھے گئے تھے (Asma Aftab, 2000) اور عیسائی پوپ/ راہبوں نے کبھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کی تھی۔ یاد رہے کہ ہمارے دینی راہ نما اور پیر فقیر بھی آج اسی جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ انہوں نے بھی ایسے معاشرتی مسائل پر عورتوں کے حقوق کے بارے میں کبھی زبان تک نہیں کھولی! تاہم ایسے تمام لوگ، جس رسول عربی ﷺ کا نام لے کر دنیا کی عیش وعشرت کا سامان مہیا کرتے ہیں، انہیں نبی کریم ﷺ کی درج ذیل دو احادیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ۔ صلى الله عليه وسلم ۔ قَالَ ”أَلاَ

أَدُلُّكُمْ عَلَى أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْنَتُكَ مَرْدُودَةً إِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ.'' (ابن ماجہ 3667)

''حضرت سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھیں افضل صدقہ نہ بتاؤں۔ تیری ایک بیٹی جو طلاق ہونے کی وجہ سے یا بیوہ ہونے کی وجہ سے تیرے پاس واپس لوٹائی گئی ہے اور جس کا سوائے تیرے اور کوئی کمانے والا نہ ہو۔ (اس کو دینا سب سے افضل صدقہ ہے)۔''

ایک دوسری حدیث میں روایت ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ . قَالَ "اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا." فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ "مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلاَثَةً إِلاَّ كَانُوا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ'' فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ'' (مسلم 2633)

''حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیہ حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی باتیں مردوں نے خوب حاصل کر لیں (اور ہم محروم رہی جا رہی ہیں) لہٰذا اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لیے مقرر فرما دیں۔ جس میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان معلومات میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں ہم کو بتا دیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اچھا) فلاں فلاں دن تم فلاں فلاں جگہ جمع ہو جانا۔ چنانچہ مقررہ دن اور جگہ پر صحابی عورتیں جمع

ہوگئیں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کے دیئے ہوئے علوم میں سے بہت کچھ بتایا پھر فرمایا کہ تم میں جو عورت اپنی زندگی میں تین بچے پہلے سے آخرت میں بھیج دے گی (یعنی تین بچوں کی موت پر صبر کرلے گی) تو یہ بچوں کا پہلے سے چلا جانا اس عورت کے لئے دوزخ سے آڑ بن جائے گا۔ان میں سے ایک عورت نے سوال کیا یا رسول اللہ! اگر دو ہی بچوں کو آگے بھیجا ہو؟ یعنی کسی عورت کے دو ہی بچے فوت ہوئے اور انہی پر صبر کرنے کا موقع ملا تیسرے کی موت کی نوبت ہی نہ آئی تو کیا دو بچوں پر صبر کرنے کا بھی یہی مرتبہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ اس نے یہی سوال پھر دہرادیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے۔"

ان ہر دو احادیث کو پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی اس امر کا قائل نہیں ہوتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طبقہ نسواں کو کتنی بڑی خوشخبریوں کی نوید سنائی ہے تو پھر

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

حدیث نمبر ⑤:

Abu Saeed Khudri reported that Allah's Messenger said, "the world is sweet and green (alluring) and verily Allah is going to install you as Vicegerent in order to see how you act. So avoid the allurement of women, verily the first trial for the people of Israil was caused by women" (Sahih Muslim vol 4:1431)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ

تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ". وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بَشَّارٍ "لِيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ". (صحیح مسلم 2742)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک دنیا شیریں اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس میں اپنا نائب بنایا ہے تاکہ دیکھے تم کیسے اعمال کرتے ہو، پس عورتوں کے فتنے سے بچو کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔ اور ابن بشارؒ کی روایت میں ہے" تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"

درج بالا حدیث کے دو حصے ہیں:

اولاً.... دنیا کی سرسبزی یعنی دل خوش کن مناظر اور اس میں انسان کا تقرر بطور خلیفۃ اللہ/ نائب۔

ثانیاً.... حب شہوت النساء سے احتراز کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا امتحان عورتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔

حدیث کے پہلے حصے کے بارے میں تو شاید کسی کو بھی کوئی اشتباہ نہیں ہوسکتا بالخصوص اس طبقے کو جسے دنیا میں مال و دولت کا بہت وافر حصہ ملا ہے، وہ تو اس کا مستند ترین شاہد ہے (اور اتفاقاً اسی طبقے کی خواتین و حضرات کو احادیث کی صحت یا ان کے معنی و مفہوم کے بارے میں زیادہ اشکالات بھی ہوتے ہیں) تاہم دوسرا حصہ جس کا تعلق بنی اسرائیل کی تاریخ سے ہے اور اس سے استشہاد کرتے ہوئے، طبقہ اناث کو ان حرکات و سکنات سے منع کیا گیا ہے جو من جملہ بنی اسرائیل کے بحیثیت امت معزولی کا سبب بنے!

ان صفحات میں اتنی گنجائش نہیں کہ یہاں بنی اسرائیل کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے ہم اس میں اسرائیلی خواتین کے کردار کا تفصیلی جائزہ لیں تاہم بنی اسرائیل کے حب مال و جاہ کے جذبے کی پشت پر بہر حال ان عورتوں کا ضرور ہاتھ ہوگا جس کی بناء پر ان کے ہاں

SULEMANI.COM.PK

قارون جیسا مالدار/ سرمایہ دار شخص پیدا ہوا جس نے قوم موسیٰ علیہ السلام کو بدراہ کیا....اس سے بھی بہت پیچھے حضرت یوسفؑ کے ضمن میں زلیخا نامی عورت کا کردار نیز دیگر امرائے دربار کی خواتین کا کردار، اس حدیث کی صحت اور صداقت کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔ سید مودودیؒ (1999ب) نے اس ضمن میں چند نہایت دلچسپ معلومات درج کی ہیں جن کا بہت مختصر ذکر ہم یہاں درج ذیل صفحات میں کر رہے ہیں۔

- "تلمود میں اس عورت کا نام زلیخا (Zelicha) لکھا ہے اور یہاں سے یہ نام مسلمانوں کی روایات میں مشہور ہوا مگر یہ جو ہمارے ہاں عام شہرت ہے کہ بعد میں اس عورت سے حضرت یوسفؑ کا نکاح ہوا، اس کی کوئی اصل نہیں، نہ قرآن میں اور نہ اسرائیل کی تاریخ میں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک نبی کے مرتبے سے یہ بات بہت فروتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جس کی بدچلنی کا اس کو ذاتی تجربہ ہو چکا ہو۔"
- قرآن کریم میں سورہ یوسف (12:23-29) میں اس واقعے کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے "جس عورت کے گھر میں وہ تھا، وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگی اور ایک روز دروازے بند کر کے بولی "آ جا"...."یوسف نے کہا" خدا کی پناہ، میرے رب نے تو مجھے اچھی منزلت بخشی (اور میں یہ کام کروں!)۔ ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پایا کرتے۔" وہ اس کی طرف بڑھی اور یوسف بھی اس کی طرف بڑھا. اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا۔ ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیں۔ درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ آخر کار یوسفؑ اور وہ آگے اور پیچھے دروازے کی طرف بھاگے اور اس نے پیچھے سے یوسفؑ کا قمیص (کھینچ کر) پھاڑ دیا۔ دروازے پر دونوں نے اس کے شوہر کو موجود پایا۔ اسے دیکھتے ہی عورت کہنے لگی "کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیری گھر والی پر نیت خراب کرے؟" یوسفؑ نے کہا "یہی مجھے پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی۔" اس عورت کے کنبے والوں میں سے

SULEMANI.COM.PK

ایک شخص نے (قرینے) کی شہادت پیش کی کہ "اگر یوسفؑ کا قمیص آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اور اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچا۔" جب شوہر نے دیکھا کہ یوسفؑ کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اس نے کہا "یہ تم عورتوں کی چالاکیاں ہیں، واقعی بڑی غضب کی ہوتی ہیں تمہاری چالیں۔ یوسفؑ، اس معاملے سے درگزر کر اور اے عورت، تو اپنے قصور کی معافی مانگ، تو ہی دراصل خطا کار تھی"

- ....درج بالا اصل واقعے کا تذکرہ بائبل اور تلمود کی روایات میں جس بھونڈے طریقے سے آیا ہے جس پر تبصرہ کرتے ہوئے سید مودودیؒ نے لکھا کہ "یہ ایک نمایاں ترین مثال ہے۔ قرآن اور اسرائیلی روایات کے فرق کی جس سے مستشرقین کے اس الزام کی لغویت صاف واضح ہو جاتی ہے کہ محمد ﷺ نے یہ قصے بنی اسرائیل سے نقل کیے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ قرآن نے تو ان کی اصلاح کی ہے اور اصل واقعات دنیا کو بتائے ہیں!"

مزید لکھا کہ "جب شہر کی عورتوں میں اس امر کا چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی ہوئی ہے، محبت نے اسے بے قابو کر رکھا ہے....اس نے ان کے لئے تکیہ دار مجلس آراستہ کی اور ضیافت میں ہر ایک کے آگے ایک ایک چھری رکھ دی....ان عورتوں نے پھل کاٹتے ہوئے جب اچانک یوسفؑ کو دیکھا تو وہ دنگ رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ اور بے ساختہ پکار اٹھیں کہ "حاشاللہ، یہ شخص انسان نہیں فرشتہ ہے....عزیز کی بیوی نے کہا "دیکھ لیا! یہ ہے وہ شخص جس کے معاملے میں تم مجھ پر باتیں بناتی تھیں۔ بے شک میں نے اسے رجھانے کی کوشش کی تھی مگر یہ بچ نکلا۔ اگر یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو قید کیا جائے گا اور بہت ذلیل و خوار ہوگا۔"

- اس واقعے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مصر کے اونچے طبقوں کی اخلاقی حالت کیا تھی؟ ظاہر ہے کہ عزیز کی بیوی نے جن عورتوں کو بلایا ہوگا وہ امراء اور

SULEMANI.COM.PK

روساءاور بڑے عہدیداروں کے گھر کی بیگمات ہی ہوں گی جنہیں دکھا کر انہیں وہ قائل کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ ایسے جوانِ رعنا پر میں مر نہ مٹتی تو آخر کیا کرتی!....اور پھر ان بڑے گھروں کی خواتین نے بھی اپنے عمل سے گویا اس امر کی تصدیق کی کہ اسے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا....پھر اس بھری مجلس میں میزبان کو اعلانیہ اپنے اس عزم کا اظہار کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوئی کہ اگر اس کا خوبصورت غلام اس کی خواہش نفس کا کھلونا بننے پر راضی نہ ہوا تو پھر وہ اسے جیل بھجوا دے گی۔

- یوسفؑ نے اس موقعہ پر اللہ سے دعا کی کہ اس فتنے سے اسے بچائے۔ تاہم تمام ملک میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ مصر کے امراء اپنی عورتوں کو قابو میں رکھنے کی بجائے اس بے گناہ کو جیل میں بھیج دینا زیادہ آسان پاتے تھے۔
- قید سے رہائی کے موقع پر یوسفؑ نے بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بات کی تحقیق کرے کہ مجھے جیل بھیجنے میں اصل قصور سلطنت کے ان کارپردازوں کا تھا جنہوں نے اپنی بیگمات کی بداطواری کا خمیازہ میری پاکدامنی پر ڈالا۔

قرآن کریم کی اس شہادت کے بعد بھی اگر کسی شخص کے دل میں مصر کے اونچے طبقے کی خواتین کے بارے میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جس واقعے/کردار کی مذمت کی گئی ہے اور اس کی وجہ سے موجودہ زمانے کے اونچے درجے کی خواتین پر کوئی حرف آتا ہے تو پھر اس سوچ اور فکر پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے....تاہم اگر ہمیں اس ضمن میں مزید کچھ کہنے کی اجازت ہو اور اس بناء پر کسی کے مزاج برہم نہ ہوں تو ہم ایسے تمام مرد و خواتین کو تہمینہ درانی کی کتاب "مینڈا سائیں My Feudal Lord,1991) پڑھنے کا مشورہ دیں گے جس میں موجودہ زمانے کے ایک ایسے کردار کی شہادت اس خاتون نے خود دی ہے جو اس طرح ایک "جاگیردار/وڈیرے" کا نشانہ ستم بنی اور جس نے خواتین مصر کی طرح راتوں میں جنگلوں میں شکار پارٹیوں میں طبقہ امراء کی خواتین کے ساتھ بیٹھ کر دادِ عیش

SULEMANI.COM.PK

وعشرت کے سچے واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ امر ایک المیہ سے کم نہیں کہ اس طرح کے لوگ جب احادیث پر زبان طعن دراز کرتے ہیں تو وہ ہر قسم کی اخلاقی حدود کو پامال کر دیتے ہیں۔ کیا ہم انہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندِ قبا دیکھ

تاریخ انسانی سے اس قسم کے بے شمار واقعات نقل کیے جاسکتے ہیں [1] جہاں عورت کی وجہ سے بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں اور جن کی وجہ سے لاتعداد انسانوں کا خونِ ناحق ہوا۔ تاہم ان کی وجہ سے طبقہ اناث کو بحیثیت مجموعی موردِ الزام ٹھہرانا شاید مناسب نہ ہو کہ اس طبقے میں تو وہ خواتین بھی شامل ہیں جن کی تعریف خود قرآن نے کی ہے۔ نیز اس طبقے میں تو امہات المومنینؓ اور دیگر صحابیاتؓ کے علاوہ امت مسلمہ کی وہ عظیم خواتین بھی شامل ہیں جنہوں نے دورِ اول سے لے کر آج تک امت مسلمہ کو راہ راست سے بھٹکنے نہیں دیا!

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اسوہ کامل بتولؓ!

گذشتہ صفحات (حدیث نمبر 4) کے ضمن میں ہم نے اپنے روشن خیال طبقے کی خواتین و حضرات کی توجہ احادیث کے ایجابی پہلوؤں کی جانب مبذول کراتے ہوئے درد مندانہ گذارش کرتے ہوئے، چند ایسی احادیث کا حوالہ دیا تھا۔ جن میں اللہ کے

---

[1] اس جگہ کسی کو اس امر کا خیال نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اس قسم کے واقعات سے کسی قسم کا ذہنی حظ یا کسی طبقے کی تضحیک کرنا چاہتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے اپنے جسم کے رستے ہوئے زخموں پر مرہم پٹی کرنے کا مرحلہ بہت اذیت ناک مرحلے سے کم نہیں ہوتا۔ اس قسم کے آپریشن (تنقید) کے دوران ایک حساس شخص کو جس قسم کے ذہنی کرب سے گذرنا پڑتا ہے، وہ اس کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے تاہم ایک سرجن کو اپنے مریض کی صحت و تندرستی اور زندگی کے قیام کے لئے اس غیر معمولی مرحلے سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

تا تو بیدار شوی، نالہ کشیدم ورنہ
عشق کاریست کہ بے آہ و فغاں نیز کنند!

SULEMANI.COM.PK

رسول ﷺ نے صالحہ عورت کو دنیا کی بہترین نعمت قرار دیا ہے اور جسے دنیا میں پسندیدہ ترین اشیاء کے زمرے میں اول حیثیت پر رکھا ہے! اور یہ سوال کیا تھا کہ آخر حدیث کے اس عظیم الشان ذخیرے سے وہ کیوں ان چند احادیث سے منفی معنوں اور مفہوم کو اخذ کرتے ہیں؟ اس ضمن میں چند مزید احادیث کی جانب ان کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔

"إن الدُّنْيَا كُلّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ"

(سنن النسائی 3232)

"دنیا ایک نفع کا سامان ہے لیکن دنیا کا بہترین سامان نیک وصالح بیوی ہے۔"

(حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ".) (نسائی:3939)

"تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے مجھے بیویاں اور خوشبو پسندیدہ ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔"

حدیث نمبر ⑨:

A man came in with his daughter and said, "this daughter refuses to get merried" the Prophet said, "obey your father" She said, "By the name of Him Who sent you in truth, I will not marry until you inform me what the right of husband is over his wife" He said, "if it were permitted for one human being to bow down (Sajda) to another, I would have ordered the woman to bow down to her husband when he enter into her, because of God's grace on her". (The daughter) answered, "By the name of Him Who sent you with truth I would never marry(no reference of Hadith).

(بحوالہ صدیق حسن خان از حسن الاسوہ، ص 281)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنَةٍ لَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ ابْنَتِي قَدْ أَبَتْ أَنْ تَزَوَّجَ. فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطِيعِي أَبَاكِ» فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ حَتَّى تُخْبِرَنِي مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ؟ قَالَ: " حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ: أَنْ لَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ.

(المستدرک:2767، ص:205، ج2)[التعليق - من تلخيص الذهبی]2767) [1]

ایک آدمی اپنی بیٹی کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ''اے اللہ کے رسول یہ میری بیٹی ہے جو شادی کرنے سے انکار کرتی ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے باپ کا کہا مانو''۔ اس لڑکی نے کہا ''اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں ہرگز شادی نہیں کروں گی جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے یہ نہ بتائیں کہ ایک عورت پر اس کے خاوند کے کیا حقوق ہیں؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''شوہر کا اپنی بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ اس کے زخموں کو چاٹ کر صاف کرے، پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا''

حاکم نے المستدرک میں اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے بھی روایت کیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا فُلَانَةُ بِنْتُ فُلَانٍ، قَالَ: «قَدْ عَرَفْتُكِ فَمَا حَاجَتُكِ؟» قَالَتْ: حَاجَتِي إِلَى ابْنِ عَمِّي فُلَانٍ الْعَابِدِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ

---

[1] یہ اور درج ذیل (تینوں احادیث) ہم نے المستدرک علی الصحیحین از حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ، ایڈیشن 2، 2002۔ بیروت دار الکتب سے نقل کی ہیں کہ صدیق حسن خان صاحب کی کتاب دستیاب نہیں ہو سکی!

SULEMANI.COM.PK

عَرَفْتُهُ» قَالَتْ: يَخْطُبُنِي، فَأَخْبِرْنِي مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ فَإِنْ كَانَ شَيْئًا أُطِيقُهُ، تَزَوَّجْتُهُ، وَإِنْ لَمْ أُطِقْ لَا أَتَزَوَّجُ، قَالَ: "مِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ: أَنْ لَوْ سَالَتْ مَنْخِرَاهُ دَمًا وَقَيْحًا، وَصَدِيدًا فَلَحَسَتْهُ بِلِسَانِهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ، لَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا، لِمَا فَضَّلَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا" قَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ مَا بَقِيتُ فِي الدُّنْيَا « هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»
([التعليق - من تلخيص الذهبي] 2768 - بل منكر وسليمان واه والقاسم صدوق تكلم فيه)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت، رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میں فلاں اور فلاں کی بیٹی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں جانتا ہوں، تمہارا کیا مسئلہ ہے؟" اس نے کہا کہ میں اپنے رشتے کے بھائی فلاں اور فلاں سے شادی کے بارے میں مشورہ کرنے آئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں اسے بھی جانتا ہوں" اس لڑکی نے کہا کہ اس نے مجھ سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ پس آپ ﷺ ازرہ مہربانی مجھے بتائیں کہ ایک بیوی پر اس کے شوہر کے کیا حقوق ہیں۔ اگر مجھے ان حقوق کو پورا کرنے کی استطاعت ہوئی تو میں شادی کروں گی وگرنہ میں کبھی بھی شادی نہ کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایک عورت پر اس کے خاوند کے حقوق میں یہ شامل ہے کہ اگر خاوند کے زخموں سے خون اور پیپ بہہ رہی ہوئی ہو اور وہ اسے اپنی زبان سے چاٹ کر صاف کرے، تب بھی خاوند کے حقوق کماحقہ ادا نہیں ہوتے۔ اور اگر کسی فرد کو کسی آدمی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے

خاوند کو سجدہ کرے.... یہ امر اس ترجیح کی بناء پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاوند کو دی ہے"..... یہ سننے کے بعد وہ بولی کہ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میں زندگی بھر کبھی شادی نہ کروں گی!"

حاکم نے یہی حدیث ایک دوسرے انداز میں بھی روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا فُلَانَةُ بِنْتُ فُلَانٍ، قَالَ: «قَدْ عَرَفْتُكِ، فَمَا حَاجَتُكِ؟» قَالَتْ: حَاجَتِي أَنَّ ابْنَ عَمِّي فُلَانًا الْعَابِدَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ عَرَفْتُهُ» قَالَتْ: يَخْطُبُنِي فَأَخْبِرْنِي مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ فَإِنْ كَانَ شَيْءٌ أُطِيقُهُ تَزَوَّجْتُهُ وَإِنْ لَمْ أُطِقْهُ لَا أَتَزَوَّجُ، قَالَ: «مِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ إِنْ سَالَ دَمًا وَقَيْحًا وَصَدِيدًا فَلَحَسَتْهُ بِلِسَانِهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهُ، وَلَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الزَّوْجَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا لِمَا فَضَّلَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهَا» قَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ مَا بَقِيتُ فِي الدُّنْيَا «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ» [التعليق - من تلخيص الذهبي] 7324 یاد رہے کہ موخر الذکر دو احادیث کی روایت میں بہت معمولی سا فرق ہے۔

درج بالا حدیث کا کوئی حوالہ محترمہ رفعت حسن صاحبہ نے نہیں دیا۔سوائے نواب صدیق حسن خان کی کتاب حسن الاسوہ کے۔تاہم ہم نے درج بالا احادیث ابوسعید خدریؓ (محترمہ کے انگریزی ترجمہ کے ضمن میں تلاش کیا ہے) اس میں اگرچہ ایک باپ کا اپنی لڑکی کو لانے کا ذکر ہے جو شادی کرنے سے انکاری تھی تاہم اس میں "خاوند کو سجدہ" کرنے

کا ذکر نہیں۔ بلکہ ''زخموں کو چاٹنے'' کا ذکر ہے۔ جبکہ مؤخر الذکر دو احادیث (نمبر 2768 اور 7324) میں باپ کا کوئی ذکر نہیں بلکہ تمام تر گفتگو لڑکی اور اللہ کے رسول ﷺ کے مابین ہوئی۔ نیز اس میں زخموں کی پیپ اور خون کو چاٹنے کے علاوہ سجدہ کرنے کا ذکر بھی ہے۔ زیر بحث ترجمہ انگریزی حدیث اور مستدرک حاکم کی مذکورہ بالا احادیث کے تقابلی مطالعے سے درج ذیل امور با آسانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

☆انگریزی ترجمے میں راویان کے نام درج نہیں۔

☆متن حدیث میں بھی بہت نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔انگریزی ترجمے میں باپ کا ذکر ہے جو اپنی بیٹی کو لے کر آیا۔ جب کہ مؤخر الذکر دو احادیث عربی متن میں اس کا ذکر نہیں۔ مزید یہ تمام تر گفتگو اس لڑکی کی زبان سے ہوئی ہے جس میں اس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا تعارف کرانے کے بعد یہ بتایا کہ وہ اپنے فلاں فلاں چچا زاد بھائی سے شادی کرنے کی خواہش مند ہے اور مزید سوال کیا ''کہ شادی کی صورت میں اس پر خاوند کے کون کون سے حقوق واجب ہوں گے؟'' کیونکہ اگر میں وہ حقوق پورا کرنے کے قابل ہوئی تو پھر میں شادی کروں گی و گرنہ نہیں۔

☆ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ایک بیوی پر اس کے خاوند کا یہ حق ہے کہ اگر ایک خاوند کے جسم کے زخموں سے خون اور پیپ بہہ رہی ہو تو وہ اسے چاٹ کر صاف کرے'' نیز

☆اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ''اگر کسی بشر کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں (خلوتِ صحیحہ ہونے کے بعد) بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ان حقوق وفضائل کی بناء پر جو خاوند کو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔''

☆ اس بات کو سن کر اس لڑکی نے کہا کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں زندگی بھر کسی سے شادی نہیں کروں گی۔''

اس حدیث سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دورِ رسالت مآب ﷺ میں لڑکیوں کو اپنی

شادی کے بارے میں کس قدر اجازت تھی کہ وہ براہ راست اللہ کے رسول ﷺ سے بات بھی کر لیتی تھیں۔ نیز اس امر کی بھی اجازت تھی کہ وہ شرائط پوی نہ کرنے کی بناء پر انکار کر دیں (کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے انکار کرنے پر اسے کچھ نہیں کہا)۔ جہاں تک اس حصے کا تعلق ہے تو اس میں بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جس پر تحریک نسواں کے حامیوں کوئی اعتراض ہو۔اب بات رہ جاتی ہے ان دو امور کی جن پر جدید ذہن کی خواتین کو اعتراض ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ

☆ خاوند کی اس حد تک تابعداری کہ وہ زخموں سے بہنے والے خون اور پیپ کو اپنی زبان سے چاٹ کر صاف کرے نیز اگر اللہ کے بعد کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو پھر خاوند کو سجدہ کرنے کا کہا جاتا!

اول الذکر امر میں بادی النظر کراہت کا پہلو نظر آتا ہے تاہم یہ ایک پیرایہ اظہار ہے جس سے نہ صرف جاہلی عرب کے دور کی عورتوں کو بلکہ قیامت تک آنے والی بیویوں کو خاوند کے حقوق کا احساس دلایا گیا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اسلام میں خون اور پیپ دونوں حرام اشیاء ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ اللہ کا رسول ﷺ کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہر دو اشیاء حلال ہیں نیز غیر اللہ کو سجدہ کرنا بھی اسلام میں حرام ہے....ہمیں تو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں ہمارے دور کی خواتین کے لئے بالخصوص ایک سبق پنہاں ہے کہ اس دور میں خاوند کی ناشکری کی مثالیں گھر گھر عام ہیں اور مغربی عورت کی ریس میں ان کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر کے عائلی زندگی کو اجیرن بھی کر دیا گیا ہے۔ جبکہ مغربی عورت اپنی نیز بچوں کی روٹی کمانے کے لئے نوکری بھی کرتی ہے اور شام کو تھکی ہاری گھر آ کر تمام گھریلو امور از قسم کھانا پکانا/ صفائی/ کپڑے دھونا بھی کرتی ہے۔ اس دوہرے بوجھ نے وہاں عورت کی زندگی کو اس قدر مشکل بنا دیا ہے کہ ہمارے ملک کے خوشحال طبقے کی خواتین تو شاید اس کا عشر عشیر کام بھی نہ کر سکیں۔

ہم اس جگہ ایک بار، دوبارہ (بلکہ سہ بارہ) یہ کہنا چاہیں گے کہ اس قسم کی احادیث

کے منفی معنی لے کر بندگان خدا کو اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے دور کرنا کوئی دانش مندانہ فعل نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے قلم اور علم کو بندگانِ خدا بالخصوص عورت ذات کی اصلاح اور بہتری کے لئے استعمال کیا جائے تاکہ آج کی پسماندہ عورت اپنے حقوق کو جان کران کے حصول کے لئے کوشاں ہو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے!

حدیث نمبر ۷:

> The wife of Sufwan bin Muattal went to the Prophet when we were with him and said, "O' Messenger of God, my husband beats me when I perform my devotions and makes me to eat when I fast". (The Prophet) asked Sufwan about what she had said and he replied, O' Messenger of God she fasts and I am young man and have no patience". Then the Messenger of God said" from now on let a woman not fast except by permission of her husband. (Ibn-e-Hambal)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ زَوْجِي صَفْوَانَ بْنَ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ وَيُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ وَلاَ يُصَلِّي صَلاَةَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ . قَالَ فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا. قَالَ فَقَالَ "لَوْ كَانَتْ سُورَةً وَاحِدَةً لَكَفَتِ النَّاسَ" وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِي فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ فَتَصُومُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلاَ أَصْبِرُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَئِذٍ "لاَ تَصُومُ امْرَأَةٌ إِلاَّ بِإِذْنِ زَوْجِهَا". وَأَمَّا قَوْلُهَا إِنِّي لاَ

أُصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لاَ نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ . قَالَ "فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ فَصَلِّ" (سنن ابی داؤد 2459)

"حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت صفوان بن معطل کی بیوی، حضور ﷺ کے پاس آئیں اور ہم بھی وہیں موجود تھے۔ اس نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ بے شک میرا شوہر صفوان بن المعطل جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مارتا ہے، جب روزہ رکھتی ہوں تو (روزہ) تڑوا دیتا ہے اور صبح کی نماز ادا نہیں کرتا یہاں تک کہ سورج طلوع کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ صفوانؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ آپ ﷺ نے صفوانؓ سے پوچھا جو اس کی بیوی نے شکایت کی تھی۔ صفوانؓ نے کہا کہ اس کا یہ کہنا کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مارتا ہے۔ یہ دو سورتیں پڑھتی ہے جس سے میں اس کو منع کرتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر ایک سورت ہو تو سب لوگوں کو کفایت کرے گا۔ اور جہاں تک میری بیوی کا یہ کہنا کہ جب وہ روزہ رکھتی ہے تو میں اسے روزہ افطار کرا دیتا ہوں پس بے شک میں ایک جوان مرد ہوں، پس میں صبر نہیں کر سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔" (صفوان نے مزید کہا) کہ جہاں تک اس کا یہ کہنا کہ میں فجر کی نماز سورج نکلنے پر ادا کرتا ہوں۔ تو اصل بات یہ ہے کہ میں ایک ایسے قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں جو صبح سویرے یعنی طلوع آفتاب سے قبل نہیں جاگ سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بھی تم جاگو، اسی وقت نماز ادا کر لیا کرو'۔

اس حدیث میں ایک خاتونِ خانہ کی شکایت ہے کہ طویل نماز پڑھنے اور نفلی روزہ رکھنے پر اس کا شوہر اسے مارتا تھا اور روزہ توڑنے پر مجبور کرتا تھا، جب رسول اللہ ﷺ

نے استفسار فرمایا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک نوجوان ہے اور اپنے جنسی جذبات کی تسکین و تکمیل میں اپنی بیوی کی نفلی عبادت کو حائل پاتا ہے، جس پر وہ اسے زجر و توبیخ کرتا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ نفلی عبادات، خاوند کی اجازت کے بغیر ادا نہ کریں.... بادی النظر میں موجودہ دور کی خواتین کو اس امر پر تعجب (اور شاید کسی حد تک غصہ بھی آئے)۔ تاہم درج ذیل گذارشات کی روشنی میں ان کی اس کیفیت کے رفع ہونے کی قوی توقع کی جاسکتی ہے۔

یہ مناسب ہے کہ ہم اپنے قارئین کی توجہ مصنفہ کے انگریزی ترجمہ کی جانب مبذول کرائیں کہ وہ اس کا تقابلی مطالعہ حدیث کے اصل عربی متن سے کریں جو مسند احمد بن حنبل میں روایت کردہ ہے۔ آسانی کی خاطر ہم نے اس کا اردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ محترمہ مقالہ نگار نے اپنے مقالہ کے انگریزی ترجمہ میں اصل عربی حدیث کا ایک ''اہم حصہ شامل نہیں کیا'' (جس سے اس صحابیہؓ کی شکایت کے پس منظر کا پتہ چلتا ہے)۔ ہم یہاں انہیں جان بوجھ کر کوئی الزام دینے سے اجتناب کرتے ہیں کہ شاید یہ سہواً ہو گیا ہو۔ تاہم حدیث کے متن کے ''ادھورے ترجمے'' سے اصل عربی حدیث کے مفہوم و معنی میں ایک بڑا تغیر آ گیا ہے۔ یہاں ہم اس امر کی جانب بھی توجہ دلانا چاہیں گے کہ اس قسم کی حرکت اس سے قبل بھی وہ حدیث نمبر چھ کے ضمن میں کر چکی ہیں۔

اسلام کے بارے میں موجودہ زمانے کے مسلمانوں میں ایک بہت بڑی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ کہ وہ اسلام کو صرف پوجا پاٹ کی حد تک محدود سمجھتے ہیں جبکہ اسلام ان محدود معنوں میں ایک مذہب نہیں بلکہ اس کے برعکس، ایک طریق زندگی، ایک لائحہ عمل ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کے لئے قرآن و حدیث کی شکل میں ایک مکمل ضابطہ حیات وضع کرتا ہے بشمول انسان کی جنسی زندگی کے۔ اسلام میں انسان کی جسمانی، روحانی، عقلی، جذباتی احساسات کی تمام تر ضروریات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحت و جوانی کے ساتھ جنسی داعیہ بھی دیا ہے لہٰذا اس کو ختم کرنا یا اس سے جائز طریق پر استفادہ نہ کرنا

SULEMANI.COM.PK

منشائے الٰہی نہیں ہوسکتا۔اسلام کے نزدیک کوئی ایسا کام جوانسانی زندگی میں غیر مسلموں کی نظر میں انتہائی دنیوی سمجھا جاتا ہو، اگر احکام ِالٰہی کے مطابق کیا جائے تو وہ ایک روحانی اور دینی عمل بن جاتا ہے حتیٰ کہ میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلق بھی باعث ثواب بن جاتا ہے۔ اس کا پس منظر سمجھنے کے لئے ہمیں جاہلیت میں عربوں کے ہاں شادی بیاہ کے طریقوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔

عرب میں قبل از اسلام شادی بیاہ: قبل از اسلام، عربوں میں نکاح/ شادی کی درج ذیل چار مختلف اقسام رائج تھیں۔(صحیح البخاری 5127، سنن ابی داوٗد 2272)

اولاً....پہلی وہ جو آج بھی مقبول عام ہے،

ثانیاً....دوسری قسم میں خاوند اپنی بیوی کو ہدایت کرتا تھا کہ وہ ماہواری ختم ہونے پر کسی خاص مرد کے ساتھ مباشرت کرے۔ یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ کسی اعلیٰ نسب کے عمدہ اوصاف کا لڑکا حاصل کیا جائے۔جنسی تعلق کی اس ناجائز شکل کو" نکاحِ استبازہ" کہا جاتا تھا۔

ثالثاً....نکاح کی تیسری قسم یہ تھی کہ متعدد مرد (دس سے کم) کسی ایک عورت کے ساتھ مباشرت کرتے تھے۔ بچے کی ولادت پر چند دنوں کے بعد وہ عورت اپنے تمام گاہک مردوں کو بلا بھیجتی تھی۔ان تمام مردوں کی موجودگی میں وہ عورت اس بچے کا انتساب کسی ایک مرد کے ساتھ کر دیتی تھی اور اسے کہتی تھی کہ وہ اپنے بچے کا نام رکھے۔ بچہ اس شخص کا کہلاتا تھا جس کو وہ عورت نامزد کرتی تھی۔

رابعاً....شادی کی چوتھی قسم یہ تھی کہ کچھ پیشہ ور عورتیں (طوائفیں) اپنے گھروں پر جھنڈے لگا چھوڑتی تھیں۔لوگ اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے ان کے پاس جاتے تھے۔جب اس عورت کے ہاں بچے کی ولادت ہوتی تھی تو وہ تمام گاہک مرد اس کے گھر جمع ہوتے تھے اور کسی ماہر انساب کو بلایا جاتا تھا جو کسی شخص کے ساتھ اس بچے کی مشابہت کا اعلان کرتا تھا جو اس کی ولدیت سے انکار نہیں کرسکتا تھا اور بچے کی پرورش کی ذمہ داری لیتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے شادی کی ہر سہ موخر الذکر طریقوں کی ممانعت فرما دی جبکہ اول الذکر طریقہ آج بھی رائج ہے۔ درج بالا تاریخی حقائق سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہل عرب دورِ جاہلیت میں جنسی اعمال سے کس حد تک شغف رکھتے تھے۔ درج بالا صورتوں کے علاوہ بیویوں کی تعداد پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔ جنگوں میں حاصل کردہ عورتوں کو لونڈیاں بنا کر ان سے بھی اپنی جنسی تسکین کا سامان کرنا اس کے علاوہ تھا۔ اس قسم کی جنسی انارکی کے ماحول میں داعی اسلام ﷺ کے پیش نظر جو اہم ترین کام تھا، وہ یہ تھا کہ کسی طرح مسلمان مردوں کی زندگی کو ایک ضابطے کا پابند بنائیں تا کہ وہ معاشرے کی تہذیب و ترقی کا ذریعہ بن سکیں۔ اس مقصد کے لئے اسلام نے درج ذیل اصلاحات کیں:

اولاً.... نکاح/شادی کے درج بالا اول الذکر طریقے کی ترویج۔ اسلام میں عورت کو ایک باعزت مقام دیا گیا ہے۔ اسلام میں شادی کے اہم ترین مقاصد میں بچوں کی پیدائش کے ذریعے امت مسلمہ کی تعداد میں اضافہ، انسانوں کی فطری جنسی خواہش کی تکمیل، شادی کا مقصد بطور ایک صحت مند اور پرلطف زندگی کا حصول، ایک آرام دہ گھریلو/خاندانی زندگی اور اس کی سماجی اہمیت شامل ہیں۔ اس لئے شادی کو قانونی نقطہ نگاہ سے ایک معاہدہ/عقد قرار دیا گیا ہے۔

ثانیاً.... اسلام نے بیویوں کی چار سے زائد تعداد پر پابندی عائد کر دی۔ مزید برآں ان بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کا بھی حکم دیا۔ (تعدد ازواج کے اس پہلو پر بھی بہت اعتراضات کیے جاتے ہیں جن کی وضاحت آئندہ صفحات میں کی جائے گی)۔

ثالثاً.... لونڈیوں سے تمتع کرنے کی اجازت۔ اس پہلو پر بھی آئندہ صفحات میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ شراب نوشی، اور دیگر مخرب اخلاق اعمال کے لئے سزائیں تجویز کیں اور تعزیرات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی دینی واخلاقی تربیت کے لئے متعدد دیگر اقدامات کیے جن کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔

درج بالا حدیث نیز اس نوعیت کی دیگر احادیث (جو ذیل میں درج کی جا رہی ہیں)

SULEMANI.COM.PK

کا تعلق بھی اسی نقطہ نظر سے ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو اس امر کی تاکید فرمائی کہ مسلمان مردوں کو غیر اخلاقی جنسی افعال (زنا) میں ملوث ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں اپنی بیوی/ بیویوں کے ساتھ مباشرت کی اس حد تک آزادی ہو کہ وہ کسی گناہ میں ملوث ہونے کا سوچ بھی نہ سکیں....قرآن کی آیات میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے زوجین کے درمیان محبت ومودت کا پیدا کرنا ہے۔ زوجین کے لئے اس کا مقصد صرف شہوانی جذبات کی تسکین ہی نہ ہو بلکہ ان کے درمیان دلی محبت ہو اور وہ ایک دوسرے کے راز دار اور شریک رنج و راحت ہوں۔ (سورہ الروم 30:21)

اسلام نے مسلمانوں کو پاک باز اور باعفت رکھنے کے لئے بہت سے اقدامات تجویز کیے ہیں تاکہ معاشرہ ہر قسم کے شہوانی جذبات سے پاک ہو۔ ذیل کی حدیث کا مطالعہ کریں جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ایک صحابیؓ کو شادی کرنے کے لئے کنواری لڑکی کے انتخاب کی ہدایت فرمائی اور نہایت لطیف انداز میں اس کی غرض و غایت کا اظہار بھی فرمایا:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ قَفَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ غَزْوَةٍ فَتَعَجَّلْتُ عَلَى بَعِيرٍ لِي قَطُوفٍ، فَلَحِقَنِي رَاكِبٌ مِنْ خَلْفِي، فَنَخَسَ بَعِيرِي بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ بَعِيرِي كَأَجْوَدِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الإِبِلِ، فَإِذَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ "مَا يُعْجِلُكَ". قُلْتُ كُنْتُ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرُسٍ. قَالَ "بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا" قُلْتُ ثَيِّبٌ. قَالَ "فَهَلاَّ جَارِيَةً تُلاَعِبُهَا وَتُلاَعِبُكَ" قَالَ فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ "أَمْهِلُوا حَتَّى تَدْخُلُوا لَيْلاً. أَيْ عِشَاءً. لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ"۔

(صحيح البخاري 5246,5080,5079)

’’جابر بن عبداللہؓ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جہاد سے واپس ہورہے تھے۔ میں اپنے اونٹ کو، جوسست تھا تیز چلانے کی کوشش کررہا تھا۔ اتنے میں میرے پیچھے سے ایک سوار مجھ سے آکر ملا اور اپنا نیزہ میرے اونٹ کو چبھودیا۔ اس کی وجہ سے میرا اونٹ تیز چل پڑا جیسا کہ کسی عمدہ قسم کے اونٹ کی چال تم نے دیکھی ہوگی۔ اچانک نبی کریم ﷺ مل گئے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا جلدی کیوں کررہے ہو؟ میں نے عرض کیا ابھی میری شادی نئی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا کہ بیوہ سے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ کسی کنواری سے کیوں نہ کی تم اس کے ساتھ کھیل کود کرتے اور وہ تمہارے ساتھ کرتی۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں جب ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور رات ہوجائے تب داخل ہوتا کہ پریشان بالوں والی کنگھا کرلیوے اور جن کے شوہر موجود نہیں تھے وہ اپنے بال صاف کرلیں۔‘‘

ذیل کی حدیث میں بھی ایک استعارے کی شکل میں مسلمان شوہروں کو ہدایت فرمائی کہ جب کبھی ایسا ہو کہ زندگی میں کسی ایسی عورت پر نظر پڑے جس کا حسن انہیں اپنی جانب متوجہ کرے تو وہ اسے شیطانی خیال سمجھتے ہوئے اپنی بیوی کی جانب رجوع کرے اور اس کے ساتھ پیار محبت (ہم بستری) کے ساتھ ان شیطانی خیالات کو دل سے نکال دے۔

قَالَ جَابِرٌ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ "إِذَا أَحَدُكُمْ أَعْجَبَتْهُ الْمَرْأَةُ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ فَلْيَعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهِ فَلْيُوَاقِعْهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ". (صحیح مسلم،:1403/a,c)

"حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک عورت سامنے آتی ہے تو بھی شیطان کی صورت میں اور پیٹھ کر کے جاتی ہے تو بھی

شیطان کی صورت میں۔ جب تم کو کوئی عورت پسند آئے جس سے تمہارے
دل میں اثر ہو جائے تو اپنی بیوی کی طرف ارادہ کرو اور اس سے ہمبستری کرو،
یہ عمل تمہارے دل میں جو اثر ہوا ہوگا اس کو لوٹا دے گا۔"

یاد رہے کہ اگرچہ یہ ہدایت ایک ایسے معاشرے میں دی گئی تھی جہاں ماضی قریب میں عورتوں کے ساتھ میل جول پر کوئی پابندی نہیں تھی تاہم اسلامی ریاست بننے کے بعد جو معاشرہ مدینہ میں تشکیل پا رہا تھا وہاں مرد و زن کے آزادانہ رابطے اور اختلاط کے مواقع بہت حد تک معدوم ہو چکے تھے لیکن چونکہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زمان و مکان سے ماورا، قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ایک روشن مثال کی حیثیت سے باقی رہنا تھا اس لئے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی گئی۔ تاہم آج کے معاشرے میں اس کی ضرورت واہمیت کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں جہاں ایک شریف اور پرہیزگار انسان کے جنسی جذبات کو تحریک دینے والے بے شمار عوامل ہر چہار جانب موجود ہوں جو چوبیس گھنٹے جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے میں مصروف عمل ہیں.... اخبارات، رسائل میں اشتہارات، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ اور موبائل فون جیسے ذرائع اطلاعات عریاں مناظر دکھانے میں مصروف ہیں کہ کسی انسان کے لئے ان سے صرف نظر کرنا ممکن ہی نہیں۔ مزید برآں اخبارات اور رسائل میں شائع ہونے والے جنسی بیماریوں کے علاج کے لئے اشتہارات کی بھر مار بھی اس امر کا ایک واضح ثبوت ہے کہ نوجوان نسل معلومات کے نہ ہونے کی بناء پر ایسے بے شمار مسائل سے دوچار ہے۔ زمانۂ حال میں جنسی انارکی کے ان مسائل کی جانب بہت سے دانشوروں اور اہل علم نے توجہ دلائی ہے (عبدالقیوم، لیفٹیننٹ جنرل (ر) 2012: انصار عباسی 2012، غلام اکبر خان 2011، محمد آفتاب خان اور ریاض اختر 2012)۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں مذہبی لیڈروں اور اہل علم نے معاشرے کے مختلف طبقوں کو جس میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اور پڑھی لکھی خواتین کی ایک بڑی تعداد

SULEMANI.COM.PK

سرفہرست ہے، انہیں ایک مسلم معاشرے میں جنسی جذبے کی اہمیت اور زندگی میں اس کے جائز استفادے کے بارے میں آگاہ کرنے سے مجرمانہ حد تک تساہل و تغافل برتا ہے۔ جنسی ہیجانات کی وجہ سے مسلم سوسائٹی میں سخت خلفشار برپا ہے جو ہر آنے والے لمحے میں بڑھتا ہی جا رہا ہے جس کا واضح ثبوت اس قسم کے اعتراضات اور شکوک وشبہات اور سوالات کی شکل میں ہمارے سامنے ہے.... اس بارے میں راہ نمائی تو موجود ہے مگر اس موضوع کو شجر ممنوعہ بنا دیا گیا ہے!

اسلام جس نظامِ معاشرت اور خاندان کی تشکیل کا داعی ہے، اس کا منشاء یہ ہے کہ معاشرے کے اجتماعی ماحول کو حتی الامکان شہوانی جذبات، ہیجانات اور تحریکات سے پاک وصاف رکھا جائے۔ نیز صنفی تعلقات بالکل دائرۂ ازواج میں محدود ہوں اور اس دائرے سے باہر نہ صرف انتشار عمل کو روکا جائے بلکہ انتشار خیال کا بھی امکانی حد تک سد باب کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے زوجین بالخصوص بیویوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی معرفت اس امر کی ہدایت کرائی ہے کہ وہ اپنے شوہروں کو پاک باز اور ہر قسم کے غلط خیالات و اعمال سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کی جنسی تسکین کے لئے ہر ممکن کوشاں رہیں اور اقدامات کریں کہ وہ کسی غلط جانب جانے کا سوچ بھی نہ سکیں.... اس موضوع اور مفہوم پر مبنی تمام احکاماتِ نبوی ﷺ کو پڑھتے وقت درج بالا ان بنیادی امور اور حقائق کا ادراک بہت ضروری ہے۔ درج ذیل احادیث میں اس حقیقت کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . رضى الله عنه . قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلاَئِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ (بخاری 3237)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ (شرعی عذر کے بغیر) اس کے بستر پر جانے سے انکار کر دے جس کی وجہ سے شوہر ناراضگی میں رات

گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔"

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم "إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ" (ترمذی 1160)

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو آ جائے اگرچہ تنور گرم کر رہی ہو۔"

اب ذرا اس خوشخبری کو بھی سن لیجئے جو شوہر کی خوشی کی وجہ سے بیوی کو جنت میں داخلے کی صورت میں دی گئی ہے!

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ" (ترمذی 1161)

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اس حال میں وفات پا گئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔"

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان مردوں کو مزید ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ . صلی الله علیه وسلم . قَالَ "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي" (سنن ابن ماجه 1977)

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے اہل کے حق میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں۔"

اب ہم ان احادیث کے بارے میں چند گذارشات پیش کریں گے جن کے بارے میں (تعلیم یافتہ) خواتین کا ایک بڑا طبقہ اکثر شکوہ کرتا ہے۔

اس کتاب کے باب دوم میں ہم نے تاریخ انسانی میں عورتوں کی حالت زار کے

بارے میں لکھا ہے کہ عورت کا وجود دنیا میں ذلت اور گناہ کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں ہزاروں سال تک کی مظلومی اور محکومی کی حالت اور عالمگیر حقارت کے برتاؤ نے خود عورت کے ذہن سے بھی عزت نفس کا احساس مٹا دیا تھا، وہ خود بھی اس امر کو بھول گئی تھی کہ دنیا میں وہ کوئی حق لے کر پیدا ہوئی ہے یا اس کے لئے بھی عزت واحترام کا کوئی مقام ہے۔ ہزاروں سال کے اس تاریک ماحول میں جس نے نہ صرف قانونی اور عملی حیثیت سے بلکہ ذہنی حیثیت سے بھی ایک انقلابِ عظیم برپا کیا، وہ اسلام ہے!۔ اسلام نے مرد اور عورت دونوں کی ذہنیتوں کو بدلا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں طبقہ اناث کو ایک ایسا شفیق اور رحیم حامی مل گیا کہ وہ اپنی ذرا سی تکلیف کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت لے کر چلی جاتی تھیں جہاں سے انہیں اس کا مداوا ملتا تھا۔ (سورۃ التوبہ 128:9)

اس زمانے میں مرد لوگ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کی بیویوں کو رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک شکایت لے جانے کا موقعہ نہ مل جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ رہے، ہم اپنی عورتوں سے بات کرنے میں احتیاط کرتے تھے مبادا ہمارے حق میں کوئی حکم نازل ہو جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی تب ہم نے کھل کر بات کرنا شروع کی۔

ابن ماجہ نے روایت کی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیویوں پر دست درازی کرنے کی عام ممانعت فرما دی تھی.... ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ عورتیں بہت شوخ ہو گئی ہیں، انہیں مطیع کرنے کے لئے مارنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ لوگ نجانے کب سے بھرے بیٹھے تھے، جس روز اجازت دی، اسی روز 70 عورتیں اپنے گھروں میں پیٹی گئیں۔ دوسرے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر فریادی عورتوں کا ہجوم ہو گیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

عَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ . صلى الله عليه وسلم "لاَ تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللَّهِ". فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى النَّبِيِّ . صلى الله عليه وسلم . فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ ذَئِرَ النِّسَاءُ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ فَأْمُرْ بِضَرْبِهِنَّ . فَضُرِبْنَ فَطَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ . صلى الله عليه وسلم . طَائِفُ نِسَاءٍ كَثِيرٍ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ "لَقَدْ طَافَ اللَّيْلَةَ بِآلِ مُحَمَّدٍ سَبْعُونَ امْرَأَةً كُلُّ امْرَأَةٍ تَشْتَكِي زَوْجَهَا فَلاَ تَجِدُونَ أُولَئِكَ خِيَارَكُمْ".

"آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کے پاس ۷۰ عورتوں نے چکر لگایا۔ ہر عورت اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھی۔ جن لوگوں نے یہ حرکت کی ہے، وہ تم میں ہرگز اچھے لوگ نہیں ہیں۔"

اس ضمن میں وہ احادیث بھی ذہن میں رہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوہر کو بتایا کہ نیک بیوی تیرے لیے دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ (ابی داؤد 2142)

درج بالا احادیث کی روشنی میں یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طبقہ اناث کو نہ صرف وہ حقوق و مراعات دیں جن سے وہ ہزاروں سال سے محروم تھیں بلکہ مردوں کو ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم بھی دیا۔

حدیث نمبر ۸:

A woman whose husband is pleased with her at the time of her death goes straight to paradise. (Tirmidhi)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ" (جامع ترمذی 1161)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس کسی کو بھی اس حالت میں موت آئے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو، وہ جنت میں جائے

گی۔"

ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ آخر اس حدیث میں کون سی بات توہینِ طبقۂ اناث کے تحت آتی ہے بلکہ اس کے برعکس ہمیں تو اس میں خوشخبری کا پہلو نظر آتا ہے کہ ایک ایسی عورت جس کا خاوند، مرتے وقت اس کے ساتھ خوش وخرم تھا اور اسے اس کے ساتھ کسی قسم کی کوئی ناراضگی نہیں تھی تو وہ جنت میں جانے کی مستحق ہو گی.... نیز اگر اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر فرامین کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے بارے میں کس قدر رحیم اور شفیق تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا "خبردار عورتوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنا" (ترمذی، ابن ماجہ) "عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی ضمانت سے حاصل کیا ہے اور اللہ کے حکم کے ساتھ ان کو اپنے لئے حلال کیا ہے...." (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث نمبر ⑨:

There are three (persons) whose prayers is not accepted nor their virtues taken above: the fugitive slave till he turns to his master and places his hand in their hands the women on whom her husband remains displeased and the drunkard till he becomes sober(Baihaqi)

عن أَبو أُمَامَةَ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "ثَلاَثَةٌ لاَ تُجَاوِزُ صَلاَتُهُمْ آذَانَهُمُ الْعَبْدُ الآبِقُ حَتَّى يَرْجِعَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ" (ترمذی:360)

"حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں کہ ان کی نمازیں ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتیں (قبولیت حاصل نہیں کرتیں)۔ ایک وہ غلام جو مالک سے بھاگ جائے یہاں تک کہ وہ واپس

آجائے۔دوسرا وہ عورت کہ اس کا خاوند رات اس طرح گذارے کہ وہ اس پر غصہ میں ہو، نیز وہ آدمی جو قوم کی امامت کرے اور قوم اس کو ناپسند کرتی ہو۔"

ایک دوسری حدیث میں تیسرا شخص وہ شرابی ہے جب تک کہ وہ اپنے ہوش وحواس میں نہ آجائے۔

اس حدیث میں تین مہمات مسائل کے بارے میں جو راہ نمائی دی گئی انہیں ہم آسانی کی خاطر درج ذیل عنوانات کے تحت زیر بحث لائیں گے۔

اولاً....مسئلہ غلامی۔ ثانیاً....شوہر کی ناراضگی۔ ثالثاً....شراب نوشی۔

ان موضوعات کے بارے میں گفتگو کرنے سے قبل ہمیں پیشگی معاف فرما دیا جائے اگر ہم نہایت صاف گوئی کے ساتھ اپنے دلی تاسف کا اظہار نہ کریں کہ ان تینوں موضوعات کا تعلق مستشرقین کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات میں سرفہرست ہے۔ان موضوعات کے بارے میں مغرب کے اہل علم اور عوام الناس اگر کسی ذہنی تحفظ میں مبتلا ہوں تو وہ بات قابل فہم ہے تاہم مسلمان خواتین وحضرات کی جانب سے بھی ان کے بارے میں کسی قسم کی ذہنی پریشانی قطعاً ناقابل فہم ہے بلکہ صاف گوئی کا تقاضہ تو یہ ہے کہ یہ امر سخت قسم کی ذہنی مرعوبیت اور احساس کمتری (Inferiority Complex) کا بین ثبوت ہے!

سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی!

جہاں تک غلامی کے مسئلے کا تعلق ہے تو چونکہ یہ موضوع بھی ان چند مہمات مسائل میں شامل ہے جن پر مستشرقین نے بہت لے دے کی ہے۔ہمیں اس صاف گوئی پر معاف رکھا جائے کہ یہ موضوع بھی ہمارے روشن خیال طبقے میں، ان کی تحریروں سے آیا ہے۔اس لئے اس بارے میں تفصیلاً گفتگو ہم نے باب پنجم میں کی ہے، جہاں مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے۔تاہم دیگر موضوعات پر ذیل میں گفتگو کی جارہی ہے۔

1۔شوہر کی ناراضگی: مسلم معاشرے میں شوہر اور بیوی کے درمیان عدم مطابقت

SULEMANI.COM.PK

کی سب سے بڑی وجہ دین کی تعلیمات سے عدم آگہی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے نہ جاننے کی وجہ سے زوجین کو ان حقوق وفرائض کا واضح علم نہیں ہوتا جو ایک اسلامی معاشرے میں نکاح/شادی کے نتیجے میں زوجین کے درمیان واقع ہوتے ہیں۔ اس امر کو ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے کہ ایک فریق کے حقوق دوسرے فریق کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں جنہیں کماحقہ پورا کرنا خاندانی نظام کے استحکام کے لئے بہت ضروری ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (سورہ النساء 4:1) میاں بیوی کے درمیان حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین اس معاہدے کی رو سے ہوتا ہے جو ان دونوں کے درمیان نکاح کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور جس کی بناء پر وہ ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن کر رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بالخصوص مردوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بہترین حسن سلوک کریں۔ خاوند پر بیوی کے حقوق میں مہر کی ادائیگی، نان ونفقہ، بیوی کے ساتھ مہربانی اور محبت کا سلوک، جنسی تعلقات، دین کی تعلیم دینا، مار پیٹ اور تشدد سے پرہیز، بیوی کے ساتھ تعلقات/ دیگر امور میں رازداری اور تعدد ازواج کی صورت میں تمام بیویوں کے درمیان مکمل انصاف کا سلوک کرنا از حد ضروری ہے۔ (اس کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے)۔

زوجین کے درمیان تعلقات میں کشیدگی کی سب سے بڑی وجہ شیطان کا یہ حربہ ہے کہ اس نے موجودہ زمانے میں خواتین (بالخصوص پڑھی لکھی اور مغربی تعلیم سے بہرہ مند خواتین) کے ذہن میں یہ بات بٹھادی ہے کہ وہ مردوں کے ہم پلہ ہیں۔ اس بارے میں ہم گذشتہ صفحات میں تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان کھینچا تانی کا یہ سلسلہ بھی انہی کوششوں کا ایک تسلسل ہے جو اب مختلف غیر سرکاری تنظیموں (NGO's) کے ذریعے مختلف مسلم ممالک بالخصوص پاکستان میں ایک منظم صورت میں چلایا جا رہا ہے جسے امریکہ اور دیگر یورپی ممالک نیز اقوامِ متحدہ کی سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہے۔ ایسے

SULEMANI.COM.PK

عالم میں مسلمان عورت کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ مرد، ہمیشہ سے ان کا استحصال کرتے چلے آ رہے ہیں۔

بیویوں کے جن حقوق کے بارے میں ہم نے درج بالا سطور میں جو کچھ تحریر کیا ہے، اس کے پس منظر میں سورۃ النساء (34:4) کی یہ آیات ہیں:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النساء34:4)

"مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بناء پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں..."

ان آیات کی رو سے خاندان میں مرد کی حیثیت قوام کی ہے یعنی وہ خاندان کا منیجر ہے، محافظ ہے، اخلاق و معاملات کا نگران ہے، اس کی بیوی اور بچوں پر اس کی اطاعت فرض ہے (بشرطیکہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کا حکم نہ دے) اور اسی پر خاندان کے لئے روزی کمانے اور ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے۔

گزشتہ صفحات میں ابی داؤد کی ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ تمہاری بیویوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں کھانا اور لباس دو۔ اور چہرے پر مت مارو نیز انہیں برا بھلا نہ کہو۔

درج بالا سطور میں ہم نے بیوی کے حقوق (جو خاوند کی ذمہ داری ہے) کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ اسلام نے مردوں کے حقوق کی بھی تصریح کی ہے جو بیوی/عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں کماحقہ پورا کرے۔

خاوند کے حقوق: خاوند کی تابعداری اور شکرگزار ہونے کی انتہا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے بیوی کو خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی عبادات (نماز/ روزہ) کی بجا آوری سے بھی روک دیا ہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم نے یہ واضح کیا ہے کہ اسلام میں

شادی کا ایک اہم مقصد مرد و زن کو باعصمت اور پاک باز رکھنا ہے، پس یہ ذمہ داری بھی عورت کی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی جنسی خواہشات کی تکمیل کرے چاہے وہ کتنی ہی مصروف کیوں نہ ہوالا یہ کہ کوئی شرعی عذر مانع ہو۔ اس مقصد کے لئے خاوند کے لئے بناؤ سنگھار کرنا، عمدہ لباس پہننا، خوشبو وغیرہ کا استعمال کرنا تا کہ وہ خاوند کے لئے زیادہ پرکشش لگے جسے دیکھ کر اس کا خاوند اس سے خوش ہو کر لطف اندوز ہو سکے۔ نیز خاوند کی خوشیوں اور غموں یا پریشانیوں میں اس کے ساتھ برابر کی شریک ہونا ضروری ہے تا کہ اسے یہ احساس ہو کہ اس کی بیوی اس کی رفیقہ حیات ہے!

ہمارے ملک میں بالخصوص میاں بیوی کے درمیان ناچاقی/ ناراضگی ایسے مخلوط خاندانوں (Extended Families) میں زیادہ ہوتی ہے جہاں خاوند یا بیوی کے ماں باپ/ بھائی/ بہن بھی ان کے ساتھ رہتے ہوں۔ بہر حال ایسی صورت میں کہ خاوند اور ماں/ باپ کسی معاملے میں مدمقابل ہوں تو بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کا ساتھ دے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان فرمایا کہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی پر کس کا سب سے زیادہ حق ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خاوند کو" اس شخص نے دوبارہ پوچھا کہ ایک آدمی پر کس کا سب سے زیادہ حق ہے؟" آپ ﷺ نے جواب دیا "اس کی ماں کا!" (صحیح البخاری 5971)

خاندانی امور میں اگرچہ مرد کو ایک گونہ فضیلت حاصل ہے تاہم اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ تمام تر فیصلے یک طرفہ کرنے کا مجاز ہے۔ خاوندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس حق کو حسن و خوبی اور کھلے دل سے استعمال کریں۔ انہیں کسی صورت بھی اپنی بیوی کے ذہن میں یہ احساس پیدا نہیں ہونے دینا چاہیے کہ وہ گھریلو امور میں کسی قسم کا مشورہ نہیں دے سکتیں۔ گھریلو امور چلانے میں بہترین پالیسی یہ ہے کہ باہم مشورہ کیا جائے اور مل جل کر فیصلہ ہو۔ سورہ الشوریٰ (42:38) میں مسلمانوں کو باہمی مشورہ کرنے کا پابند کیا گیا ہے، اس کا سب سے پہلے استعمال گھریلو زندگی میں ہونا چاہیے۔ ذیل میں ہم چند

SULEMANI.COM.PK

احادیث نقل کر رہے ہیں جن سے ایک مسلمان خاندان میں بیوی کی حیثیت اور مرتبے کا واضح طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے! جس سے مسلم گھرانے دنیا میں جنت کی نظیر بن سکتے ہیں:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ . صلى الله عليه وسلم . أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ "مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللَّهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ". (سنن ابن ماجه، 1857)

"حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ نے تقویٰ کی نعمت کے بعد کوئی ایسی بھلائی حاصل نہیں کی جو اس کے حق میں نیک بیوی سے بڑھ کر ہو۔ اگر شوہر اس کو حکم دے تو اس کا کہا مانے اور شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کرے اور اگر شوہر کسی کام کے بارے میں قسم کھا بیٹھے کہ ضرور تم ایسا کرو گی تو اس کی قسم سچی کر دے اور اگر وہ کہیں چلا جائے اور یہ اس کے گھر میں پیچھے رہ جائے تو اپنی جان اور اس کے مال کے بارے میں اس کی خیر خواہی کرے۔"

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

"أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِينُهُ عَلَى إِيمَانِهِ" (جامع الترمذي 3094)

"یعنی سب سے بہتر زبان ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے اور وہ مومن بیوی ہے جو شوہر کی مدد کرے اس کے ایمان پر۔"

2۔ شراب نوشی: جہاں تک شراب نوشی کی حرمت کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسا فعل ہے جس کو کبھی بھی ایک اچھا فعل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قرآن کریم سے اس کی حرمت بالکل واضح ہے جس کے بارے میں کسی قسم کا اشتباہ یا شک کسی ایسے فرد کو زیب نہیں دیتا جو مسلمان ہو۔ تاہم مغربی ممالک/ امریکہ میں ہر سال شراب نوشی کی وجہ سے جس قدر جرائم (زنا، مار

پیٹ، قتل و غارت) اور حادثات رونما ہوتے ہیں، اس کا اندازہ اخبارات و رسائل سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ⑩:

Hadhrat Anas reported that the Holy Prophet had said: "for a woman her husband is paradise as well as hell" (Ahamad and Nasai)

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ مِحْصَنٍ، عَنْ عَمَّةٍ لَهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهَا قَالَ: «أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ: «فَكَيْفَ أَنْتِ لَهُ؟» قَالَتْ: مَا آلُوهُ إِلَّا مَا أَعْجَزُ عَنْهُ قَالَ: انْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ، «فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ.» (مسند أحمد 19003، سنن النسائي الكبرى 8914، معجم الكبير للطبراني: 448، المستدرك على الصحيحين للحاكم: 2769)

حصین بن محصن کی خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے کسی کام سے حاضر ہوئیں۔ جب انہوں نے اپنی بات کر لی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے شوہر کے لئے کیسی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں (اس کو خوش کرنے کیلئے) ہر ممکن کوشش کرتی ہوں سوائے اس امر کے جس کی میں استطاعت نہیں رکھتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''آگاہ رہو کہ اس کی نظر میں تم کیسی ہو۔ **پس بیشک وہ تمہارے لئے جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔**''

مسند احمد (نمبر:19003) اور سنن نسائی (نمبر:8914) سے حدیث کا مکمل عربی متن اور انگریزی

ترجمہ تلاش کر کے لکھا ہے تاہم اردو ترجمہ ہم نے خود کیا ہے۔ یاد رہے کہ موجب الکبیر الطبرانی (نمبر: 448) اور المستدرک علی الصحیحین للحاکم (نمبر: 2769) میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

حدیث نمبر 11

Hadhrat Ibn-e-Abi Auf reported that the Holy Prophet has said, "by Allah in Whose Hand is my life, the woeman who does not discharge her duties to her husband is disobedient to Allah and the discharge of duties towards Allah depends on the dicharge of duties towards the husband" (Ibn-e-Maja)

وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہِ لاَ تُؤَدِّی الْمَرْأَۃُ حَقَّ رَبِّهَا حَتَّی تُؤَدِّیَ حَقَّ زَوْجِهَا)) (سنن ابن ماجہ 1853)

"حضرت ابن ابی عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، کوئی عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔"

درج بالا دونوں احادیث (10-11) جو بالترتیب مسند احمد بن حنبل، سنن نسائی، نیز سنن ابن ماجہ میں روایت کردہ ہیں، اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے بہت حد تک مشابہ و مشترک ہیں۔ ہم نے جو گذارشات کسی قدر تفصیل کے ساتھ گذشتہ حدیث نمبر 9 کے ضمن میں کی ہیں، ان کے مطالعے کے بعد ان دونوں احادیث کے بارے میں کسی قسم کے اشتباہ اور غلط فہمی کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی تاہم اس ضمن میں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ اسلام نے میاں بیوی کے درمیان مباشرت کا تعلق نیکی (صدقہ) اور عفت و پاکیزگی کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

ایک حدیث کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "تمہاری زبان اور دل کو ہر وقت اللہ کی تعریف اور شکر ادا کرنا چاہیے اور تمہیں ایک ایسی بیوی کا قرب حاصل ہونا

چاہیے جو تمہاری آخرت کو سنوارنے میں مددگار ثابت ہو۔" (ترمذی:3094)

اس حدیث کی رو سے اللہ کی یاد اور شکر کو ایک بیوی کے ہم پلہ قرار دیا گیا ہے۔ایک انسان کسی وقت بھی جنسی خواہش کا متمنی ہوسکتا ہے جو اسے جادۂ مستقیم سے دور کرسکتی ہے۔ سورہ النساء 4:28 میں ارشاد ہوا کہ "ایک انسان کو فطری طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے".... اس کی تفسیر میں امام غزالیؒ رقمطراز ہیں کہ کسی مرد کو عورت کی جانب راغب ہونے سے روکنا ممکن نہیں۔مزید برآں، انسان میں جنسی خواہش اور جبلت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ یہ جذبات اگر پیدا ہو جائیں تو انہیں کسی حکمت کی بات یا مذہبی تعلیم سے نہیں روکا جاسکتا۔جنسی شہوت اس قدر طاقتور جذبہ ہے جو انسان کو اس دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی سے ہمکنار کرسکتا ہے تاہم وہ جذبہ شیطان کی اکساہٹ کے نتیجے میں اسے تباہ بھی کرسکتا ہے۔ شادی کی صورت میں ایک مسلمان اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کے ذریعے ان جذبات پر قابو پاسکتا ہے اور یوں وہ شیطان کے وسوسوں سے نجات حاصل کرسکتا ہے....اور شاید یہی مفہوم اس حدیث مبارکہ کا ہے کہ "ایک عورت کے لئے اس کا خاوند جنت بھی ہوسکتا ہے اور جہنم بھی"....ایک بیوی موثر ذریعہ ہے دل کو خیالات فاسدہ (ناجائز جنسی خواہش) سے پاک کرنے کا۔

امام غزالیؒ نے انسان کی جنسی خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک اور پہلو کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اس دنیا میں جنسی خواہش کی تسکین کی وجہ سے انسان کو آخرت میں بھی اس کے حصول اور مستقل طور پر لذت یاب ہونے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کے باسیوں کو نہ صرف ان کی بیویاں دی جائیں گی بلکہ حوریں بھی دی جائیں گی (سورۃ الرحمن 55:72-56) جن کے ساتھ وہ جنسی لذت سے بھی لطف اندوز ہوسکیں گے۔پس اس دنیا میں جنسی لذت سے ایک مسلمان کو آخرت میں اس کے حصول کی تمنا پیدا ہوتی ہے اور یوں وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مکمل طور پر کاربند رہتا ہے۔

SULEMANI.COM.PK

حدیث نمبر رحمۃ اللہ علیہ:

On the authority of Abu Hurariah Allah's Apostle said, "when a woman spends the night from the bed of her husband, the angles curse her until morning. (Muslim)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلاَئِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ".))

(صحیح مسلم 1436/a)

"جب ایک عورت اس حالت میں رات گذارے کہ وہ اپنے خاوند کے بستر سے الگ رہی تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں صبح تک۔"

(صحیح البخاری: 3237) میں کسی قدر دوسرے الفاظ میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر رحمۃ اللہ علیہ:

Allah's Messenge said, by whom in Whose Hand is my life, when a man calls his wife to his bed and she does not respond, the One Who is in the heaven is displeased with her until he(her husband) is pleased with her. (Sahih Muslim vol 2, pp723)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهَا فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلاَّ كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا")

(صحیح مسلم 1436/c)

"حضرت ابوہریرہ؄ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ نہیں کوئی شوہر جو اپنی بیوی کو اپنے

بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کر دے مگر وہ ذات جو آسمان میں ہے وہ اس پر غضبناک ہوتی ہے یہاں تک کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے۔"

ہر سہ احادیث (نمبر 11، 12 اور 13) کا تعلق بھی ان احادیث کے زمرے میں آتا ہے جن کے بارے میں یہ غلط فہمی پھیلائی گئی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اقوال میں انسان کی جنسی زندگی سے تعلق رکھنے والے معاملات/ مسائل کے بارے میں ذکر رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ سے فروتر ہے.... بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بات عظمت رسول ﷺ کے ضمن میں کہی جا رہی ہے لیکن اس سے استشہاد کرتے ہوئے منکرین حدیث اس سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ چونکہ ایسے اقوال نبی ﷺ کی جانب منسوب کرنا صحیح نہیں، اس لئے دیگر احادیث بھی اسی طرح آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں اور آپ ﷺ کے وصال کے 200 سال بعد وضع کی گئیں تھیں اس لئے حدیث اور سنت کو اسلامی قانون میں کوئی حیثیت حاصل نہیں۔ یاد رہے کہ اس ضمن میں ہم گذشتہ ابواب میں مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا ذہن رکھنے والے افراد کو انسانی زندگی میں جنسیت کی اہمیت و ضرورت کا قطعاً کوئی احساس اور تصور نہیں اور انسانی تہذیب و تمدن نیز نسل انسانی کی بقا کے بارے میں ان کے ذہنوں میں الجھن پائی جاتی ہے۔ یا پھر وہ اسلام کے بارے میں بھی ایک محدود تصور رکھتے ہیں جو پوجا پاٹ کے لئے ہندووانہ مذہبی خیالات کی بناء پر وجود میں آیا ہے یا وہ اسلام کو بھی عیسائیت کی طرح ایک ایسا مذہب سمجھتے ہیں جس کا انسان کی اجتماعی زندگی سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسے ایک فرد کی پرائیویٹ زندگی میں انفرادی حد تک محدود رکھنے کے قائل ہیں کہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں جس طرح چاہیں اپنی زندگی گزاریں، کسی الہامی دین بالخصوص اسلام کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے انسانی زندگی میں جنس اور جنسیت کے بارے میں کافی حد تک تفصیل کے ساتھ اس کی اہمیت و ضرورت اور انسانی تہذیب و تمدن کی بقا اور تسلسل میں

SULEMANI.COM.PK

اس کے کردار کا جائزہ لیا ہے۔ یہ امر بہت حوصلہ افزا ہے کہ عیسائیت یا ہندو مذہب کے برعکس، جنہوں نے انسانی جنسی جبلت اور فطرت کے ان بنیادی امور کے بارے میں مناسب راہ نمائی دینے سے اغماض برتا تھا، اسلام نے اس جذبے اور جبلت کی تسکین کے لئے ایک مکمل ضابطہ، لائحہ عمل اور راہ نمائی دی ہے۔ اسلام، انسانی زندگی میں جنسی جذبے اور اس کے داعیات کی اہمیت وضرورت سے بخوبی آگاہ ہے اور وہ اسے زندگی کا ایک بہت اہم حصہ قرار دیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک اس جذبے کو مناسب صورت دے کر کرۂ ارض پر نسل انسانی کے فروغ اور بقا کا اعلیٰ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے اور اسلام نے اس کے لئے عورت اور مرد کے درمیان جنسی تعلقات کو شادی/ نکاح کے ادارے میں محدود کر دیا ہے اور یوں خاندانی نظام کی بنیاد ڈالی ہے جو معاشرے اور تہذیب انسانی کے قیام کی جانب پہلا قدم ہے!

درج بالا نہایت اہم تاہم مختصر طور پر بیان کردہ امور سے ایک قاری کو یہ اندازہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آنی چاہیے کہ انسانی زندگی میں جنسی امور بہت اہمیت کے حامل ہیں اور دنیا کا کوئی بھی متمدن اور مہذب نظام، اپنے ماننے والوں کی زندگی کو ایک ضابطے اور طریق کار کے مطابق گذارنے کے لئے اس امر کا پابند ہے کہ ان تمام امور کے بارے میں بلا جھجک اور بلا کم وکاست وہ تمام ہدایات بیان کرے تاکہ لوگ بآسانی ان پر عمل کر کے اپنے ان جنسی مسائل، تکالیف اور پریشانیوں کا ازالہ کر سکیں جو ان کی زندگی کو درد وغم سے دوچار کیے ہوئے ہیں، یاد رہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآنی ہدایات جو انسان کی جنسی زندگی سے متعلق ہیں، کو اس معاشرے میں نہایت سادہ انداز میں اس طریق پر واضح فرمایا کہ عرب کے ان پڑھ اور جاہل مرد وزن ان امور کو بآسانی سمجھ گئے۔

دورِ جاہلیت میں عربوں کی جو حالت زار تھی، وہ کسی بھی پڑھے لکھے شخص سے پوشیدہ نہیں....کون سا گناہ تھا جس میں وہ ملوث نہ تھے بالخصوص شراب نوشی اور اس کے منطقی نتیجے کے طور پر زنا کا عام چلن تھا۔ گذشتہ صفحات میں شادی/ بیاہ کے ان طریقوں کی

SULEMANI.COM.PK

وضاحت کی گئی ہے جو اس وقت عورت اور مرد کے درمیان رائج تھے۔ان چار طریقوں میں سے صرف ایک ایسا طریقہ تھا جسے اللہ کے رسول ﷺ نے برقرار رکھا یعنی کسی مرد کا ایک یا زیادہ سے زیادہ چار عورتوں کے ساتھ نکاح۔تاہم باقی تین طریقے زنا کی مختلف شکلوں کی وجہ سے حرام قرار دیئے گئے۔اگرچہ مغربی ممالک بالخصوص امریکہ کے لوگ اور ہمارا وہ روشن خیال طبقہ جو اس مفہوم کی احادیث کے بارے میں شاکی ہے، اس امر کو بخوبی جانتے ہیں کہ اگر آج مغرب میں جنسی اختلاط کے مادر پدر آزاد نظام کو ختم کرنا ہو تو یہ امر کس قدر مشکل (بلکہ شاید ناممکن ہو)۔جبکہ پڑھائی لکھائی اور تہذیب وتمدن کے لحاظ سے آج کا انسان، 1400 سال قبل کے اہل عرب سے بڑی حد تک آگے ہے۔ان لوگوں کو جو شراب کے رسیا اور زنا کے متوالے تھے، رام کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔اللہ کے رسول ﷺ نے انسانی فطرت کی اس کمزوری کا نہایت حکیمانہ علاج تجویز کیا کہ انہیں ترغیب دی کہ وہ اپنی جنسی خواہش کی تکمیل اپنی منکوحہ بیویوں سے کریں....اب فریق ثانی کے حال پر اگر ہم غور کرتے ہیں تو وہ بھی زمانہ جاہلیت کے مردوں کے ستم کا نشانہ تھیں جو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے طبقہ اناث کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دیتے تھے۔ایسی مظلوم اور ستم رسیدہ عورتوں کو بھی اپنے خاوندوں کی جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے ذہنی اور نفسیاتی طور پر تیار کرنا بہت ضروری تھا۔اس کے لئے آپ ﷺ نے ایسی سہل زبان اور عام فہم انداز میں انہیں اس امر پر تیار کیا کہ وہ نہ صرف اپنے خاوندوں بلکہ معاشرے کو زنا اور اس قسم کے دیگر جنسی قباحتوں سے بچانے کے لئے اس حد تک ایثار کریں کہ اگر کوئی "عورت تنور پر بھی بیٹھی روٹیاں پکا رہی ہو" یا "وہ کجاوہ پر ہی کیوں نہ بیٹھی ہو" (ہر دو احادیث آئندہ صفحات میں آرہی ہیں) تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے خاوند کو باعفت اور پاکباز رکھنے کے لئے نیز زنا کی صورت میں اسے حد زنا سے بچانے کے لئے، اپنے جذبات، اوقات اور مصروفیات کی قربانی دے تاکہ معاشرے میں وہ اصلاحی اقدامات پنپ سکیں جو اسلام، مسلمانوں کی عائلی، خاندانی اور معاشرتی زندگی میں نافذ کرنے کا خواہاں تھا....اس لئے ان خواتین (اور تاقیامت

SULEMANI.COM.PK

آنے والی خواتین) کو اس امر سے آگاہ کر دیا گیا کہ اپنی نجی، انفرادی، خانگی زندگی کو کسی زانی مرد سے بچانے کے لئے وہ قربانی دیں۔

اس ضمن میں ہم اپنے روشن خیال افراد کو جنہیں اس قسم کی احادیث کے بارے میں یہ "شرم اور فکر" لاحق رہتی ہے کہ یہ طبقہ اناث کے احترام اور عزت و وقار کے منافی ہیں، زمانہ حال کے ایک مہلک ترین مرض ایڈز (AID's) کی جانب توجہ دلانا چاہتے ہیں جو اخلاق باختہ عورتوں سے زنا کی وجہ سے مردوں کو لاحق ہو جاتا ہے اور یوں شریف اور خاندانی عورتیں بھی اپنے شوہروں کی وجہ سے اس مرض کا شکار ہو سکتی ہیں۔ یاد رہے کہ ایڈز تو ایک ایسا مرض ہے جس کا تاحال علاج دریافت نہیں ہوا اور اس مرض کی وجہ سے ایک انسان سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے کہ اس مرض کے خلاف قوت مدافعت بھی انسانی جسم میں پیدا نہیں ہوتی!----ایسے حالات میں کیا یہ نبی ﷺ کی حکمت بالغہ نہیں تھی جس نے قیامت تک کے لئے آنے والے حادثات/ امراض کا، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ علم اور راہ نمائی میں، امت کو بالخصوص اور انسانیت کو بالعموم اس امر سے آگاہ کر دیا کہ زوجین "ایک دوسرے کا لباس ہیں" (سورہ البقرہ 2:187) کہ لباس اور جسم (زن و شوہر) کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا اور مرد ایک کسان کا سا رویہ اختیار کرے (سورہ البقرہ 2:223) کہ جس میں ایک کسان کو اپنی کھیتی (بیوی) میں جانے کے لئے کسی کی اجازت یا تردد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے دو احادیث نقل کی ہیں جس میں بیویوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی خواہش پوری کریں اگرچہ وہ تنور پر روٹیاں ہی پکا رہی ہوں یا وہ اونٹ کے کجاوے پر ہی کیوں نہ بیٹھی ہوں۔ (ترمذی:1160)۔

یاد رہے کہ ایڈز سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ مرد اپنی بیوی تک محدود رہیں.... ہمیں یقین ہے کہ دنیا کی کوئی ایک عورت بھی اس مرض کا خدشہ لینے کو تیار نہیں ہو سکتی کہ اس کا خاوند، زنا میں مبتلا ہو کر اس مرض کا شکار بنے اور وہ نہ صرف اپنی بیوی بلکہ اپنے بچوں کو بھی اس مرض میں مبتلا کرنے کا سبب بنے!

SULEMANI.COM.PK

اس ضمن میں، اسلام کی نظر میں شادی/ نکاح کے ذریعے ایک خاندان کی تشکیل کس قدر اہم ہے، یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ یہاں ان اسلامی تعلیمات کا ذکر کیا جائے جو شادی بیاہ سے متعلق ہیں۔

اسلام میں شادی/ نکاح: گذشتہ صفحات میں ہم نے اسلام میں شادی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا تھا کہ اسلام میں خاندان ایک بنیادی اکائی ہے جو دو افراد (مرد و زن) کے درمیان شادی/ نکاح کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔ نکاح کے نتیجے میں زوجین کی فطری جنسی خواہش کی تکمیل کے ذریعے بچوں کی پیدائش اور پرورش، مسلمان مرد اور عورت کا پاکباز رہنا اہم ترین امور ہیں۔ اس ضمن میں اپنی بیوی سے جنسی لذت حاصل کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ اس ضمن میں کنواری لڑکی سے شادی کرنے کو ترجیح دی گئی ہے نیز شادی شدہ زندگی میں ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ حظ اٹھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ہم عمر ہوں، خوبصورت ہوں۔ ان کا خاندانی پس منظر اور سماجی حیثیت ایک جیسی ہو جسے اسلامی اصطلاح میں "کفو" کہتے ہیں۔ اگرچہ اسلام میں رنگ و نسل، ذات برادری، مذہبی فرقہ بندی، لسانیت اور اس قسم کے دیگر تمام تعصّبات کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے تاہم چونکہ شادی کے نتیجے میں ایک مرد اور عورت کو تمام زندگی اکٹھی گذارنی ہوتی ہے، اس لئے اسلام میاں بیوی کے ہم پلہ ہونے کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ اس حکمت کے پیشِ نظر، اللہ کے رسول ﷺ نے شادی سے قبل ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ذیل کی احادیث ان تمام امور پر روشنی ڈالتی ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ. قَالَ فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا."

(أبي داود 2082)

SULEMANI.COM.PK

"جب تم میں سے کوئی عورت کو پیغام نکاح دے تو ہو سکے تو وہ اس چیز کو دیکھ لے جو اسے اس سے نکاح کی طرف راغب کر رہی ہے"۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغام دیا تو میں اسے چھپ چھپ کر دیکھتا تھا یہاں تک کہ میں نے وہ بات دیکھ ہی لی جس نے مجھے اس کے نکاح کی طرف راغب کیا تھا، میں نے اس سے شادی کر لی۔"

ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا:

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم "انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا."

(ترمذی، 1087)

"اس کو دیکھ لے کیونکہ یہ عمل تم دونوں کے درمیان محبت کو دائمی بنانے کے لیے معاون ثابت ہوگا۔"

ایک اور حدیث میں یوں تاکید کی ہے کہ:

عَنْ أَبِي، هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا." قَالَ لاَ. قَالَ "فَاذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الأَنْصَارِ شَيْئًا". (مسلم 1424/a)

"سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ ایک شخص نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تو نے اس کو دیکھ بھی لیا ہے؟" اس نے کہا: "نہیں۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کو دیکھ لو کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے یعنی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں۔"

قانونی نقطہ نظر سے اسلام کی نظر میں شادی ایک معاہدہ/ عقد/ میثاق ہے۔ اس میثاق

SULEMANI.COM.PK

اور معاہدے کے قیام کے لئے درج ذیل شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے جس کے بارے میں ہم اختصار کے ساتھ بات کریں گے۔ یہاں بھی اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان شرائط میں طبقہ اناث کی بہتری اور مستقبل میں پنہاں رعایتوں کا لحاظ کیا گیا ہے۔

☆....فریقین کی باہمی رضامندی (ایجاب وقبول) اور اس سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنا (اس میں عوت کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھ لے کہ بعد از نکاح اس کے لئے کسی مسئلے کی بناء پر اسے زیادہ مشکلات ہوسکتی ہیں، اس معاہدے کو فسخ کرنے میں (خلع کے ذریعے) جبکہ مرد کے لئے طلاق دینی بہت آسان ہے۔

☆....دو مردوں یا عورتوں کی گواہی۔

☆....شادی/ نکاح کی تشہیر اور اعلانِ عام۔

☆.... مہر۔

اب ہم ان امور کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

ایجاب وقبول: واضح رہے کہ دونوں فریقین کے والدین/ سرپرست/ ولی اپنے بچوں کے لیے جیون ساتھی کا انتخاب کر سکتے ہیں، انہیں نصیحت اور مشورہ دے سکتے ہیں تاہم شادی کا حتمی فیصلہ لڑکے اور لڑکی کے اپنے آزادانہ انتخاب اور مرضی سے ہی ہوسکتا ہے۔ دیکھئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ" قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ "أَنْ تَسْكُتَ".

(بخاری 5136, 5137)

"بیوہ سے نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری دوشیزہ کا نکاح اس کے اذن کے بغیر نہ کیا جائے۔" صحابہ نے پوچھا: "یا رسول اللہ! اس کا

SULEMANI.COM.PK

اذن کیسا ہوگا؟" تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس کا خاموش رہنا بھی اس کا اذن ہوتا ہے۔"

بخاری میں ایک حدیث یوں روایت ہوئی ہے:

"خنساء بنت خذام کہتی ہیں کہ میرا نکاح میرے والد نے میری اجازت کے بغیر کر دیا جب کہ میں پہلے ایک نکاح کر چکی تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت لے کر گئی تو آپ ﷺ نے میرا نکاح ختم کرا دیا۔" (البخاری 5138)

ذیل کی احادیث، بیوی کے انتخاب کے لئے اس معیار کی نشان دہی کرتی ہیں جو ایک مسلمان معاشرے میں شادی کے ادارے کو قائم رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس امر کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے تائیدی الفاظ بہت قابل غور ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ـ رضى الله عنه ـ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ" (بخاری 5090، مسلم 1466)

"عورت سے چار اغراض کے لیے شادی کی جاتی ہے، مالدار ہونے کی بنا پر، خاندانی وجاہت کی وجہ سے، اس کی دینداری کی خاطر اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر لیکن تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو نے دیندار عورت سے شادی کرنے کی سعادت حاصل کرنی ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلاَّ تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ" (جامع الترمذي 1084)

"جب تمہارے پاس نکاح پیغام وہ شخص بھیجے جس کا دین اور اخلاق تمھیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا

SULEMANI.COM.PK

ہو جائے گا۔"

مہر: اسلام میں شادی کی صورت میں مہر کو عورت کا حق قرار دیا گیا ہے یہ ایک ہدیہ/ تحفہ ہے جو خاوند اپنی بیوی کو شادی کے وقت (پہلے یا پہلی رونمائی پر یا بعد میں) دیتا ہے۔ اسلامی قانون کی رو سے یہ بہت ضروری ہے کہ مہر کی رقم تخلیہ کے وقت دے دی جائے۔ تاہم مرد پر یہ رقم قرض رہتی ہے اور وہ لوگ جو معاشرے میں اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے ایک بڑی رقم لکھ دیتے ہیں یا لکھوا لیتے ہیں جبکہ شوہر (یا اس کے والدین) کی اس کو دینے کی نیت نہیں ہوتی تو آپ ﷺ نے ایسے شخص کو "زانیہ" کے نام سے یاد کیا ہے.... اگر چہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں تاہم اس کا انحصار مرد کی مالی حالت اور استطاعت پر ہے۔ ایک نکاح پر آپ ﷺ نے خاوند کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی بیوی کو قرآن کریم کا کچھ حصہ سیکھا دے بطور مہر جبکہ ایک دوسرے کیس میں ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ کے کہنے پر اسلام قبول کر لیا تو وہی ان کا مہر قرار پایا (نسائی کی یہ روایت اگلے صفحے پر ہے)۔ تاہم "شرعی حق مہر" کے نام سے ہمارے معاشرے کے اونچے/ خوشحال اور بہت ہی زیادہ پڑھے لکھے لوگوں میں بھی ایک رواج ہے کہ وہ اپنی جائداد/ منقولہ/ غیر منقولہ کو بچانے کے لئے اس حیلے سے کام لیتے ہیں.... اسلام میں اس کا قطعاً کوئی تصور نہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں، اس امر کا ارادہ کیا کہ مہر کی رقم کو محدود کر دیا جائے تاکہ غریب مردوں کو شادی کرنے میں آسانی رہے لیکن ایک بوڑھی صحابیہؓ نے اس کی سختی کے ساتھ مخالفت کی اس بناء پر کہ اللہ اور رسول ﷺ نے مہر کی رقم کے لیے کسی قسم کی کوئی حد نہیں لگائی تو ایسے عالم میں حضرت عمرؓ کو کیسے یہ اختیار ہے کہ وہ مہر کی رقم پر کوئی حد لگائیں؟.... حضرت عمرؓ نے اس رائے کو نہایت خوش دلی سے قبول کیا یہ کہتے ہوئے کہ "مدینے کی عورتیں بھی عمر سے زیادہ قرآن کا فہم رکھتی ہیں!"....اس سے ہمارے اس موقف کی بھی تائید ہوتی ہے کہ اسلام کے دورِ اولین میں عورتوں کو دین (قرآن اور حدیث) کا اس قدر فہم تھا کہ وہ خلیفہ رسول ﷺ کے سامنے بھی اپنے موقف کا برملا اظہار کر دیا کرتی تھیں۔ اور ان کی رائے کا احترام کیا جاتا

تھا۔اس سے اسلام میں عورتوں کے مرتبہ ومقام اوران کو دینی معاملات میں اپنی رائے کے اظہار کی اجازت کا پتہ چلتا ہے تاہم طبقہ اناث فہم دین سے نابلد ہوتا چلا گیا اور یوں ایک دور آ گیا کہ وہ مستشرقین کی دریوزہ گر ہو کر رہ گئیں۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر، آسماں نے ہم کو دے مارا

درج ذیل حدیث، نکاح کے لیے مہر کی ادائیگی کے لئے آسان طریقے کی نشان ہی کرتی ہے آج کے معاشرے میں دولت اور دیگر ضروریات زندگی کے مطالبات کی وجہ سے شادی کو موخر کرنے کے لیے جو معیار بنالیا گیا ہے، اس سے معاشرے میں بے شمار لڑکیاں اپنے ماں باپ کے گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہیں۔اس حدیث اور صحابیہؓ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل پر غور کرنے کی جتنی ضرورت اس دور میں ہے، شاید اس سے پہلے کبھی نہ تھی! نیز اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دور اول کی صحابیہؓ خواتین، اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کس قدر دلچسپی رکھتی تھیں کہ جب ایک بہت مال دار شخص نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تو انہیں سب سے پہلے فکر اپنے دین کو ایمان کو بچانے کی ہوئی کہ ایک مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح نہیں ہوسکتا۔اس لئے انہوں نے ایک ایسی شرط بطور مہر عائد کر دی جو اگرچہ مشکل نہ تھی تاہم اس سے ایک شخص دائرہ اسلام میں آ گیا....اور بعد میں اس کی تمام دولت بھی انہیں مل گئی!

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ تَزَوَّجَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الإِسْلاَمَ أَسْلَمَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ أَبِي طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنْ أَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ . فَأَسْلَمَ فَكَانَ صَدَاقَ مَا بَيْنَهُمَا . (سنن النسائي 3340)

"ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے شادی کی تھی اور ان کا حق مہر اسلام ٹھہرا تھا۔ وہ اس طرح کہ ام سلیمؓ نے ابوطلحہؓ سے پہلے اسلام قبول کر لیا تو ابوطلحہؓ نے ان کو نکاح

کا پیغام بھیجا تو ام سلیمؓ نے کہا: "میں مسلمان ہو چکی ہوں، اگر تم بھی اسلام قبول کر لو تو میں تم سے نکاح کر لوں گی، چنانچہ ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور ان کا حق مہر اسلام ہی ٹھہرا۔"

اسلام، عورت پر ہر قسم کا نا قابل برداشت بوجھ ڈالنے کا مخالف ہے کیونکہ اسلام چاہتا ہے کہ شادیاں کامیابی سے ہمکنار ہوں اور زوجین باہمی مودت و محبت سے زندگی بسر کریں۔ اس میں سب سے زیادہ اہمیت دونوں فریقوں کا ہمسر اور برابر ہونا (کفو کا تصور) ہے۔ دونوں کے درمیان حسن و سیرت، عادات و اخلاق، ذہنی رجحانات اور تصورات کے لحاظ سے بھی برابری ہونی چاہیے.... ہماری پڑھی لکھی خواتین نے اسلام کے اس پہلو کی حکمتوں اور نزاکتوں پر غور نہیں کیا ورنہ وہ اس بات کی قائل ہو جاتیں کہ اسلام نے ان کے حقوق اور بہتری کے لئے ایسے دور رس اقدامات تجویز کیے ہیں جو دنیا کے کسی بھی معاشرے، مذہب میں نہیں پائے جاتے (جس کی ایک مثال گذشتہ صفحات میں حدیث خنساءؓ بنت خذام کے حوالے سے بخاری نے روایت کی ہے)۔

نیز اس کی ایک مثال ذیل کی حدیث سے بھی ملتی ہے کہ شادی کے بعد اگر کوئی ایسا امر واقع ہو جائے کہ عورت محسوس کرے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اخلاص و محبت کا رشتہ استوار نہیں رکھ سکتی یا اسے ڈر ہو کہ وہ اس کی حکم عدولی کی بناء پر گناہ گار ہو گی تو ایسی صورت میں اسلام اسے مرد سے خلع حاصل کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ ذیل کی دو احادیث اس بارے میں بہت اہم ہیں کہ اسلام میں عورت کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ زَوْجَ، بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي، وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِعَبَّاسٍ "يَا عَبَّاسُ أَلاَ تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ، وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا" فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم "لَوْ رَاجَعْتِهِ". قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَأْمُرُنِي قَالَ

SULEMANI.COM.PK

"إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ". قَالَتْ لاَ حَاجَةَ لِي فِيهِ. (بخاری 5283)

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت بریرہؓ کا شوہر ایک غلام سیاہ رنگ والا تھا۔ جس کا نام مغیث تھا۔ میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں اس کے پیچھے پھرتا تھا اور روتا تھا اور آنسو اس کی داڑھی پر بہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس! کیا تمھیں مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کے اس سے بغض پر تعجب نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا کاش کہ تم اس کی طرف رجوع کرتی۔ بریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم فرما رہے ہیں، فرمایا میں سفارش کرتا ہوں بریرہؓ نے کہا مجھے اس میں کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے!"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةَ، ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتُبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلاَ دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الإِسْلاَمِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ". قَالَتْ نَعَمْ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً" (بخاری 5273)

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قیس بن ثابتؓ کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ثابت بن قیس جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کے اخلاق اور دینداری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے (ان سب کے باوجود میری طبیعت ان سے جوڑ نہیں کھاتی اور ان کے ساتھ رہنے کو جی نہیں چاہتا) لیکن میں مسلمان ہوتے ہوئے ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کا باغیچہ

SULEMANI.COM.PK

واپس کردو گی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں میں واپس کردوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم باغیچہ قبول کرلو اور (اس کے عوض) اس کو ایک طلاق دے دو۔"

درج بالا دو احادیث بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں۔ دونوں روایتوں کو پڑھنے سے اگرچہ معاملے کی نوعیت سمجھ آجاتی ہے کہ بیوی کے خاوند کو پسند نہ کرنے کی بناء پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاوند کو اسے طلاق دینے کو کہا اور دوسری حدیث میں بیوی نے مہر میں دیا ہوا باغ خاوند کو واپس کردیا (اس طریق کو شریعت میں خلع کہتے ہیں جو بیوی کے مطالبے پر ہوتا ہے) تاہم ضروری ہے کہ ہم اول الذکر حدیث کا پس منظر بھی بیان کریں اور اس حدیث سے اخذ کردہ چند نتائج کی جانب بھی اپنے قارئین (بالخصوص پڑھے لکھے طبقے) کی توجہ مبذول کرائیں۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا، ایک حبشی لڑکی عتبہ بن ابولہب کی لونڈی تھی۔ جس نے اسے مجبور کرکے اس کی شادی مغیث نامی ایک حبشی سے کردی۔ وہ اس رشتے کو کبھی قبول نہ کرتی اگر وہ اپنے معاملات کی خود ذمہ دار ہوتی (کیونکہ وہ لونڈی تھی اس لئے مالک کے کہنے پر مجبوراً شادی کرلی)۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر رحم کھاتے ہوئے[1] اسے خرید کر آزاد کردیا۔ تب اس نوجوان لڑکی نے محسوس کیا کہ اب وہ آزاد ہے اور اپنی مرضی سے اپنی شادی کے بارے میں فیصلہ کرنے کی مجاز بھی.... اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ وہ اسے طلاق دے دے۔ اس کا خاوند روتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلتا اور اس کی منت سماجت کرتا لیکن لڑکی نے انکار کردیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے

---

1 "جنس نسوانی پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو بتادیا کہ ایک مسلمان عورت پردہ میں رہ کر بھی علمی، مذہبی، اجتماعی اور سیاسی اور دنیاوی عظمت اور اصلاح وارشاد اور امت کی بھلائی کے کام بجالاسکتی ہے۔ غرض اسلام نے عورتوں کو جو رتبہ بخشا ہے اور ان کی گذشتہ گری ہوئی حالت کو بہت اونچا کیا ہے، ام المومنین رضی اللہ عنہا کی زندگی اس کی عملی تفسیر ہے۔" (سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ از سید سلیمان ندوی 2005)

SULEMANI.COM.PK

اس لڑکی کے اپنے خاوند سے طلاق لینے پر اصرار کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کو آگاہ کیا جس پر آپ ﷺ بہت متاثر ہوئے اور اس معاملے کو حل کرانا چاہا۔ آپ ﷺ نے ابن عباسؓ سے کہا کہ "اے عباس کیا یہ امر تمہارے لیے باعث تعجب نہیں کہ مغیثؓ اپنی بیوی بریرہؓ سے کس قدر محبت کرتا ہے اور وہ اس سے کس قدر نفرت کا اظہار کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے بریرہؓ سے فرمایا "تم دوبارہ اس کے ساتھ کیوں نہیں چلی جاتیں؟" (یعنی مفاہمت کیوں نہیں کر لیتیں؟)۔ اس نے کہا کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ مجھے ایسا کرنے کا حکم دے رہے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "میں اس کی طرف سے صرف سفارش کر رہا ہوں۔"....اس نے کہا کہ "مجھے اس کی ضرورت نہیں۔" آپ ﷺ انسانی جذبات و نفسیات کے اس واقعے سے بہت متاثر ہوئے....ایک طرف محبت کے اس قدر فراواں جذبات اور دوسری جانب اس شدت کے ساتھ نفرت اور بیزاری کا اظہار!۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے کہنے پر مغیثؓ نے اسے ایک طلاق دے دی!....ایک دوسری روایت میں ہے کہ بریرہؓ نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ میں نے اپنے خیمہ کا پردہ اٹھایا اور **مجھے اپنا خاوند دوسرے لوگوں کے درمیان اس قدر ٹھگنا، پستہ قد، اور سیاہ رو نظر آیا کہ میں اس سے نباہ نہیں کر سکتی اور میں اپنا سر اس کے ساتھ ایک تکیہ پر نہیں رکھ سکتی۔** اگر چہ مجھے اس کے دین اور اخلاق کے بارے میں کوئی شکوہ نہیں، تاہم میں اس کے ساتھ نباہ نہیں کر سکتی اور مسلمان ہوتے ہوئے ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں!....درج بالا واقعے سے درج ذیل چند نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

☆....عورت نے ناپسندیدگی بوجہ خاوند کے بدصورت، پستہ قد، اور سیاہ رو ہونے کی بناء پر اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا....نیز اللہ کے رسول ﷺ کی سفارش (یہ معلوم کرنے کے بعد کہ یہ آپ ﷺ کا حکم نہیں) بلکہ سفارش ہے اسے قبول نہ کیا اور اپنی رائے/ درخواست پر اصرار کیا اور طلاق حاصل کر لی۔

☆....نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے ایک عورت کے

اس قدر لطیف اور نازک جذبات کو نہ صرف محسوس فرمایا بلکہ اس عورت کو خاوند کی نافرمانی سے بچانے کے لئے اسے طلاق دلا دی۔

☆....اس حدیث میں موجودہ امت کے ان کے "بڑے بزرگوں" کے لئے ایک بہت بڑا اسبق ہے جو اپنی رائے پر اس قدر اصرار کرتے ہیں کہ انہیں اپنے بچوں کی رائے/ پسند یا ناپسند کا خیال تک نہیں رہتا۔ وہ شریعت کے اس حق کو استعمال کرنے کو کہ لڑکی کی شادی کے لیے ولی/ والد کی اجازت ضروری ہے، اس قدر اصرار کرتے ہیں کہ اپنی لڑکی کے جذباتِ لطیف کا خیال تک نہیں کرتے۔ جس کا نتیجہ بعض اوقات بہت خراب نکلتا ہے۔

☆....اس حدیث سے ہمیں اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں عورتیں (اور وہ بھی ایک آزاد کردہ لونڈی) اپنے حقوق کا اس قدر واضح شعور اور احساس رکھتی تھیں کہ ایک لونڈی نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا کہ آیا یہ آپ ﷺ کا "حکم" ہے (کہ اس سے سرتابی کی گنجائش نہ تھی) تاہم جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ حکم نہیں بلکہ تمہارے خاوند کی جانب سے "سفارش" کر رہا ہوں تو اس نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں.... بالالفاظ دیگر مجھے اپنے فیصلے پر اصرار ہے....اس نازک مرحلے پر بھی اللہ کے رسول ﷺ کی غایت محبت و شفقت، جو آپ ﷺ کو طبقہ اناث سے تھی، نے نہایت کریمانہ انداز میں اس کی درخواست قبول فرمائی اور خاوند کو ایک طلاق دینے کی ہدایت فرمائی۔

☆....حدیث میں اس لونڈی کے یہ الفاظ کہ **"میرا سر خاوند کے ساتھ ایک تکیے پر نہیں ٹک سکتا ہے"** بھی بہت معنی خیز ہیں کہ اس دور کی لونڈیاں تک مافی الضمیر کے اظہار کے لئے کس قدر شستہ اور فصیح و بلیغ الفاظ ادا کرتی تھیں جس سے میاں بیوی کے درمیان نہایت محبت و یگانگت اور مودت و رحمت کا اظہار ہوتا ہے!

شادی/ بیاہ سے متعلق چند احادیث: گذشتہ صفحات میں ہم نے شادی/ نکاح کے ادارے کے قیام کے لئے اسلامی نقطہ نظر بیان کیا ہے کہ اسلام شادی کا سب سے بڑا

وکیل اور حامی ہے اور یہ ایک دینی فریضہ، اخلاقی حفاظت کا ذریعہ اور ایک معاشرتی ضرورت ہے۔سورہ الرعد(38:13) میں قرآن کریم نے انبیاء ورسل کے بیوی بچوں کا ذکر فرمایااور سورۃ النور(32:24) میں فرمایا:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ {32/24}

"تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں، اور تمہارے لونڈی، غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو"....

قرآنی احکامات کی تفصیل احادیث میں یوں بیان ہوئی کہ "شادی میری سنت ہے اور جو شخص میری سنت سے منہ موڑتا ہے، وہ مجھ سے منہ موڑتا ہے"

انسانوں میں جنسی خواہش شاید دیگر جبلتوں/ خواہشوں کی نسبت سب سے زیادہ طاقتور اور ہوش وحواس پر چھا جانے والی جبلت ہے۔اس کا اصل مقصد صرف جنسی لذت کا حصول ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعے زوجین کو مباشرت کے ذریعے سے بچوں کی پیدائش کے لیے بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے عہد پر قائم رکھنا ہے۔تاہم حظِ نفس کا حصول اور مباشرت سے لذت یاب ہونا بھی ایک اہم طبعی ضرورت ہے۔قرآن کریم نے سورۃ الروم (30:21) میں زوجین کے درمیان جنسی تعلق کو سکون اور محبت ومودت کے حصول کا ذریعہ بتایا ہے۔متعدد احادیث میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو پاکباز رہنے کے لئے مباشرت کو ایک اہم اور از خود مقصد بتایا گیا ہے۔ذیل کی حدیث سے اس امر کا جائزہ کیا جا سکتا ہے:

تین حضرات نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور

SULEMANI.COM.PK

کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اوران سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے (بخاری 5063، صحیح مسلم 1401)

سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے اس دنیا سے وصال کے وقت آپ ﷺ کی نو (9) ازواج مطہراتؓ بقید حیات تھیں جن کے ساتھ آپ ﷺ محبت و الفت کے تعلقات نبھاتے رہے ماسوائے حضرت سودہؓ کے جنہوں نے اپنا حق اپنی مرضی سے حضرت عائشہؓ کو دے رکھا تھا۔ (سنن النسائی 3197)

شادی کے ضمن میں ہونے والی بیوی کو دیکھ لینا، کنواری لڑکی سے شادی کرنا نیز دیگر امور میں دونوں فریقوں کا ہم پلہ/ برابر ہونا (کفو) ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ کسی عورت کی شادی ایک بوڑھے مرد سے کردی گئی ہے۔ تو آپؓ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں حضور ﷺ کی یہ حدیث سنائی کہ "اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور کسی بھی مرد کی شادی اس کی ہم عمر عورت سے ہی کرو" آپؓ نے مزید کہا کہ "اپنی نوجوان لڑکیوں کو کسی بدصورت لڑکے سے شادی کرنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ انہیں بھی وہ چیز (خوبصورتی) پسند ہے جو تم پسند کرتے ہو"

جنسی امور کے بارے میں نوجوانوں (لڑکے اور لڑکیاں دونوں) میں بہت سے مغالطے اور غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں بالخصوص نوجوان لڑکیاں ان ذمہ داریوں سے اکثر اوقات آگاہ نہیں ہوتیں جو کہ بطور بیوی ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے خاوند پر یہ دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ان معاملات پر بتدریج بات چیت

کرے تاکہ یہ اموراس کو آسانی سے سمجھ آسکیں۔اس ضمن میں بالخصوص بیویوں کو اس امر کا علم ہونا بہت ضروری ہے کہ مرد لوگ مباشرت کے معاملے میں نہ صرف جلد باز ہوتے ہیں بلکہ شادی کے ابتدائی ایام میں بار بار اس عمل کو دہرانا (تکرار کرنا) چاہتے ہیں۔عین امکان ہے کہ بیوی اس کے لئے جلد راضی نہ ہو سکے تاہم ابتدا میں چند دن تک خاوند کے ساتھ تعاون کرنے پر نہ صرف اس فوری جذبے کی تسکین ہو جاتی ہے بلکہ اس کی وجہ سے زوجین کے درمیان ایک ایسی دائمی محبت اور پیار کی بنیاد بھی پڑ جاتی ہے جو عمر بھر قائم رہتی ہے.... بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ہم کوئی ایسی بات کہہ رہے ہیں جو بہت پرانے زمانے میں تو شاید درست سمجھی جاتی ہو لیکن موجودہ زمانے میں ایسا نہیں ہوتا...حقیقت یہ ہے کہ آج بھی لڑکوں اور لڑکیوں میں ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ وہ دونوں جیون ساتھی اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ نہیں ہوتے!

میاں بیوی کے جسمانی/جنسی تعلقات کے تسلسل سے دونوں کے باہمی تعلقات میں پختگی اور پائیداری پیدا ہوتی ہے بالخصوص اوائل شادی میں۔تاہم ایک شادی شدہ زندگی کو دوام بخشنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان تعلقات کو جاری رکھا جائے کہ ایک مرد کو جس طرح عورت کی ضرورت ہوتی ہے، اس طرح ایک عورت کو مرد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔یوں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہ صرف اپنی بلکہ خاندان کی خوشحالی اور سکون واطمینان کا سامان کرتے ہیں....یہ ایک امر واقعہ ہے جس کا مشاہدہ ہمارے معاشرے میں روزانہ کیا جا سکتا ہے کہ جب میاں بیوی کسی قدر بوڑھے ہونے لگتے ہیں تو ان کے تعلقات میں ایک جمود اور ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے....اس کی وجہ ان دونوں کے درمیان جنسی تعلقات کا بہت حد تک (یا مکمل طور پر) منقطع ہو جانا ہے۔ایک ماہر نفسیات کے مطابق ”جب میاں بیوی کے ایک بستر پر سونے کا عمل منقطع ہو جاتا ہے تو پھر ان کے درمیان سے محبت کھڑکی کے راستے باہر چلی جاتی ہے۔“(Rober Chartam 1969)

یاد رہے کہ جنسی مسائل میں غلط فہمیوں کا سلسلہ کچھ آج کے دور کی ہی پیداوار نہیں بلکہ

دورِ جاہلیت میں بھی اس قسم کی غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں جن کی اصلاح قرآن وحدیث کے ذریعے کی گئی۔ چند احادیث جن پر آج کے دور میں بھی اعتراضات کیے جاتے ہیں ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

حضرت جابرؓ کے حوالے سے بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ "یہودی یہ خیال کرتے تھے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت پیچھے کی طرف سے (Doggy Styls) کرتا ہے تو اس کے بچوں میں بھینگا پن (Squint) پایا جاتا ہے۔" تب اللہ کریم نے سورہ البقرہ (2:223) میں فرمایا "تمہاری عورتیں، تمہاری کھیتیاں ہیں۔ تمہیں اختیار ہے کہ جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ مگر اپنے مستقبل کی فکر کرو"....اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "آگے یا پیچھے (جس طرف سے بھی چاہو، مباشرت کر سکتے ہو جب تک کہ دخول فرج (یعنی ویجائینہ Vagina) میں ہو" (بخاری، 4528)

اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "انصار (قبول اسلام سے قبل) مشرک تھے لیکن یہودیوں کے ساتھ رہتے تھے جو اہل کتاب تھے اور انصار، علمی طور پر یہودیوں کو اپنے سے بہتر خیال کرتے تھے اور بہت سے امورِ زندگی میں ان کی پیروی کرتے تھے۔ اہل کتاب اپنی عورتوں سے مباشرت پہلو پر لیٹ کر (سائڈ سے) کرتے تھے کہ یوں یہ عمل عورت کے لئے زیادہ حیا کا پہلو رکھتا تھا اور انصار بھی اسی کی پیروی کرتے تھے۔ جبکہ قریش کے لوگ ان کے برعکس اپنی عورتوں سے مباشرت مختلف غیر معمولی (متنوع) طریقوں سے کیا کرتے تھے یعنی آگے سے، پیچھے سے یا لیٹ کر۔ جب مہاجرین، مدینہ آئے تو ان میں سے ایک نے کسی انصاری عورت سے شادی کی اور اپنے طریقے سے مجامعت کرنی چاہی۔ اس عورت نے اس کی اجازت نہ دی اور کہا کہ "ہم مباشرت سائڈ پر لیٹ کر ہی کرتے ہیں، آپ بھی اسی طرح سے کرو یا مجھ سے علیحدہ رہو" یہ معاملہ اس حد تک پیچیدہ ہو گیا کہ معاملہ، اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۂ البقرہ کی درج بالا آیت نازل کی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ "آگے، پیچھے یا لیٹ کر (سائڈ

سے) مباشرت کرنی جائز ہے تاہم اس جگہ جس احتیاط کی ضرورت ہے وہ یہ کہ دخول بچے کی پیدائش کے لئے کیا جائے (یعنی فرج میں)" (ابوداؤد 2164)

سید مودودیؒ (1999 الف) اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ "یعنی فطرۃ اللہ نے عورتوں کو مردوں کے لئے سیر گاہ نہیں بنایا بلکہ ان دونوں کے درمیان کھیت کا سا تعلق رکھا ہے۔ کھیت میں کسان محض تفریح کے لئے نہیں جاتا بلکہ اس لئے جاتا ہے کہ اس سے پیداوار حاصل کرے۔ نسل انسانی کے کسان کو بھی انسانیت کی اسی کھیتی میں اس لئے جانا چاہیے کہ وہ اس سے نسل کی پیداوار حاصل کرے۔ شریعت کو اس سے بحث نہیں کہ تم اس کھیت میں کاشت کس طرح کرتے ہو، البتہ اس کا مطالبہ تم سے یہ ہے کہ کھیت ہی میں جاؤ اور اس غرض کے لئے جاؤ کہ اس سے پیداوار حاصل کرنی ہے"۔۔۔۔ نیز "اپنے مستقبل کی فکر کرو" کی تشریح میں لکھا کہ "جامع الفاظ ہیں، جن سے دو مطلب نکلتے ہیں اور دونوں کی یکساں اہمیت ہے۔ ایک یہ کہ اپنی نسل برقرار رکھنے کی کوشش کرو۔۔۔۔ دوسرے یہ کہ جس آنے والی نسل کو تم اپنی جگہ چھوڑنے والے ہو، اس کو دین و اخلاق اور آدمیت کے جوہروں سے آراستہ کرنے کی کوشش کرو۔"

درج بالا احادیث جو حضرت جابرؓ اور ابن عباسؓ کے حوالے سے درج کی گئی ہیں نیز اس قبیل کی دیگر احادیث کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ دنیا میں پیغمبر ہدایت بن کر آئے تھے۔ منکرین حدیث کی تشریح و توجیہہ کے برعکس، ان کی حیثیت ایک مربی، معلم اور مزکّی کی تھی۔ آپ ﷺ نے انسانی زندگی کے جملہ مسائل بشمول جنسی مسائل یعنی مباشرت کی مختلف حالتوں کے بارے میں بھی صحابہ کرامؓ کی راہ نمائی فرمائی۔۔۔۔ درج بالا آیت (سورہ البقرہ 2:223) میں اللہ کریم نے بھی زوجین کے درمیان جنسی تعلق کو نہایت بلیغ انداز (کھیتی) کے لفظ سے بیان فرمایا جس کی تشریح سید مودودیؒ کے قلم سے اوپر گذر چکی ہے۔ ایک دوسری جگہ (سورہ البقرہ 2:187) میں زوجین کو ایک دوسرے کے لئے لباس قرار دیا گیا ہے "وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس

ہو"....ڈاکٹر یوسف قرضاوی (1999) نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ زوجین کے درمیان تعلق لباس کی طرح ایک جزو لاینفق کی مانند ہونا چاہیے۔

نسائی اور ترمذی میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ، ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں تباہ ہو گیا" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا "اے عمرؓ تمھیں کس چیز نے تباہ کر دیا؟" عمرؓ نے جواب دیا کہ "میں نے گذشتہ شب اپنی سواری کو تبدیل کر لیا" (جس کا مطلب ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت فرج میں پیچھے کی طرف سے کی تھی)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ جب سورہ البقرہ کی آیت (2:223) نازل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "(مباشرت) آگے یا پیچھے کی طرف سے کرو لیکن مقعد اور عورتوں کے ایام ماہواری میں پرہیز کرو۔" (جامع الترمذی 2980)

یاد رہے کہ اسلامی فقہی لٹریچر میں مسلم فقہا نے مباشرت کے مختلف طریقوں کے بارے میں بھی بہت ہی پرمغز گفتگو کی ہے۔ انہوں نے قرآنی آیات سے استشہاد کرتے ہوئے مباشرت کی مختلف حالتوں کو بیان کیا ہے۔

(سورہ البقرہ 2:223۔ سورہ النساء 4:34، سورہ الاعراف 7:189، سورہ القیامہ 75:37)

درج بالا آیاتِ قرآنی اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ہم نے جو معروضات پیش کی ہیں، ان کی روشنی میں معترضین (منکرین حدیث، مستشرقین اور تحریک نسواں کے حامی مرد اور خواتین) کے تمام اعتراضات ختم ہو جانے چاہئیں۔ کیونکہ جب ایک انسان اس تمام سکیم سے آگاہ ہوتا ہے جو اسلام نے بطور طریق زندگی (Way of Life) دی ہے اور جس کے دائرے میں زندگی کے تمام شعبے اور پہلو (معاشی، تعلیمی، سیاسی، انفرادی، اجتماعی، بین الاقوامی) آتے ہیں تو پھر یہ کیوں کر توقع کی جا سکتی ہے کہ اسلام نے انسان کی جنسی زندگی اور بالخصوص میاں بیوی کے درمیان جنسی اختلاط جیسے موضوع کے بارے میں کوئی راہ نمائی نہ دی ہو؟ اسلامی لٹریچر (احادیث اور فقہی مسائل)

SULEMANI.COM.PK

میں مسلم اہل علم اور فقہائے کرام نے ان امور کے بارے میں جو تفصیلاً گفتگو کی ہے، ہمیں اس پر تعجب کا اظہار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس قسم کی راہ نمائی نہ دینے پر بجا طور پر کہا جا سکتا تھا کہ یہ کیسا نظامِ زندگی ہے جس نے انسانی زندگی کے اس اہم ترین پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے۔

مزید برآں، ہم ان تمام معترضین کی توجہ اس جانب بھی مبذول کرانا چاہیں گے کہ ان کے اعتراضات کی "زد" میں تو خود قرآن کی آیات بھی آتی ہیں جن میں "عورتوں کو کھیتی" اور ان کے ساتھ "رمضان کی راتوں میں شب باشی" نیز حیض و نفاس/ احتلام/ مباشرت کے بارے میں پاکیزگی و طہارت حاصل کرنے کے احکامات دیئے گئے ہیں....اسلام کی نظر میں شہوت اور زنا و دیگر تمام ناجائز طریقوں سے انسان کو بچانے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ شادی کے دائرے میں رہتے ہوئے میاں بیوی ایک دوسرے سے بھرپور انداز میں جنسی حظ حاصل کریں۔

شادی بیاہ سے متعلق مزید چند ہدایات: ازدواجی زندگی میں بیوی کے ساتھ جنسی لذت کا حصول از خود ایک پسندیدہ فعل ہے، اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ کنواری لڑکی سے شادی کریں۔ اس ضمن میں ایک حدیث جو صحیح بخاری میں مروی ہے، نہایت ہی لطیف اور فصیح انداز میں اس امر کی جانب توجہ دلائی گئی ہے....ہماری یہ دیانت دارانہ رائے ہے کہ انسانی تاریخ میں کوئی ایسی ایک مثال بھی ڈھونڈے سے نہیں ملے گی جس میں اس اندازِ رعنائی اور محبت کے ساتھ زوجین کے درمیان تعلق کے موضوع پر بات کی گئی ہو:

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا، وَوَجَدْتَ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا، فِي أَيِّهَا كُنْتَ تُرْتِعُ بَعِيرَكَ قَالَ "فِي الَّذِي لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا". تَعْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا

SULEMANI.COM.PK

غَيْرَهَا. (بخاری 5077)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! فرمائیے اگر آپ کسی وادی میں اتریں اور اس میں ایک درخت ایسا ہو جس میں اونٹ چر گئے ہوں اور ایک درخت ایسا ہو جس میں سے کچھ بھی نہ کھایا گیا ہو تو آپ اپنا اونٹ ان درختوں میں سے کس درخت میں چرائیں گے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس درخت میں جس میں سے ابھی چرایا نہیں گیا ہو۔ ان کا اشارہ اس طرف تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سوا کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

درج بالا صفحات میں تفصیلاً گفتگو کی گئی ہے کہ موجودہ دور میں جو جنسی اشتعال اور تحریک دلانے والا شہوانی ماحول آج کے معاشرے میں ہر سو پھیلا ہوا ہے جس سے صرفِ نظر کرنا ایک نیک شخص کے لئے ممکن نہیں۔ مسلمانوں کو باعفت زندگی بسر کرنے اور ہر قسم کے غیر اخلاقی افعال/گناہوں سے بچنے کا جو اہتمام اسلام میں کیا گیا ہے، اس کا اندازہ ذیل کی حدیث سے لگایا جا سکتا ہے!

سیدنا جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ "میں اپنی نظر کو پھیر لوں۔" (مسلم 2159/a)

اسلام کے بارے میں ایک غلط فہمی یہ بھی پھیلائی گئی ہے کہ یہ انسانی زندگی میں تفریح اور مناسب ہنسی مذاق کو برداشت نہیں کرتا بلکہ ایک زاہدانہ اور راہبانہ طرز زندگی کا مذہب ہے جہاں انسان کے لطیف جذبات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس غلط فہمی اور تاثر کی علمی اور عملی حیثیت کیا ہے تاہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مطالعے سے تو اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ درج بالا صفحات میں درج دو احادیث کے مطالعے سے تو اس کی قطعی تردید ہوتی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت عائشہؓ کے

ساتھ نہایت بلیغ اور لطیف انداز میں گفتگو فرمائی اور ایک دوسری حدیث (بخاری:2967) میں اپنے ایک صحابیؓ (حضرت جابرؓ) کو کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں ہدایت فرمائی۔ اس ضمن میں ایک مزید حدیث کا مطالعہ درج بالا غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے کافی ہے!

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِنَّ اللّٰهَ لَيُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلاَثَةً الْجَنَّةَ صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِيَ بِهِ وَالْمُمِدَّ بِهِ." وَقَالَ "ارْمُوا وَارْكَبُوا وَلأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا كُلُّ مَا يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ إِلاَّ رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ وَمُلاَعَبَتَهُ أَهْلَهُ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ". (جامع الترمذي:1637)

"ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ لغو اور کھیل تماشا ہوتی ہے سوائے چار چیزوں کے۔ دو نشانوں (ٹارگٹوں) کے درمیان کسی شخص کا دوڑ کا مقابلہ کرنا اور اپنے گھوڑے کو سدھانا اور مرد کا اپنی اہلیہ کے ساتھ ہنسی کھیل کرنا اور تیرا کی سیکھنا۔"

اس ضمن میں ایک مزید حدیث مبارکہ بھی جو حضور اکرم ﷺ کے ذاتی اسوۂ حسنہ پر روشنی ڈالتی ہے، ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔ عائلی اور خاندانی زندگی کے جس من موہنے کردار کی اس حدیث سے عکاسی ہوتی ہے، اس کا تصور ایک حساس دل بآسانی کر سکتا ہے تاہم اس میں ان لوگوں کے لئے بھی ایک سبق پنہاں ہے جو اسلامی زندگی میں تقشّف اور ذہنی ناآسودگی کے قائل ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ابھی لڑکی تھی اور ہلکی پھلکی تھی کہ ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں گئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: "تم آگے نکل چلو۔" پھر (جب صحابہؓ آگے نکل گئے تو) آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "ہم دونوں

دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں۔" چنانچہ ہم دوڑے تو میں اس دوڑ میں آپ ﷺ سے آگے نکل گئی۔ پھر اس موقع کے بعد اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ عرصہ خاموشی اختیار کی، اسی اثنا میں ایک بار پھر آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں ہمرکاب تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: "تم آگے نکل چلو۔" (صحابہ آگے نکل گئے تو) آپ ﷺ نے فرمایا: "آؤ ہم دونوں دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں۔" اور میں پچھلا واقعہ بھول چکی تھی اور مجھ پر موٹاپا بھی طاری ہو چکا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں ایسی حالت میں آپ ﷺ سے کیسے دوڑ کا مقابلہ کر سکتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسا ضرور کرنا ہوگا۔" چنانچہ میں دوڑ پڑی اور آپ ﷺ مجھ سے سبقت لے گئے تو آپ ﷺ ہنس کر فرمانے لگے: "آج کی میری جیت آپ کی پہلی والی جیت کا بدلا ہے۔"

عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ "هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ"

(ابو داد: 2578)

اس ضمن میں مزید ایک حدیث ذیل میں درج کی جا رہی ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کے ساتھ کس والہانہ انداز میں محبت فرمائی۔

عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "إِنِّي لأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً، وَإِذَا كُنْتِ عَلَىَّ غَضْبَى" قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذَلِكَ فَقَالَ "أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ لاَ وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، وَإِذَا كُنْتِ غَضْبَى قُلْتِ لاَ وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ" قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَهْجُرُ إِلاَّ اسْمَكَ. (بخاری 5228، مسلم 2439/a)

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا

SULEMANI.COM.PK

میں خوب پہچانتا ہوں کہ کب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کب تم مجھ پر ناراض ہو جاتی ہو۔اس پر میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات کس طرح سمجھتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم! میں نے عرض کیا ہاں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! (غصے میں) صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام زبان سے نہیں لیتی"۔

درج بالا دونوں احادیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالص نجی، عائلی زندگی کی ایک من موہنی تصویر ہے جس کا اندازہ بھی موجودہ زمانے کے مرد و زن کے لئے کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے جو دنیاوی زندگی کی دوڑ میں مسابقانہ انداز میں ایسے مصروف ہیں کہ انہیں اس قسم کی تفریح اور گفتگو کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ان حسین تصاویر کا مطالعہ کرتے وقت ایک حساس دل سے بے اختیار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے سلام و رحمت کے الفاظ نکل جاتے ہیں!

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چمن زار، گونا گوں رنگوں، خوشبو اور مختلف اقسام کے پھولوں کے ایک ایسے مہکتے ہوئے باغ کی مانند ہے جس میں ہر فرد کی انفرادی پسند اور ذوقِ نظر کے مطابق سامان راحت و ہدایت موجود ہے۔ ذیل کی چند احادیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی کی حسین عکاسی کرتی ہیں، ضروری ہے کہ ہر شخص اس سے اپنے مشام جان کو معطر و منور کرے۔ایک حدیث (ابوداؤد:4932) میں روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی دل آویز شخصیت کے حامل تھے۔جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر تمام لوگوں سے ممتاز تھے۔

درج ذیل حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے ولیمے کی سادگی اور پردے کے ساتھ اپنی زوجہ محترمہ (حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا) کو اپنے پیچھے اونٹ کے کجاوے میں بٹھانے کا ذکر ہے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس محبت کے انداز سے اپنے گھٹنے پر ٹیک لگا

SULEMANI.COM.PK

کرسیدہ صفیہؓ کو اونٹ پر سوار کرانے میں مدد دی، یہ امر آج کے شوہروں کے لیے سبق کا ایک ایسا پہلو اپنے اندر رکھتا ہے جس کی پیروی کرنے سے موجودہ زمانے کے بے شمار گھریلو مسائل اور جھگڑوں کا سد باب ہوسکتا ہے جو زوجین میں سے کسی ایک کی تنک مزاجی یا جذبہ تفاخر کے باعث جنم لیتے ہیں اور بعض اوقات نہایت خراب نتائج کی صورت میں ختم ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر سے واپس ہوئے (یعنی جنگ اختتام پذیر ہوگئی) پھر جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کا قلعہ فتح کرا دیا تو آپ ﷺ کے سامنے سیدہ صفیہ بنت حییؓ کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا گیا اور ان کا خاوند خیبر میں مارا گیا تھا اور وہ ابھی ابھی دلہن بنی تھیں۔ آپ ﷺ نے سیدہ صفیہؓ کو اپنی ذات کے لیے منتخب کر لیا۔ آپ ﷺ صفیہ کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے پھر جب ہم صہباء نامی بند پر پہنچے تو وہ حلال ہو چکی تھیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی پھر چھوٹے سے دسترخوان پر مالیدہ رکھ دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے اردگرد والوں کو اطلاع دے دو۔" اور نبی ﷺ نے سیدہ صفیہؓ کی شادی پر بس یہی ولیمہ کیا تھا۔ پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ سیدہ صفیہؓ کو اپنے پیچھے بٹھائے چادر کا پردہ کیے ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور اپنا گھٹنا ٹکا دیا پھر سیدہ صفیہؓ اپنا پاؤں آپ ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہوئیں۔ (بخاری 2235)

اسی طرح حضرت علیؓ کی شادی اور ایک دوسرے صحابیؓ کی شادی کے موقعہ پر کم مہر اور ولیمے کی ہدایت کا ذکر ہے۔ ایک روایت کے مطابق نبی ﷺ نے سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ (کے کپڑوں) پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا: "یہ کیا چیز ہے؟" (وہ زرد رنگ دلہنیں استعمال کیا کرتی تھیں، اس لیے آپ ﷺ نے دریافت کیا تھا) تو سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! میں نے کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا حق مہر کے عوض ایک خاتون سے شادی کی ہے (یہ رنگ وہاں سے لگ گیا ہے)۔" تو

SULEMANI.COM.PK

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بَارَكَ اللهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ". (بخاری 5155)

"اللہ آپ کی شادی کو بابرکت بنائے! ولیمہ کر لینا اگرچہ ایک بکری کا ہو۔"

درج ذیل حدیث میں گھریلو زندگی کے بارے میں انتہائی سادہ انداز میں بتایا گیا ہے تاہم اس امر کی صراحت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود بارِ نبوت کی عظیم ترین اور کٹھن ذمہ داریوں کے، گھریلو امور میں ازواجِ مطہرات ؓ کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ اس میں بھی نہ صرف ان خواتین کے لئے غور و فکر کا سامان ہے جو اسلام میں عورتوں پر "سختی" کی قائل ہیں نیز ان خاوندوں کے لئے بھی ایک بہت بڑا سبق پنہاں ہے جو گھر کے باہر تو بہت ہنس مکھ، ملنسار اور نرم خو ہوتے ہیں لیکن گھر میں داخل ہوتے ہی ان کے تیور بدل جاتے ہیں اور وہ اپنے اوپر ایک ڈکٹیٹر کا سا موڈ طاری کر لیتے ہیں وہ نہ صرف گھریلو امور نیز اپنے بچوں کی تعلیم اور ان کی اخلاقی تربیت کے بارے میں یکسر کوئی ذمہ داری نہیں لیتے بلکہ اپنی بیویوں کی معمولی سی غلطی/کوتاہی/ یا بھول چوک پر بہت تلخی اور غصے کے ساتھ بولتے اور ان کی بے عزتی کرنے حتیٰ کہ بعض اوقات مارنے سے بھی نہیں چوکتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہم سب کو اس امر کا سبق دیتا ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور محبت کے ساتھ رہیں اور خاندانی امور میں مشاورت اور مل جل کر کام کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ بچے بھی اس عمل کو اپنی زندگی کا معمول بنالیں۔

سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کے ساتھ کاموں میں مصروف رہتے تھے پھر جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز پڑھنے چلے جاتے۔"

قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلاَةِ. (بخاری 676)

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب

بھی دے لیا کرتی تھیں اور ان میں سے چند آپ ﷺ کے ساتھ کچھ وقت کے لئے ناراض بھی رہتی تھیں (بخاری: 2468، 4913)۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ کہا کہ جاہلیت کے زمانے میں ہم اپنی عورتوں کو کچھ نہیں دیا کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالی نے عورتوں کے لئے وراثت میں حصہ مقرر فرما دیا۔ ایک دفعہ میں اپنی بیوی سے کسی معاملے پر بات کر رہا تھا کہ اس نے کہا ''اگر آپ یوں کر لیتے تو بہتر ہوتا۔'' میں یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور اسے کہا ''کہ تم دین کے معاملات میں کیوں دخل دیتی ہو؟'' اس نے کہا ''اے ابن الخطاب! یہ بہت عجیب بات ہے کہ آپ میرے مشورے پر ناراض ہو گئے جب کہ آپ کی اپنی بیٹی حضور ﷺ کو جواب بھی دیتی ہے سارا سارا دن ناراض بھی رہتی ہے'' (یہ سنتے ہی) میں نے اپنی چادر کندھے پر ڈالی اور سیدھا حفصہؓ کے پاس گیا اور پوچھا کہ ''اے میری بیٹی کیا یہ صحیح ہے کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جرح کرتی ہو۔'' انہوں نے کہا ''کہ ہاں خدا کی قسم ہم رسولؐ خدا کو جواب دیتی ہیں۔'' اس حدیث سے اللہ کے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا ایک بہت ہی اچھوتا اور نادر عمل ہمارے سامنے آتا ہے جو شادی شدہ زندگی میں میاں بیوی کے درمیان انداز رعنائی کے ایک بہت عجیب پہلو کو واضح کرتا ہے!

ایک بار نبی ﷺ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی، یہاں تک کہ سیدنا ابوبکرؓ کو ثالث بنا لیا گیا تو آپ ﷺ نے عائشہؓ سے فرمایا: "عائشہ! پہلے تم اپنا بیان دو گی یا پہلے میں بات کا آغاز کروں؟" تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: "پہلے آپ ﷺ ہی بات کریں لیکن سچ سچ کہنا۔" تو ابوبکرؓ کو غصہ آ گیا اور انھوں نے (اپنی بیٹی) عائشہؓ کو تھپڑ رسید کر کے منہ سے خون نکال دیا اور فرمایا: "اے اپنی جان کی دشمن! کیا نبی ﷺ جھوٹ بول سکتے ہیں؟" تو سیدہ عائشہؓ نبی ﷺ کی پناہ لیتے ہوئے آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے چھپ گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکرؓ! ہم نے آپ کو فیصلہ کرنے کے لیے بلایا تھا نہ کہ مار پیٹ کے لیے۔" (تاریخ بغداد: ۱۱/ ۲۴۰) اور نبی ﷺ اس کے بعد تحمل اور شفقت و مہربانی سے کام لیتے ہوئے مسکرانے لگے۔ (مجمع الزوائد: ۴/ ۲۲۳)

SULEMANI.COM.PK

سیرتِ طیبہ میں زوجین کے لیے ہدایات: ذیل کے صفحات میں اب ان چند امور کے بارے میں گفتگو کریں گے جن میں زوجین بالخصوص طبقہ اناث کے لئے اسوۂ حسنہ میں ایسی ہدایات اور راہ نمائی دی گئی ہے جس پر عمل کر کے وہ اس دنیا میں اور آخرت میں بھی ایک ایسی زندگی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں جس کا تصور بھی اس دنیا میں نہیں کیا جا سکتا، تاہم جو دنیوی زندگی میں جنت سے کسی صورت بھی کم نہیں ہوتی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کے نتیجے میں!....ان احادیث کو پڑھنے سے پہلے، ہم تمام معترضین ماسوائے مستشرقین کے، نہایت ادب سے یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کی نظر سے اس قسم کی احادیث نہیں گذریں جو ذیل میں درج ہیں؟....آخر کیا وجہ ہے کہ انہیں وہ تمام احادیث چن چن کر نظر آگئیں جن سے انہوں نے من مانے معانی اور مفہوم اخذ کیے اور پھر اسے تحریروں اور تقریروں کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچانے میں اپنی تمام تر سعی و کاوش صرف کر ڈالی۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے؟
تمہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

کسی بھی معقول اور انصاف پسند شخص سے اس امر کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ قرآن وحدیث کے وسیع ترین اور متنوع لٹریچر سے اپنے مطلب کی چند احادیث نقل کر کے انہیں پھیلائے جبکہ اسی لٹریچر میں سینکڑوں کی تعداد میں جو گوہر تابدار موجود ہیں، انہیں نظر انداز کر دے!

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں!

ذیل میں ہم والدین، بیوی، بچوں، بہن اور بیٹی کے بارے میں چند احادیث نبویہ ﷺ درج کر رہے ہیں جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شادی/ بیاہ کی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ نے انسانوں کے تمام رشتوں کے حقوق بالخصوص طبقہ اناث کی

SULEMANI.COM.PK

ادائیگی کا حکم دیا ہے:

والدین: والدین کی خدمت کی تاکید نبی اکرم ﷺ نے جس زوردار انداز میں کی ہے وہ اس حدیث کے الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے!

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ". قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ "مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ" (مسلم 2551/a، جامع الترمذي 3545)

''حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: خاک آلود ہو اس کی ناک، خاک آلود ہو اس کی ناک، خاک آلود ہو اس کی ناک جس نے اپنے ماں باپ میں کسی ایک یا دونوں کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔''

ایک دوسری حدیث ابن ماجہ میں روایت کردہ ہے، یہ ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ . صلى الله عليه وسلم فَقَالَ إِنَّ أَبِي اجْتَاحَ مَالِي. فَقَالَ "أَنْتَ وَمَالُكَ لأَبِيكَ". وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "إِنَّ أَوْلاَدَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ".

(ابن ماجه: 2292)

"تو اور تیرا مال تیرے والد کی ملکیت ہے۔ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہوتی ہے، اس لیے تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھا (پی) لیا کرو۔"

والدین بالخصوص والدہ بشمول وہ خاتون جس سے کسی انسان نے بچپن میں دودھ پیا ہو (رضاعی ماں) اس کی عزت و احترام کا اندازہ، رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے لگایئے جو ہم نے گذشتہ صفحات میں سنن ابوداؤد (5144) کے حوالے سے نقل کی ہے نیز

اس دور کا ہر امتی بلکہ ہر انسان اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے اور اپنے ذہن کا جائزہ لے کہ کیا وہ اپنی والدہ اور انّا (دودھ پلائی ماں) سے اتنی ہی محبت کرتا ہے جس کا مظاہرہ ہمیں اسوۂ حسنہ کی حامل اس حدیث سے ملتا ہے.... مغربی تہذیب و تعلیم سے آنکھوں اور ذہن کی مرعوبیت کی پٹی اتار کر اگر ہم مغربی دنیا میں بوڑھے والدین کی حالت زار کا مطالعہ کریں۔ تو یہ اسوۂ حسنہ ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہونا چاہیے۔

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک: اللہ کے رسول ﷺ نے مردوں کو بالخصوص نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ بہترین طرزِ عمل اختیار کریں۔ اس کی وضاحت ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ "تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہترین ہے اور تم سب سے میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والا ہوں۔" (ابن ماجہ:1977)

درج ذیل چند احادیث، ایک مسلمان میاں بیوی کی کس قدر من موہنی تصویر پیش کرتی ہیں جو دراصل اس دنیا میں دو محبت بھرے جیون ساتھیوں کے لئے ایک معیار (Standard) کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیا اس سے زیادہ محبت و مودت کی کوئی اور مثال دنیا کے کسی مصلح اور ہادی نے طبقہ اناث کے لئے دی ہے سوائے اللہ کے رسول ﷺ کے؟

گذشتہ صفحات میں سنن ابن ماجہ (1857) کی ایک روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مومن بندہ کے لئے تقوی کی نعمت کے بعد نیک عورت کا ذکر کیا ہے۔

انسانی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ کسی عورت کے ہاں بچے کی پیدائش نہیں ہوتی یا بچے تو پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ مر جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ماں کے دل پر جو گذرتی ہے، اس کے جذبات کو بھانپتے ہوئے نیز اسے اس دنیا میں تسلی دینے کے لئے آپ ﷺ نے جو خوشخبری طبقہ اناث کو سنائی، اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ذیل کی حدیث سے لگائیے کہ ایسی عورت کس قدر خوش قسمت ہوسکتی ہے جسے دوزخ سے نجات کی خوش خبری خود اللہ کے رسول ﷺ دے رہے ہوں!

SULEMANI.COM.PK

أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ. فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ، فَكَانَ فِيمَا قَالَ لَهُنَّ "مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ ثَلاَثَةً مِنْ وَلَدِهَا إِلاَّ كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ". فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَيْنِ فَقَالَ "وَاثْنَيْنِ". (البخاری 101)

"حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیہ حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں مردوں نے خوب حاصل کر لیں (اور ہم محروم رہی جا رہی ہیں) لہٰذا اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لیے مقرر فرما دیں۔ جس میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان معلومات میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں ہم کو بتا دیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اچھا) فلاں دن تم فلاں جگہ جمع ہو جانا۔ چنانچہ مقررہ دن اور جگہ پر صحابی عورتیں جمع ہوگئیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کے دیئے ہوئے علوم میں سے بہت کچھ بتایا۔ **پھر فرمایا کہ تم میں جو عورت اپنی زندگی میں تین بچے پہلے سے آخرت میں بھیج دے گی (یعنی تین بچوں کی موت پر صبر کر لے گی) تو یہ بچوں کا پہلے سے چلا جانا اس عورت کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائے گا۔ ان میں سے ایک عورت نے سوال کیا یا رسول اللہ! اگر دو ہی بچوں کو آگے بھیجا ہو؟ یعنی کسی عورت کے دو ہی بچے فوت ہوئے اور انہیں پر صبر کرنے کا موقع ملا تیسرے کی موت کی نوبت ہی نہ آئی تو کیا دو بچوں پر صبر کرنے کا بھی یہی مرتبہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے۔ دو لڑکے بھیج دینے کا بھی یہی مرتبہ ہے۔"**

SULEMANI.COM.PK

انسانی معاشرے میں شادی/ بیاہ کے ذریعے نئے خاندان وجود میں آتے رہتے ہیں لیکن بے شمار معاشرتی مسائل ایسے ہیں جن کی وجہ سے زوجین میں ناچاقی ہوجاتی ہے اور نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ جہاں، اللہ کے رسول ﷺ نے طلاق کے بارے میں فرمایا کہ "تمام حلال چیزوں میں، اللہ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے" (ابوداؤد:2178) وہاں ایسے ماں باپ کو بھی تسلی وتشفی دینے نیز دنیا میں ان کے غم کو کم کرنے کے لئے آپ ﷺ نے وہ خوشخبری بھی دی جو ایک مسلمان ماں اور باپ کی آرزو اور آخری خواہش ہوسکتی ہے.... ملاحظہ فرمائیں رسول اللہ ﷺ کی محبت وشفقت کا اندازہ:

عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ـ صلى الله عليه وسلم ـ قَالَ "أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْنَتُكَ مَرْدُودَةً إِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ'' (ابن ماجہ 3667)

"حضرت سراقہ بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمھیں افضل صدقہ نہ بتاؤں۔ تیری ایک بیٹی جو طلاق ہونے کی وجہ سے یا بیوہ ہونے کی وجہ سے تیرے پاس واپس لوٹ آئے اور جس کا سوائے تیرے اور کوئی کمانے والا نہ ہو (اس کو دینا سب سے افضل ہے)''

اسی طرح انسانوں کو اپنی زندگی میں موت سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے۔ اگرچہ کسی بھی پیارے کی موت کا صدمہ تو ازخود ایک بہت بڑے سانحے سے کم نہیں ہوتا، تاہم ایک عورت کے لیے اس کے خاوند کی موت تو گویا اس کے لئے بھی ایک قسم کی موت ہی ہوتی ہے۔ خاوند کی موت سے نہ صرف وہ اس پر اعتماد اور فرحت پرور سائے سے محروم ہوجاتی ہے جس کے تحت وہ اپنی اور بچوں کی زندگی گذار رہی ہوتی ہے۔ عرب معاشرے میں بیوہ عورتوں کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح یتیم بچوں کے سر پر بھی کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ من جملہ دیگر مصالح کے اللہ کریم نے قرآن کریم کی متعدد سورتوں (سورہ البقرہ، سورہ النسائ) میں بیوہ اور یتیموں کی بہتری کے لئے احکامات دیئے ہیں۔

SULEMANI.COM.PK

تاہم آج کے پڑھے لکھے اور روشن خیال معاشرے میں بھی صورتِ حال عرب کے جاہل معاشرے سے کسی صورت بھی مختلف نہیں۔ کسی خاوند کی موت دراصل اس خاندان (بیوی/بچوں) کے لئے بالخصوص اور اگر اس کے ماں باپ بھی زندہ ہوں تو پھر ان کے لئے بھی ایک ایسے عظیم حادثے سے کم نہیں ہوتا جس کے برے اثرات سے وہ بیوہ، یتیم بچے بے سہارا ہو کر نہایت کسمپرسی کی حالت میں زندگی گذارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں.... یہاں بھی اللہ کے رسول ﷺ کی بے پایاں محبت اور رحمت کا اتھاہ سمندر جوش میں آتا ہے اور بیوہ/اس کے بچوں کے لیے ایسی خوشخبری کی نوید سناتے ہیں کہ بے اختیار ایک مومن/مومنہ کا دل رسول اللہ ﷺ کے لئے درود وسلام کی تہنیت اور خراجِ عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ "امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَانُوا أَوْ مَاتُوا"

(سنن أبي داود 5149)

"حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور ایک میلے کچیلے چہرہ والی عورت قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح پاس پاس ہوں گے (یزید بن ذریعؓ نے اسے بیان کرتے وقت اپنی شہادۃ اور بیچ کی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کیا) فرمایا وہ ایک ایسی عورت ہے کہ اس کا خاوند انتقال کر گیا اور حالت اور صورت میں اچھی خاصی ہوتے ہوئے اس نے کسی اور سے شادی نہ کی اور صرف اپنے یتیم بچوں کو پالنے میں لگی رہی یہاں تک کہ وہ اس سے الگ ہونے کے قابل ہو گئے یا قضاء الٰہی سے مر گئے۔"

SULEMANI.COM.PK

ایک دوسری حدیث میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا - قَالَ يَعْنِي الذُّكُورَ - أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ" وَلَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ يَعْنِي الذُّكُورَ

(ابو داؤد: 5146)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس کوئی لڑکی ہو اور وہ اس کو نہ تو زندہ دفن کرے اور نہ اس کو برے حال میں پڑا رہنے دے اور نہ اپنے بیٹوں کو اس سے بڑھا چڑھا کر رکھے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"

چمنستانِ حدیث کا دامن تو اس قدر وسیع و عریض ہے کہ انسان اس کی وسعتوں کا اندازہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک زندگی نہیں بلکہ ہمیشہ کی زندگی کی تمنا کرے تو وہ بھی کم ہے۔ تاہم انسان بالخصوص امت مسلمہ کی بدقسمتی ہے کہ وہ ان نایاب رنگ و بو اور شکل وصورت کے متنوع پھولوں کے باغ سے اپنے مشامِ جان کو معطر نہ کرسکی۔ شاید علامہ اقبالؒ نے اسی لئے امت مسلمہ کا یہ نوحہ بدیں الفاظ پڑھا تھا!

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد
می شناسی، عصر ما، باما چہ کرد؟
عصر ما، مارا ز ما، بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفی بیگانہ کرد!

ایسے والدین جنہیں اللہ تعالیٰ نے لڑکیاں دیں اور انہوں نے ان کی تربیت، اسلامی اصولوں کے مطابق کی اور جنہوں نے بیٹوں کو ان پر ترجیح نہ دی، زبانِ ترجمان خدا سے ان کے لئے خوشخبریوں کی دائمی نوید سنئے اور اپنے آپ کو اس نوید کا مستحق بنانے کی تگ ودو کیجیے!

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

"مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ"

(مسلم2631)

"حضرت انسؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دولڑکیوں کی دیکھ بھال اور پرورش کی یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ گئیں۔تو قیامت کے دن وہ شخص اور میں اس قدر پاس پاس ہوں گے جس قدر یہ دوانگلیاں ہیں(اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے دوانگلیاں پہلی اور بیچ کی اٹھا کر دکھائیں جن کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا)۔"

اخلاصِ عمل مانگ نیا گانِ کہن سے
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را!

طبقہ اناث کی جن چند روشن خیال خواتین کو صرف ایسی ہی احادیث پڑھنے کا موقع ملا جن سے انہوں نے اپنی تحقیر کا پہلو اخذ کیا، اگر انہوں نے چند دیگر احادیث کا بھی مطالعہ کر لیا ہوتا تو وہ اس قسم کی کسی ذہنی الجھن میں مبتلا نہ ہوتیں۔آپ ﷺ نے عورتوں کی تحسین کس بلیغ انداز میں فرمائی:

((عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المرءۃ الصالحۃ)) (القشیری،مسلم:715K)

"دنیا نفع کے اسباب میں سے ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ نفع کے اسباب میں سے نیک عمل عورت ہے۔"

عورت کو گھر کی ملکہ کی حیثیت سے گھریلو انتظامات کا ذمہ دار بنا کر اسے اختیارات عطا کیے گئے اور اسے خرچ کرنے پر بھی ثواب کی خوشخبری سنائی گئی۔ درج ذیل تمام احادیث، جن کی تعداد کسی بھی لحاظ سے کم نہیں، کے پڑھنے سے طبقہ اناث کو جس قسم کی ذہنی تسکین اور اطمینان نصیب ہوسکتا ہے نہ معلوم، موجودہ دور کی خواتین اس سے کیوں محروم ہو

SULEMANI.COM.PK

رہی ہیں اور کیوں وہ اپنی اس قسم کی محرومیوں میں اضافے کے لئے رات دن کوشاں ہیں جبکہ اللہ کے رسول ﷺ، انہیں سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنے اختیارات استعمال کرنے کی نوید دے رہے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم "إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لاَ يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا". (و مسلم1024/a۔ بخاری 1425)

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت اپنے (شوہر کے) کھانے میں سے خرچ کرے اور فساد کا طریقہ اختیار کرنے والی نہ ہو تو اس کو خرچ کرنے کی وجہ سے ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کی وجہ سے ثواب ملے گا اور جو خزانچی ہے اس کو بھی اسی طرح ثواب ملتا ہے اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے ثواب میں کمی نہ ہوگی (یعنی ایک مال سے تین اشخاص کو ثواب ملا۔ کمانے والا، اس کی بیوی، جس نے صدقہ کیا اور اس کا خزانچی)"

موجودہ دور میں مرد و زن، مسابقت کی حالت میں مبتلا ہیں۔ ہر شخص مال و دولت، اولاد اور دیگر دنیاوی امور میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے جنون میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ ذاتی تعلقات کو اس جذبہ مسابقت نے اس حد تک متاثر کیا ہے کہ ملنے جلنے اور ایک دوسرے کو تحائف وغیرہ دینے کے لئے جب تک بہت بڑی رقم نہ ہو، اس کارِ خیر کو موخر بلکہ معطل کر دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انسانی زندگی کو سہل اور آسان بنانے کے لئے طبقہ اناث کو کیا خوبصورت نصیحت فرمائی کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رضى الله عنه ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم "يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لاَ تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ"

(بخاري:2566)

SULEMANI.COM.PK

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان
عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے
کسی بھی چیز (لینے دینے) کو حقیر نہ جانے اگر چہ بکری کا کھر ہی ہو۔"

جنسی افعال اور طہارت و پاکیزگی کا حصول: اسلام میں طہارت و پاکیزگی کو جو اہمیت حاصل ہے، وہ محتاجِ تعارف نہیں کہ اس کے بغیر نماز کی ادائیگی اور قرآن کو چھونے کی بھی ممانعت ہے۔ اسی وجہ سے اسے نصف ایمان (الطہارۃ نصف الایمان) قرار دیا گیا ہے اور اکثر محدثین کرام نے اپنی کتب احادیث وفقہ کا آغاز "باب الطہارۃ" سے کیا ہے۔ سورۃ النساء (4:43) اور سورۃ المائدہ (6:5۔7) سے ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ جنابت کی حالت میں غسل کیا جائے اور حالت سفر میں بھی رفع حاجت یا اپنی بیویوں سے مباشرت کے بعد، غسل کیا جائے۔ تاہم اگر کبھی بیماری کی وجہ سے یا پانی نہ ملنے کی بناء پر غسل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر پاک مٹی سے تیمم کیا جائے۔

انسانی زندگی میں 8 سے 18 سال کے دوران، جسمانی نظام میں متعدد تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ جسمانی نظام میں اس قسم کی تبدیلیوں کو بلوغت کی عمر (Age of Puberty) کہتے ہیں۔ فقہی اعتبار سے لڑکوں میں بلوغت کی عمر کا شمار اس وقت سے ہوتا ہے جب سونے کی حالت میں شہوانی خیالات کے تحت مادۂ منویہ کا اخراج ہوتا ہے جسے احتلام ہونا (Nocturnal emissions) کہتے ہیں اور لڑکیوں میں اس کی نشانی ماہواری/حیض کی حالت کا شروع ہونا ہے۔ شادی شدہ زندگی میں زوجین کے درمیان مباشرت ایک طبعی فعل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسی تمام حالتوں میں ایک مسلمان مرد اور عورت کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ پاکیزگی اور طہارت کے حصول کے لئے غسل کرے (یا مخصوص حالات میں تیمم، جیسا کہ درج بالا آیات میں حکم ہے)۔

اگر چہ عورتوں کو فطری طور پر حیض ونفاس کے مراحل سے واسطہ پڑتا ہے، اس دوران وہ ایسے جسمانی تغیرات سے گذرتی ہیں جو ایک تندرست عورت کو بیماری کی حالت سے اس

قدر قریب تر کر دیتے ہیں کہ دراصل اس وقت صحت اور مرض کے درمیان کوئی واضح خط کھینچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اس حالت کو ایک "گندگی" کی حالت قرار دیا ہے اور ان کے قریب نہ جانے (مباشرت سے ممانعت) کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں (سورۃ البقرۃ: 2:222) اگرچہ خواتین دورِ جاہلیت میں بھی ان حالات میں اپنے جسم کو صاف کرتی ہوں گی تاہم قبولِ اسلام کے بعد ان کی حسِ طہارت و نظافت اس قدر لطیف ہو گئی کہ وہ بہت اعتماد اور بالغ نظری کے ساتھ اس امر میں حضور ﷺ سے راہ نمائی لینے لگیں۔

اسلام کے دورِ اولین میں، مسلمان مرد اور عورتیں، اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اللہ کے رسول ﷺ سے راہ نمائی حاصل کرتے تھے تاکہ انہیں دینی مسائل کا صحیح فہم حاصل ہو جائے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابیہؓ اسماء بنت یزید ابن اسکان نے اللہ کے رسول ﷺ سے حیض کے بعد غسل کا طریقہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا "تم میں سے وہ عورت جو اس مرحلے سے فارغ ہوئی ہو، اسے چاہیے کہ پانی لے کر اپنے آپ کو صاف کرے، پھر اپنے جسم پر پانی ڈالے، پھر ایک کپڑے کے ساتھ جسے خوشبو لگائی گئی ہو، اپنے جسم کے حصوں کو صاف کرے۔" اسماءؓ نے پھر پوچھا کہ "اپنے آپ کو کس طرح صاف کرے؟" اللہ کے رسول ﷺ نے جواب عنایت فرمایا "سبحان اللہ تمام (عورتیں) اپنے آپ کو صاف کرتی ہیں!"....اس پر حضرت عائشہؓ نے اسے سرگوشی میں کہا "اپنے جسم کے (مخصوص حصوں) سے خون کے تمام تر آثار کو صاف کیا جائے۔" (صحیح البخاری: 314، 315۔ نیز صحیح مسلم: 332/c)

اسماءؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے حالت جنابت کی وجہ سے بھی غسل کا طریقہ معلوم کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے جواب عنایت فرمایا کہ "پانی سے اپنے جسم کو اچھی طرح سے صاف کرو اور پھر تمام جسم کو صاف کرو۔ پھر اپنے سر پر اچھی طرح پانی ڈال کر گیلا کرو حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے اور پھر تمام جسم پر پانی انڈیلو"....حضرت عائشہؓ نے اس پر کہا کہ "انصار کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں۔ غیر ضروری جھجک کی وجہ سے اپنے

SULEMANI.COM.PK

دین کو سمجھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتیں"! (صحیح مسلم c/ 332)

اس ضمن میں ایک اور حدیث ہے جو صحیح مسلم میں روایت کردہ ہے:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي فَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ "لاَ إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلَى رَأْسِكِ ثَلاَثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ"

(مسلم330/a)

"حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں جو اپنے سر کی مینڈھیاں کس کے باندھتی ہوں تو کیا جب شوہر و بیوی کے میل ملاپ کی وجہ سے مجھ پر غسل فرض ہوا کرے تو غسل کرنے کے لیے اپنے سر کی مینڈھیاں کھولا کروں؟ (اس کے جواب میں سرور عالم ﷺ نے) فرمایا کہ نہیں (بال کھولنا ضروری نہیں بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے لہٰذا) یہ کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین لپ پانی ڈال لو پھر اپنے پورے بدن پر پانی بہالو۔ ایسا کرنے سے تم پاک ہوجاؤ گی۔"

اس جگہ ہم اپنے قارئین کی توجہ سید مودودیؒ کے منسلکہ ضمیمہ ب کے گرانقدر تبصرہ کی جانب دلانا چاہتے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں "کہ جنابت اور حیض کی حالت میں انسان کے ناپاک ہونے کا تصور قدیم شریعتوں میں بھی تھا اور شریعت محمدیہ ﷺ میں بھی پیش کیا گیا لیکن قدیم شریعتوں میں یہودیوں اور عیسائی راہبوں کی مبالغہ آرائی نے اس تصور کو حد اعتدال سے اتنا بڑھا دیا تھا کہ وہ اس حالت میں انسان کے وجود ہی کو ناپاک سمجھنے لگے تھے اور ان کے اثر سے حجاز اور خصوصاً مدینے کے باشندوں میں بھی یہ تصور حد مبالغہ کو پہنچ گیا تھا۔ خصوصاً حائضہ عورت کا تو اس معاشرے میں گویا مقاطعہ ہو جاتا تھا"۔۔۔۔ نبی ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ اس حالت میں صرف فعل مباشرت ناجائز ہے، باقی ساری معاشرت اسی طرح رہنی چاہیے جیسی عام حالت میں ہوتی ہے"۔۔۔۔ ان تعصّبات کی نفی کرتے ہوئے

لوگوں کو اگر حضور ﷺ کا اپنا طرزِ عمل نہ بتایا ہوتا تو آج ہمیں اپنی گھریلو معاشرت میں جن تنگیوں سے سابقہ پیش آسکتا تھا ان کا اندازہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اپنے ان محسنوں کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ہم اب یہ سوچ رہے ہیں کہ بھلا نبی ﷺ کی بیوی اور ایسی باتیں بیان کرے"

سید مودودیؒ نے مزید لکھا"... کہ لوگ اپنے گمان سے، یا یہود و نصاریٰ کے اثر سے جن چیزوں کو حرام یا مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھے بیٹھے تھے، ان کے متعلق صرف یہ سن کر ان کا اطمینان نہیں ہوتا تھا کہ شریعت میں وہ جائز ہیں۔ حکم جواز کے باوجود ان کے دلوں میں یہ شک باقی رہ جاتا تھا کہ شاید یہ کراہت سے خالی نہ ہو اس لئے وہ اپنے اطمینان کی خاطر یہ معلوم کرنا ضروری سمجھتے تھے کہ حضور ﷺ کا اپنا طرزِ عمل کیا تھا۔ جب وہ یہ جان لیتے تھے کہ حضور ﷺ نے خود فلاں کام کیا ہے، تب ان کے دلوں سے کراہت کا خیال نکل جاتا تھا، **کیونکہ وہ حضور ﷺ کو ایک مثالی انسان سمجھتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ جو کام آپ ﷺ نے کیا ہو وہ مکروہ یا ثقاہت سے گرا ہوا نہیں ہو سکتا۔** یہ ایک اہم وجہ ہے جس کی بناء پر ازواجِ مطہراتؓ کو حضور ﷺ کی خانگی زندگی کے بعض ایسے معاملات کو بیان کرنا پڑا جو دوسری خواتین نہ بیان کر سکتی ہیں، نہ ان کو بیان کرنا چاہیے"....

نیز آپ نے لکھا"....کہ احادیث کا یہ حصہ درحقیقت محمد ﷺ کی عظمت اور ان کی نبوت کے بڑے اہم شواہد میں شمار کرنے کے لائق ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا دنیا میں کون یہ ہمت کر سکتا تھا، اور پوری تاریخ انسانی میں کس نے یہ ہمت کی ہے کہ 23 سال تک شب و روز کے ہر لمحے اپنے آپ کو منظرِ عام پر رکھ دے، اپنی پرائیویٹ زندگی کو بھی پبلک بنا دے، اور اپنی بیویوں تک کو اجازت دے دے کہ میری گھر کی زندگی کا حال بھی لوگوں کو صاف صاف بتا دو۔"

ہم نے یہ طویل اقتباس صرف اس لئے دوبارہ نقل کیا ہے کہ اس میں درج اصولی باتیں، ایک مرتبہ واضح کر دی جائیں کیونکہ آئندہ صفحات میں آنے والے مباحث کا بیشتر

SULEMANI.COM.PK

تعلق انہی اصولی باتوں کے ساتھ ہے!

دورِ اول کی خواتین اس قابل تقلید نسل سے تعلق رکھتی تھیں جو دینی مسائل سمجھنے کے لئے ایسے تمام مسائل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گذار کرتی تھیں جن سے انہیں اپنی روزمرہ زندگی میں واسطہ پڑتا تھا۔ اسی قسم کی ایک اور حدیث بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ترمذی اور ابوداؤد میں مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلاَ يَذْكُرُ احْتِلاَمًا قَالَ "يَغْتَسِلُ". وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى أَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَمْ يَجِدْ بَلَلاً قَالَ "لاَ غُسْلَ عَلَيْهِ". قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ تَرَى ذَلِكَ غُسْلٌ قَالَ "نَعَمْ إِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ".

(الترمذی 113 و ابو داد 236)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی مرد سو کر اٹھنے کے بعد کپڑے پر تری دیکھے مگر احتلام ہونا یاد نہ ہو تو کیا اس پر غسل فرض ہے؟ اس کے جواب میں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص غسل کرے (پھر) یہ دریافت کیا گیا کہ ایک مرد کو احتلام ہو گیا (یعنی خواب میں اس نے دیکھ لیا کہ منی خارج ہوئی) مگر بیدار ہوا تو کوئی تری نظر نہ آئی کیا اس شخص پر غسل فرض ہے؟ اس کے جواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص پر غسل نہیں ہے (جب مرد کے بارے میں یہ سوال و جواب ہو چکا) تو حضرت ام سلیمؓ نے عورت کے بارے میں بھی یہی مسئلہ دریافت کر لیا اور عرض کیا کہ اگر عورت خواب سے بیدار ہو کر (کپڑے یا بستر پر) تری دیکھے تو کیا اس پر بھی غسل فرض ہے؟ اس کے جواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس صورت میں عورت پر بھی

غسل فرض ہے کیونکہ عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں۔" اس ضمن میں ہم اپنے قارئین کو دعوت دیں گے کہ وہ ضمیمہ ب میں سید مودودیؒ کا وہ مسکت اور علمی جواب بھی ملاحظہ کریں۔ وہ رقمطراز ہیں"....کہ ایک خاتون کو اس مسئلے سے سابقہ پیش آجاتا ہے کہ اگر ایک عورت اس طرح کا خواب دیکھے جیسا عام طور پر بالغ مرد دیکھا کرتے ہیں تو وہ کیا کرے؟ یہ صورت چونکہ عورتوں کو بہت کم پیش آتی ہے اس لیے عورتیں اس کے شرعی حکم سے ناواقف تھیں۔ان خاتون نے جاکر مسئلہ پوچھ لیا اور حضور ﷺ نے یہ بتا کر کہ عورت کو مرد ہی کی طرح غسل کرنا چاہیے، نہ صرف ان کو بلکہ تمام عورتوں کو ایک ضروری تعلیم دے دی۔اس پر اگر کسی کو اعتراض ہے تو گویا وہ یہ چاہتا ہے کہ عورتیں اپنی زندگی کے مسائل کسی سے نہ پوچھیں اور شرم کے مارے خود ہی جو کچھ اپنی سمجھ میں آئے کرتی رہیں...."

اسی طرح کا ایک اشکال آمنہ بنت جحشؓ کو پیش آیا۔ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ ایسی حالت میں جبکہ مدتِ حیض طول پکڑ جائے اور وہ اس حالت کے بارے میں اندازہ نہ کرسکے تو وہ کیا کرے؟" حضور ﷺ نے فرمایا کہ "حیض کی مدت کا تعین اس حساب سے کرو جس طرح دیگر عورتیں کرتی ہیں اور اس کے مطابق عمل کرو۔"(ابوداؤد:279)

اسی طرح خواتین حضرت عائشہؓ کے پاس روئی کے پھایہ پر اپنی رطوبت لگا کر دکھایا کرتی تھیں،جس پر آپؓ انہیں ہدایت فرماتی تھیں کہ چند دن مزید ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ روئی کا پھایہ بالکل صاف ہو۔(موطا،امام مالک:129)....ایک خاتون فاطمہؓ، بنت ابی جبش نامی خاتون کو اسی قسم کا واقعہ پیش آیا جنہیں حضور ﷺ نے بتایا کہ"اگر یہ حیض کا خون ہے اور سیاہ رنگت کا ہے جسے پہچانا جاسکے تو پھر تمہیں نماز نہیں پڑھنی چاہیے لیکن اگر یہ اس سے مختلف نوعیت کا ہے تو پھر تمہیں وضو کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے۔"(صحیح البخاری 320،ابوداؤد 304،نسائی 362)

SULEMANI.COM.PK

اسی قسم کا ایک واقعہ ایک خاتون ثوبیہ بنت حارث الاسلمیؓ کو پیش آیا جو کہ سعد بن خولہؓ کی بیوی تھیں۔ان کے خاوند حجۃ الوداع کے موقعہ پر وفات پا گئے اور وہ خاتون اس وقت حاملہ تھیں۔شوہر کی وفات کے بعد بچے کی پیدائش ہوئی۔جب ان کی نفاس کی مدت ختم ہوئی تو انہیں شادی کے پیغام آنے شروع ہوئے۔ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا کہ "میں کیوں تمہیں اس بات پر تیار دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں شادی کے پیغامات مل رہے ہیں؟" خدا کی قسم تم ہرگز شادی نہیں کر سکتیں جب تک چار ماہ دس دن کی مدت (جو بیوہ ہونے کی صورت میں گذارنی ہوتی ہے) نہیں گذار لیتیں۔" ثوبیہؓ (نے بعد میں بتایا) کہ جب اس آدمی نے مجھے یہ کہا تو میں نے لباس تبدیل کیا اور شام کے وقت اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئی اور آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا۔" آپ ﷺ نے فرمایا "تمہاری عدت کی مدت اس وقت ختم ہو گئی تھی جب تمہارے بچے کی ولادت ہوئی تھی" اور مزید فرمایا کہ "میں اگر چاہوں تو شادی کر سکتی ہوں" (بخاری:4910)

اس جگہ اس قسم کی احادیث پر اعتراض کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر دور اول کی خواتین نے اس قسم کے سوالات نہ کیے ہوتے تو آج ہم اس قسم کے مسائل کے بارے میں کیا کرتے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھے جانے والے اس قسم کے سوالات جو صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے کیے تھے، وہ ہمارے شکریے اور تحسین کے قابل ہیں نہ کہ اعتراض کے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایسے تمام معاملات میں جو راہ نمائی دی، وہ آخرت تک آنے والی امت کی عورتوں کے لئے ایک نعمت و رحمت ہیں۔اس حدیث کی بناء پر فقہ کے چاروں مکاتیب فکر یہ کہتے ہیں کہ کسی بیوہ کی عدت کی مدت، اگر وہ حاملہ ہے، تو اسی وقت تک ہی ہے جبکہ اس کے بچے کی ولادت ہو جائے، چاہے یہ خاوند کی وفات کے فوراً بعد ہی کیوں نہ واقع ہو اور اس کی لاش کو دفن کرنے کے لئے نہلایا بھی نہ گیا ہو۔ایسی صورت میں عورت کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت ہے!

اللہ کے رسول ﷺ نے انسانی زندگی کے جنسی مسائل میں جماع/ مباشرت کی

SULEMANI.COM.PK

مختلف حالتوں (Sexual Positions) کے بارے میں بھی صحابہ کرامؓ کو راہ نمائی دی۔ اگر چہ شرم وحیا ایک مسلمان مرد اور عورت کے لئے ایک عمل خیر ہے لیکن دین سیکھنے میں اسے کسی طرح بھی حائل نہیں ہونا چاہیے۔ تمام اہل علم اور فقہا نے مسلم مرد وعورت کے لئے ایسے قوانین، قرآن وحدیث سے اخذ کر کے بتائے ہیں جس سے وہ شادی شدہ زندگی میں کامیابی کے ساتھ زندگی گذار سکتے ہیں۔

حالت حیض میں اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کے علاوہ کس قسم کا سلوک روا رکھا جا سکتا ہے؟ ذیل کی احادیث سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ. وَلَمْ يَذْكُرْ زُهَيْرٌ فَيَشْرَبُ (مسلم300)

''سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایام حیض میں نبی ﷺ کے برتن سے پانی پیا کرتی تھی۔ تو آپ ﷺ اپنے لب مبارک اس جگہ پر رکھ کر پانی پیتے تھے جس جگہ سے میں نے پانی پیا ہوتا تھا اور میں ہڈی سے گوشت نوچ کر کھاتی پھر میں ہڈی پر موجود بقیہ گوشت سمیت ہڈی نبی ﷺ کو دیتی پھر آپ ﷺ اپنا منہ مبارک میرے منہ کی جگہ پر رکھ کر گوشت کھاتے تھے۔''

ازواج النبی ﷺ سے یہ بات مروی ہے کہ جب آپ ﷺ (اپنی بیوی سے) حیض کی حالت میں کچھ کرنے (وغیرہ) کا ارادہ فرماتے تو اس کی شرم گاہ پر کوئی چیز ڈال دیتے تھے، پھر آپ ﷺ کی جو خواہش ہوتی کرتے تھے۔'' (صحیح البخاری 302:303)

اول الذکر حدیث جو مسلم نے روایت کی ہے، اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حالت حیض میں اپنی بیوی کے ساتھ کھانا پینا ممنوع نہیں بلکہ اس سے غایت درجہ محبت و مودت کا اندازہ کرنا بھی کوئی مشکل امر نہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی ازواج کے

ساتھ تھی.... کیا یہ اسوہٗ حسنہ بھی ہماری روشن خیال بہنوں کے لئے قابل اعتراض ہے اور ہمارے مرد بھائیوں کے لئے اس میں بیوی کے ساتھ حسن عمل کا جو سبق بالکل واضح ہے، کیا وہ قابل تقلید نہیں کہ جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی گھریلو زندگی کو دنیا میں جنت بنا سکیں؟

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کے لئے جو اسوہٗ حسنہ چھوڑا ہے، اس کی شفقت اور محبت کا اندازہ درج ذیل حدیث سے کیجئے اور اس بے جا مذہبیت نیز روشن خیالی (ہر دو انتہاؤں) کے درمیان راہِ اعتدال ملاحظہ فرمائیں۔ یاد رہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں روایت کی گئی ہے:

أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ. (البخاری 297)

”حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میری ماہواری کے زمانہ میں میری گود میں تکیہ لگایا کرتے تھے، اور اسی حالت میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔“

موجودہ زمانے میں مغربی ممالک میں جنسی بے راہ روی کے نتیجے میں مباشرت کا فعل اس قدر عام اور جلدی جلدی واقع ہونے والا عمل بن گیا ہے لیکن بدقسمتی سے یورپ میں کوئی فرد بھی طہارت یا پاکیزگی کا تصور نہیں رکھتا اور غسل کا کلچر ہی ناپید ہے بالعموم، جنسی عمل کے بعد وہی لباس خاص طور پر زیر جامہ پہن لیا جاتا ہے جس پر خون، مادۂ منویہ کے دھبے بھی لگے ہوتے ہیں جو جسم پر بھی لگ جاتے ہیں۔ تاہم اسلام میں طہارت، پاکیزگی اور ذاتی صفائی کا جو بلند ترین تصور دیا گیا ہے، اس کے تحت جنسی عمل، حیض اور احتلام کے بعد نہانا ضروری ہے۔ درج ذیل احادیث سے نہ صرف اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اس امر کی بھی نشان دہی ہوتی ہے کہ اگر یہ راہ نمائی، اللہ کے رسول ﷺ نے نہ دی ہوتی تو کیا ہم بھی آج مغربی ممالک کے لوگوں کی طرح ناپاکی کی حالت میں گندگی میں زندگی بسر نہ کر رہے ہوتے؟

☆.... حضرت عائشہؓ نے ہدایت فرمائی کہ ایک عقلمند عورت کو اپنے بستر کے

SULEMANI.COM.PK

قریب ایک صاف کپڑا رکھنا چاہیے جو اسے مباشرت کے بعد اپنے خاوند کو دینا چاہیے تا کہ وہ اپنی صفائی کر سکے، پہلے خاوند اور بعد میں بیوی کو اپنا جسم اور کپڑے خشک/ صاف کر لینے چاہئیں۔

☆....ایک دوسری حدیث میں جو ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے ہی مروی ہے، اس میں اس امر کی نشان دہی کی گئی ہے کہ مباشرت کی کون سی حالت میں زوجین پر غسل فرض ہو جاتا ہے؟

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَاغْتَسَلْنَا (الترمذی 108)

"حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد کے ختنہ کی جگہ (یعنی سپاری) عورت کے خاص مقام کو پہنچ جائے تو (دونوں پر) غسل فرض ہو گیا۔ میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا پھر ہم دونوں نے غسل کیا۔"

ایک دوسری حدیث میں روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ جَاءَ فَاسْتَدْفَأَ بِي فَضَمَمْتُهُ إِلَيَّ وَلَمْ أَغْتَسِلْ۔

(جامع الترمذی 123)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ پر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غسل فرض ہوتا تھا پھر آپ مجھ سے پہلے غسل فرما لیتے تھے اور اس سے پہلے کہ میں غسل کرتی۔ میرے قرب سے گرمی حاصل فرماتے تھے۔"

☆....درج ذیل حدیث، شاید ان چند احادیث میں سے ایک ہے جس پر منکرین حدیث کو بہت زیادہ اعتراض ہے کہ اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کے غسل جنابت کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

SULEMANI.COM.PK

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور نبی ﷺ ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے جو آپ ﷺ کے اور میرے درمیان ہوتا تھا اور ہمارے ہاتھ ایک کے بعد ایک برتن میں پڑتے تھے۔ کبھی آپ ﷺ مجھ سے (پانی لینے میں) جلدی فرماتے تو میں کہتی "میرے لیے بھی چھوڑو، میرے لیے بھی چھوڑو۔" سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔" (بخاری، 250,261,272,273، مسلم 321/d)

امر واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث کو پڑھنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی قدر و منزلت اور احساسِ بزرگی و عظمت کا خیال بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ ہم جیسے گنہگار امتیوں کے لئے ایسی حالت کی بھی وضاحت فرمادی جو شاید ایک عام آدمی کرنا مناسب نہ جانے.... لیکن واضح رہے کہ یہ مرتبہ صرف اور صرف نبی آخر الزمان ﷺ ہی کو حاصل تھا کہ وہ دینی امور کی وضاحت ایسے طریقے سے فرمائیں کہ ہر عام و خاص، غریب و امیر اور ایک ایسا آدمی جس کے گھر میں دو غسل خانے نہ ہوں اور جو، وقت کی تنگی کے باعث وقت پر نماز فجر ادا کرنے کا خواہاں بھی ہو، ان سب کے لئے ایک ایسے طریقے کی وضاحت فرمادی جس پر عمل پیرا ہو کر امت کے مفلوک الحال اور غریب لوگ بھی غسل سے فارغ ہو کر وقت پر فجر کی نماز ادا کر سکیں!

واضح رہے کہ یہ حدیث مدینہ میں مسجد نبوی ﷺ سے متصل حجرۂ عائشہؓ سے متعلق ہے کہ اس وقت امہات المومنینؓ کے حجرے ایسے نہیں ہوتے تھے جیسے کہ آج امت کے عام لوگوں کو بھی حاصل ہیں۔ نیز اس میں عریانیت کا بھی کوئی پہلو نہیں کہ اس زمانے میں مدینہ میں روشنی کا انتظام بھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ صبح سویرے (فجر کی نماز) کے وقت گھروں میں اکثر و بیشتر اندھیرا ہی ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ حدیث کے الفاظ "کہ برتن جو آپ ﷺ کے اور میرے درمیان ہوتا تھا" بھی اس امر کی گواہی دے رہے ہیں کہ اس کے دونوں طرف بالمقابل بیٹھنے والے افراد کا ایک دوسرے کو دیکھنا ممکن نہیں ہوتا تھا!

ہمیں معاف کیا جائے اور اسے جوابی حملے، پر محمول نہ کیا جائے اگر ہم یہ کہیں کہ ایسی

احادیث میں عریانیت کی باتیں ان لوگوں کو زیب نہیں دیتیں جو نہ صرف لباس پہن کر بھی بہت حد تک ننگے رہتے ہیں اور ان کے لباس سے اندرونی اعضاء کی جھلک بھی نظر آتی ہے اور کلبوں اور ڈانس گھروں میں تو جا کر بظاہر حجاب کی تمام تر حدود "دم توڑ دیتی" ہیں۔ نیز ہوٹلوں میں نہانے کے لئے سوئمنگ پول میں جو لوگ مرد و زن سمیت نہانے کو جائز سمجھتے ہیں، ان کو تو اس قسم کے اعتراضات کسی صورت بھی زیب نہیں دیتے!....ایسے لوگوں کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ

جو تیرے دوش پہ پہنچی تو زلف کہلائی

وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے!

مسلم اہل علم اور فقہائے کرام نے شادی بیاہ کے نتیجے میں جنسی اخلاقیات جیسے اہم موضوعات پر بھی بہت فکر انگیز معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ تاہم افسوس ناک امر یہ ہے کہ آج کل بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس قسم کے موضوعات پر بات کرنا شرمناک سمجھا جاتا ہے جبکہ جوانی کی حدود میں قدم رکھنے والے نوجوان نسل کے افراد ان امور کو جاننے میں ایک فطری دلچسپی رکھتے ہیں تاہم جب انہیں یہ معلومات کسی مستند ذریعے (بزرگ/ کتاب/ اساتذہ) سے نہیں ملتیں تو پھر وہ ادھر ادھر سے یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ فائدے کی بجائے نقصان دہ اور ان کے اخلاق و اعمال کو بگاڑنے کا سبب بنتی ہیں۔

مختلف احادیث کے مطالعے سے رسول اللہ ﷺ کی ان حکیمانہ ہدایات کو پڑھ کر ایک انسان حیران رہ جاتا ہے جو آپ ﷺ نے انسانی زندگی گذارنے کے لئے دیں بالخصوص انسان کی جنسی زندگی کے بارے میں کہ یہ موضوع "اخلاق کے نام نہاد مصلحین" کی تعلیمات میں ہمیشہ نظر انداز کیا گیا جبکہ موجودہ زمانے میں مغرب نے اس پہلو پر جو کام کیا اس کا مطمح نظر صرف اور صرف لذت کا حصول اور شہوانی جذبات کو بھڑکا کر اپنی جنسی صنعت (Sex Industry) کو فروغ دینا ہے!....درج ذیل چند احادیث، انسانی زندگی

SULEMANI.COM.PK

کے اس پہلو کی جانب راہ نمائی کرتی ہیں!

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَبَّلَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلاَةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قَالَ عُرْوَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَنْ هِيَ إِلاَّ أَنْتِ فَضَحِكَتْ (سنن أبی داؤد 179)

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک بیوی کا بوسہ لیا، پھر نماز کے لیے نکلے اور (پھر سے) وضو نہیں کیا۔ عروہ کہتے ہیں: میں نے ان سے کہا: وہ بیوی آپ کے علاوہ اور کون ہوسکتی ہیں؟ یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں۔

ایک دوسری حدیث میں مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، رضى الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ. (مسلم1106/f)

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے کی حالت میں بوس وکنار اور بیویوں کے ساتھ لیٹ جایا کرتے تھے"۔ (صحیح بخاری:302 میں بھی یہ حدیث آئی ہے)۔

درج بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جذبات پر کس قدر قابو حاصل تھا کہ وضو کی حالت میں بھی اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے دوبارہ وضو کیے بغیر نماز پڑھ لیتے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے کی حالت میں بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ لیٹ جاتے تھے[1] ظاہر ہے کہ ایسی حالت کسی عام مسلمان کے لئے جائز نہیں ہو سکتی!.... تاہم جب کوئی شخص ایسی حالت سے دو چار ہو تو اسے جو راہ نمائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی، وہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتی ہے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا

[1] مباشرت کا لفظ عربی میں ہمیشہ جنسی عمل کے لئے ہی نہیں بولا جاتا بلکہ اس میں بوس وکنار اور ساتھ لیٹنے کے معنی بھی ہیں جیسا کہ ترجمہ سے واضح ہے۔

SULEMANI.COM.PK

بات ہوئی ؟اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کرسکو؟ اس نے کہا نہیں، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی نہیں، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم کو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟ اس نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا، راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے، ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا (عرق نامی) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ (عرق تھیلے کو کہتے ہیں جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کے اسے لے لو اور صدقہ کردو، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کردوں، بخدا ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے، اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے آگے کے دانت دیکھے جاسکے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔ (بخاری 1936، مسلم: 1111)

گذشتہ صفحات میں ہم ایک حدیث جو مسلم، ابوداؤد اور ترمذی میں روایت ہوئی ہے، نقل کر آئے ہیں جس میں ایک شادی شدہ شخص کو، اللہ کے رسول ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ کسی شخص کی نگاہ اگر کسی خوبصورت عورت پر پڑے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے جا کر مباشرت کرلے کہ اس طرح، اس کے اندر پیدا ہونے والے جذبات کی تسکین ہوجائے گی.... ذرا دیکھیے کہ موجود زمانے کی تحقیقات اس بارے میں کیا کہتی ہیں!

زمانہ حال کے سائنسی تجربات اور تحقیقی سروے (Surveys) سے پتہ چلا کہ 54 فی صد عورتوں کے خیال میں، مردوں میں جنسی خواہش/شہوت زیادہ ہوتی ہے۔ (Anon, 1991)۔ نیز یہ بھی ایک سائنسی حقیقت ہے کہ مردوں میں جنسی خواہش زیادہ ہوتی ہے اور

SULEMANI.COM.PK

وہ بھی جنسی خواہش اور افعال میں ملوث ہونے کے موڈ یا ادوار (Sexual Cycles) سے گذرتے ہیں۔ نیز دونوں اصناف میں یہ خواہش، سائنسی اور حیاتیاتی نقطہ نظر سے مختلف ہوتی ہے۔ مردوں کے جنسی جذبات کے برانگیختہ ہونے میں آنکھ سے دیکھنا ایک بہت اہم کردار ادا کرتا ہے اور وہ "نظر بازی" کے ذریعے جنسی طور پر جلد مشتعل ہو جاتے ہیں (شاید غض بصر کے حکم میں یہی مصلحت پوشیدہ ہے کہ غیر عورتوں کے لئے اپنی نظروں کو نیچا رکھا جائے.... سورہ النور 24:30)۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک خاوند، اپنی بیوی کی کسی جھلک سے ہی جب وہ کپڑے تبدیل کر رہی ہو یا کوئی اور کام کر رہی ہو، فوراً ہی اس قدر شدید جنسی اشتعال میں آجاتا ہے کہ اسے بیوی کے ساتھ مباشرت کی شدید طلب اور خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں عورتوں سے کہا گیا ہے کہ "وہ اپنے خاوند کی جنسی خواہش کی تکمیل کریں چاہے وہ تنور پر روٹی ہی کیوں نہ پکا رہی ہو".... اس حقیقت کی تائید سائنس دانوں نے بھی کی ہے۔ ایک سائنس دان رقمطراز ہیں کہ "چونکہ خاوند شہوانی خیالات سے بہت جلد اور زیادہ متاثر ہوتے ہیں، اس لئے وہ اپنی بیوی سے جلد اور بار بار مباشرت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہر وقت جنسی اشتعال کے کنارے (Brink of Arousal) پر کھڑا ہوتا ہے۔ وہ جنسی اشتعال کے مختلف طریقوں سے اکثر دوچار رہتا ہے کیونکہ گھر سے باہر وہ بہت سے ایسے مواقع سے دوچار رہتا ہے جو اسے جنسی تحریک دلاتے رہتے ہیں۔" (Jerome and Rainer, 1969)

جیسا کہ اشارہ کیا گیا کہ مردوں کے جنسی اشتعال میں آنے میں آنکھ سے دیکھنا ایک اہم ذریعہ ہے۔ مرد، جنسی معاملات کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں اور جنسی افعال میں ملوث ہونے کے اپنے خیالات کو روبہ عمل (Fantasize) بھی لاتے ہیں۔ ایک تحقیقی مطالعے سے معلوم ہوا کہ ایک اوسط امریکی مرد، جنسیت کے بارے میں ہر دس منٹ میں ایک مرتبہ سوچتا ہے۔ (Anon, 1991) ایک دوسری سٹڈی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنسی امور کے بارے میں مرد، عورتوں کی نسبت تین گناہ زیادہ سوچتے ہیں۔ اگرچہ اس میں کوئی

SULEMANI.COM.PK

شک نہیں کہ مردوں میں اس قسم کی جنسی سوچ کے محرکات میں عریانیت کو بہت زیادہ دخل حاصل ہے جو مغربی ممالک اور امریکہ میں عام ہے۔ اس معاشرے میں ٹی وی، ڈش، انٹرنیٹ، فلمیں اور اشتہارات، جنسی اشتعال پیدا کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں تاہم اس سے بھی اہم تر وہ آزادانہ صنفی آزادی اور میل جول ہے جو مرد اور عورت کو ہر موڑ پر جنسی اشتعال میں لانے کا ایک بہت ہی اہم ذریعہ ہے (یہی وجہ ہے کہ اسلام میں دونوں صنفوں کی دُوری Segregation لیکن شادی کو آسان بنانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے)....اس پس منظر میں اسی مضمون سے متعلقہ احادیث کی حکمت سمجھی جا سکتی ہے جس میں بیویوں کو اپنے خاوندوں کی جنسی تحریک پر لبیک کہنے کی تاکید کی گئی ہے اور یہ ہدایت نبوی ﷺ، زمان ومکان کی قید سے بالاتر ہو کر آج بھی ہمارے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے!

زوجین کے درمیان انفرادی تعلقات کے ضمن میں چند مزید ایسی احادیث بھی ہیں جن پر بہت سے لوگوں کو اشکال پیش آتے ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا گیا کہ پاکیزگی اور طہارت کا حصول، اسلام کی تعلیمات میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ میاں بیوی کے لئے بہترین بات یہ ہے کہ مباشرت کے بعد وہ دونوں اس وقت تک مت سوئیں جب تک کہ وضو نہ کر لیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "جب کبھی حضور ﷺ، جنابت کی حالت میں سونا یا کھانا چاہتے تھے تو آپ ﷺ اپنے اعضا کو دھو کر وضو کر لیا کرتے تھے جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے" (بخاری: 286، 287، 288)۔ اس امر کی نشان دہی بھی ضروری ہے کہ اگر ایک دفعہ مباشرت کے بعد میاں بیوی دوبارہ مباشرت کرنا چاہیں تو بہتر ہے کہ وضو کر لیا جائے (مسلم، ابن ماجہ، ابن داؤد)۔

ایک حدیث جو حضور (ﷺ) کے غلام (حضرت ابو رافعؓ) سے مروی ہے کہ

عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هَذِهِ وَعِنْدَ هَذِهِ. قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا

رَسُولَ اللّٰهِ أَلاَ تَجْعَلُهُ غُسْلاً وَاحِدًا قَالَ "هٰذَا أَزْكَى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ" (ابو داؤ219، ابن ماجہ590)

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام ازواج ؓ سے ایک دوسرے کے بعد خلوت کی اور ہر دفعہ غسل کیا۔" جب رافع ؓ نے دریافت کیا کہ "کیا ایک دفعہ ہی غسل کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "یہ زیادہ صاف ستھرا اور راحت کا باعث ہے"

حدیث نمبر ﷺ

Three causes of interaction of prayers were dogs, asses and woman.

عَنْ عَائِشَةَ، ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلاَةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلاَبِ، وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي، وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ .بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتَبْدُو لِي الْحَاجَةُ، فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوذِيَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

(صحيح البخاري 514، مسلم 512/d)

عائشہ ؓ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا۔ جو نماز کو توڑ دیتی ہیں یعنی کتا، گدھا اور عورت۔ اس پر حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے برابر کر دیا۔ حالانکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ میں چارپائی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور قبلہ کے بیچ میں لیٹی رہتی تھی۔ مجھے کوئی ضرورت پیش آتی تو چونکہ یہ بات پسندیدہ نہ تھی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دوں، اس لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاؤں کی طرف سے خاموشی سے نکل جاتی تھی۔

درج بالا حدیث، سنن ابوداؤد میں ہے اور اس کی راوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں اس میں وہ وضاحت فرماتی ہیں کہ عورت کی موجودگی کی وجہ سے نماز نہیں ٹوٹتی۔" حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ تم نے برا کیا ہم کو گدھے اور کتے کے برابر کر دیا۔ تم نے کہا کہ عورت، گدھے اور کتے کے سامنے سے گزر جانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جبکہ میں دیکھتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے سامنے لیٹی تھی۔ جب آپ سجدہ کرنے لگتے۔ میرے پاؤں دبا دیتے۔ میں پاؤں ہٹا لیتی آپ ﷺ سجدہ کرتے۔" (سنن ابوداؤد: 711، 712)

ہمیں نہیں معلوم کہ محترمہ رفعت حسن صاحبہ کی نظر سے سنن ابوداؤد کی اس حدیث میں وارد یہ صراحت گذری ہے یا نہیں تاہم ام المومنینؓ کی اس صراحت کے بعد ان کا تمام زورِ بیان اور دلائل جس سے انہوں نے طبقہ اناث کی اہانت وتحقیر کا پہلو "کشید" کیا ہے، خود بخود ختم ہو جاتا ہے نیز صحیح بخاری 514,511 میں بھی یہ حدیث گذشتہ صفحات میں موجود ہے۔

اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے مسعود عالم قاسمی (2003) اپنی کتاب "وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان" میں رقمطراز ہیں کہ "اس امکان سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ کسی صحابیؓ کو حدیث رسول ﷺ کا پورا پس منظر سمجھنے میں ناکامی ہوئی ہو یا مدعائے کلام، ان سے کسی وجہ سے اوجھل رہ گیا ہو اور اس طرح نبی ﷺ کی طرف انہوں نے جو بات منسوب کی ہو وہ فی الواقع آنجناب ﷺ کا مدعا نہ رہا ہو مثلاً حضرت مسروقؒ روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ام المومنینؓ کے سامنے بیان کیا کہ "نمازی کے آگے سے اگر کتا، گدھا اور عورت گذر جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے" اس پر حضرت عائشہؓ نے درج بالا الفاظ فرمائے.... مزید انہوں نے لکھا کہ "ان حضراتِ صحابہؓ نے جس چیز کو حدیث سمجھ کر بیان کیا تھا بہت ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں اس کا تذکرہ آیا ہو اور راوی نے پس منظر سمجھے بغیر اسے نبی کریم ﷺ کی اپنی حدیث سمجھ کر بیان کر دیا جس پر حضرت عائشہؓ نے تنقید فرمائی۔ چنانچہ بخاری شریف کی دوسری ان روایات سے بھی اس کی تصدیق

ہوتی ہے جو متعدد طریورں سے اس مضمون کو شامل ہیں۔"

مزید برآں مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم کی روایت سے "باب السترہ" (نمازی جب اپنے آگے کوئی چیز رکھ لیتا ہے تا کہ اگر کسی نے اس کے سامنے سے گذرنا ہو تو وہ گذر جائے، اسے "سترہ" کہتے ہیں) میں یہ حدیث موجود ہے اور اس باب کی فصل ثانی میں ابوداؤد (718) کی روایت ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہم صحرا میں تھے کہ ہمارے ہاں حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت عباس t ان کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے صحرا میں نماز ادا کی اور سترہ کھڑا نہیں کیا تھا۔ ہماری کم سن گدھی اور کم سن کتا کھیل رہے تھے، لیکن آپ ﷺ نے نہ ان کی طرف توجہ کی اور نہ ان کو نماز کا قاطع خیال کیا۔

سید سلیمان ندوی (2005) نے اپنی کتاب سیدہ عائشہؓ میں لکھا کہ "عورتوں کو جو لوگ ذلیل سمجھتے تھے، ام المومنینؓ ان سے سخت برہم ہوتی تھیں۔ کسی مسئلہ سے ان کی ذلت وحقارت کا پہلو نکلتا تھا تو وہ اس کو صاف کر دیتی تھیں۔ بعض صحابہ نے روایت کی ہے کہ عورت، گدھا اور کتا اگر نماز میں نمازی کے سامنے سے گذر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا: "تو عورت بھی ایک بدتر جانور ہے۔" تم نے کیسا برا کہا کہ ہم کو بھی گدھے اور کتے کے برابر کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آگے لیٹی رہتی تھی۔" یہ طیالسی کی روایت ہے۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ فرمایا "آپ ﷺ سجدہ کرنا چاہتے، میرے پاؤں دبا دیتے، میں سمیٹ لیتی۔"

(البخاری 514,513,512,511,508)

سید سلمان ندوی نے اپنی کتاب میں متعدد ایسے فقہی احکامات کا ذکر کیا ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہیں جن میں آنجنابہؓ نے خواتین سے متعلقہ متعدد مسائل/معاملات پر رہنمائی دی ہے۔ اور اس میں متعدد ایسے مسائل بھی ہیں جن میں احادیث کی روایت میں بیان کردہ غلط باتوں کی تصحیح فرمائی ہے۔ نیز ایسے مسائل کی بھی جن کا تعلق مختلف صحابہ کرامؓ کی آراء سے تھا ان کی تصحیح فرمائی ہے۔ یہاں یہ امر باعث دلچسپی ہوگا کہ متعدد صحابہ کرامؓ

SULEMANI.COM.PK

نے آنجنابہؒ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی رائے سے رجوع بھی کرلیا۔

گذشتہ صفحات میں ہم طبقہ اناث کی تحریک مساوات مردوزن کے حوالے سے اس جانب اشارہ کرآئے ہیں کہ جنسی امور میں انسان دوانتہاہوں کے درمیان ٹھوکریں کھا تارہا ہے۔انسانی ذہن کی نارسائی کا یہ عالم ہے کہ موجودہ زمانے کی تمام تر علمی وسائنسی ترقی کے باوجود انسانی علوم میں سے کوئی ایک علم بھی ایسانہیں جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہو کہ جتنے حقائق اس شعبہ علم سے متعلق تھے، انسان نے ان تمام کا احاطہ کرلیا ہے۔ایک پہلو سامنے آتا ہے تو دوسرا پہلونظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔انسان نہ صرف کوتاہ بین ہے بلکہ اکثر وبیشتر اس کے شخصی رجحانات بھی صحیح حل کی تلاش میں حائل ہوجاتے ہیں۔اس دہری کمزوری کی وجہ سے انسان اپنی زندگی کے ان مسائل کوحل کرنے کی جتنی بھی تدبیریں کرتا ہے وہ ناکام ہوجاتی ہیں....ادھر انیسویں صدی میں بیشتر مسلم ممالک مغربی طاقتوں کے غلام بن گئے کہ انہوں نے ان ممالک پر اپنا قبضہ جما لیا۔تاہم جو غلام نہ بنے تو وہ بھی مغلوب ومرعوب ضرور ہوگئے جس کا نتیجہ مغربی تہذیب کی نقالی اور الحادودہریت کے نظریات کواپنانے کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔(سید مودودیؒ 2012)

کس درجہ یہاں عام ہوئی مرگِ تخیل
ہندی بھی فرنگی کا مقلد، عجمی بھی
مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے بہزاد
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرورِ ازلی بھی!

مسلم ممالک کا پڑھالکھا طبقہ (مردوزن دونوں) کا ایک معتدبہ حصہ مغربی تہذیب و نظریات کا داعی بن کر ابھرا اورانہوں نے بھی ان تمام شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کو آگے بڑھانے کا سلسلہ شروع کردیا جس کی طرح مغربی دانشوروں اور مستشرقین نے ڈالی تھی۔ غلامی میں جسم تو مفتوح ہوئے ہی تھے، ذہنی غلامی نے بھی انہیں جکڑ لیا اور غور وفکر سے کام لینے کی بجائے انہوں نے بھی انہی دھنوں پر ناچنا شروع کردیا جس کی تان مغرب کے

سازندوں نے اٹھائی تھی۔

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی　　رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار　　انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ اپنی زندگی کے معاملات میں جب وہ کوئی نقطہ نظر اختیار کرتا ہے تو عموماً اس کے انتخاب کی ابتدا ایک جذباتی اور غیر عقلی رجحان سے ہوتی ہے تاہم اس کے بعد وہ اپنے اس رجحان کو معقول ثابت کرنے کے لئے عقل و استدلال سے مدد لیتا ہے.... اسلام کے عائلی قوانین اور جنسیت کے بارے میں مختلف راہ نما اصول و ہدایات اور دیگر اسی قسم کے مسائل کے بارے میں بھی مختلف اعتراضات اور شکوک و شبہات کی ابتدا بھی اس رجحان اور کمزوری سے ہوئی جو ایک غالب قوم کے تمدن اور تہذیبی خیالات و نظریات سے متاثر اور مرعوب ہو جانے کی وجہ سے ہوئی۔ یہاں اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ بعد میں زیر بحث آنے والی چند احادیث پر اعتراضات کا تعلق بھی اسی ذہنی مرعوبیت اور کمزوری کا شاخسانہ ہے۔ ان تمام احادیث کو سمجھنے اور ایک معتدل نقطہ نظر معلوم کرنے کے لئے درج بالا تصریحات اور گذشتہ صفحات میں درج شدہ گذارشات کو ذہن میں رکھنا از حد ضروری ہے!

حدیث نمبر رحمۃ اللہ علیہ:

Three things brings bad luck: house, woman and horse

(عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ . رضی الله عنهما . أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "الشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ"

(صحیح البخاری 5095,5094,5093)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحوست عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہوسکتی ہے۔ (یعنی بے برکتی اگر ہو تو ان میں ہو

سکتی ہے)۔
ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ : الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الهنيء وأربعٌ من الشّقاء: المَرأَةُ السُّوءِ، وَالجَار السُّوءِ، وَالمَركَبُ السُّوءِ،وَالمَسكَنُ الضّيّق رابط الموضوع (ابن حبان:9/23)

"چار چیزیں سعادت مندی کی (علامت) ہیں۔ نیک عورت اور وسیع گھر اور نیک پڑوسی اور اچھی سواری اور چار چیزیں بدبختی (کی علامت) ہیں برا ہمسایہ، بری عورت، بری سواری اور تنگ گھر۔"

جہاں تک عورت کی نحوست والی حدیث کا تعلق ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے تو اسے سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بہت غصہ آیا۔ آنجنابہؓ بولیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن اتارا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز نہیں فرمایا۔ ام المومنینؓ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ یہودی یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ گھوڑے، عورت، اور گھر میں نحوست ہے تاہم اس کے راوی اس وقت وہاں پہنچے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "یہودی یہ اعتقاد رکھتے ہیں" کے الفاظ ارشاد فرما چکے تھے اور اس کے بعد والے الفاظ یعنی "گھوڑے، گھر اور عورت میں نحوست ہے" کے الفاظ راوی نے سنے اور ضبط کر لیے اور اسے نبی علیہ السلام کا مطلق فرمان سمجھ کر آگے روایت کر دیا۔ بعد میں جب یہ حدیث آنجنابہؓ کے سامنے بیان کی گئی تو آپؓ نے حقیقت حال کی وضاحت فرمائی اور اس حدیث کو یہودیوں کے عقیدے کے متعلق قرار دیا جس کا اسلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔

یاد رہے کہ متقدمین میں سے علامہ زمخشری (جو بارہویں صدی عیسوی) کے ترکی کے عالم دین تھے، نے اپنے رسالے "الارادۃ فی ما استدراک العائشہؓ علی الصحابۃ" میں متعدد ایسی روایات کی تصحیح فرمائی ہے جو مختلف صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں اور جمہور فقہا کا فیصلہ بھی

آنجنابہؓ کے حق میں رہا۔سید سلیمان ندوی (2005) نے اپنی کتاب سیرۃ عائشہ میں اس کی متعدد مثالیں بھی درج کی ہیں۔

گذشتہ حدیث نمبر 14 کے ضمن میں بھی ہم نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ نامعلوم محترمہ رفعت حسن صاحبہ کی نظر سے وہ تصریح جو ام المومنینؓ نے عورت، گدھے اور کتے کے نمازی کے آگے سے گذرنے اور نماز ٹوٹ جانے کے بارے میں فرمائی، وہ کیوں کر ان کی نظروں سے اوجھل رہ گئی ----اسی طرح زیر بحث حدیث کے بارے میں یہ وضاحت جو ام المومنینؓ کی جانب سے آئی، متعدد کتب میں درج ہے، اسے بھی نظر انداز کرنا، انہوں نے کیوں کر مناسب جانا----تاہم اپنے مقالے میں ایک جگہ وہ خود تحریر کرتی ہیں کہ

> It is said that Imam Zamakshari, a Turkish scholar of 12th century AD reported in his book entitled "Collections of Aisha's corrections to the statements of Companions(Al-Irada Fi Ma Istadraka the Aisha alsahaba)

> ہمیں نہیں معلوم کہ اپنے درج بالا وضاحتی نوٹ کے بعد بالآخر انہیں کیوں کر یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ یہ حدیث درج کر کے عامۃ الناس اور پڑھی لکھی خواتین کو کسی مغالطے میں مبتلا کریں ------تاہم ہم ان کی خدمت میں صرف یہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ:

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

جہاں تک حدیث نمبر 15 کا تعلق ہے جو امام بخاری نے کتاب الجہاد والسیر کے تحت لکھی ہے تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ علم التوارث الحیوانات (Animal genetics) کی رو سے یہ امر کسی وضاحت کا محتاج نہیں کہ جانوروں/گھوڑوں کی مختلف نسلیں مختلف امور کی سرانجام دہی کے لئے استعمال ہوتی ہیں جو ہزار ہا سال کے عرصے سے

اس خاص مقصد کے لئے نسل کشی (Breeding) کے طریقوں سے معرضِ وجود میں آئی ہیں۔مثلاً گھوڑوں کی ریس کرنے والی نسل (Thoroubred) نیز گھوڑوں کی دیگر موجودہ نسلیں اور زمانہ جاہلیت میں عربوں کی گھوڑوں کی نسلیں جو جنگوں میں لڑنے کے لئے استعمال ہوتی تھیں....عربوں کا ذوق گھوڑ اسواری/گھوڑا پالنا اس حد تک ترقی یافتہ تھا اور انہیں اپنے گھوڑوں سے اس قدر محبت ہوتی تھی کہ وہ ان گھوڑوں کا نسب (Pedigree) تک بھی کئی پشتوں تک یاد رکھتے تھے بالکل اس طرح جس طرح وہ اپنے آباءواجداد کا نسب یاد رکھتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ جہاں تک عرب میں جنگی گھوڑوں کی نحوست کا تعلق ہے تو یہ امر زمانہ جاہلیت میں ایک عام حقیقت سمجھی جاتی تھی کہ کچھ گھوڑے (یا ان کی نسلیں) اس قدر چست و چالاک نہیں ہوتے تھے کہ مالک کے اشاروں کی تعمیل کر سکیں اور یوں وہ نہ صرف خود بلکہ اکثر اوقات اپنے مالک کی موت کا سبب بھی بنتے تھے۔اسی حقیقت کے پیش نظر رسول خدا ﷺ نے اس عام نقطۂ نظر کا اظہار فرمایا۔

جہاں تک گھر کی نحوست کا تعلق ہے تو اس کی بھی ابوداؤد کی مروی حدیث میں امام مالکؒ کے حوالے سے وضاحت کی گئی ہے کہ کچھ گھروں میں رہنے والے لوگ یکے بعد دیگرے مرجاتے ہیں جسے اس گھر کی نحوست پر محمول کیا جاسکتا ہے (اور یہ امر آج بھی مختلف ممالک/شہروں میں پایا جاتا ہے)۔

عورت کی نحوست والی حدیث کی اصل حقیقت جان لینے کے بعد ہم چند مزید گذارشات اپنی پڑھی لکھی خواتین سے کرنا چاہتے ہیں۔تاہم آغاز میں اس امر کی صراحت کردیں کہ اس حدیث نیز اسی مفہوم کی دیگر احادیث میں جن وعیدوں/ برے نتائج اخروی کا ذکر کیا گیا ہے تو طبقہ اناث بحیثیت مجموعی ان کا مخاطب نہیں۔ دراصل یہ ایک انداز تخاطب ہے جس سے اللہ کے رسول ﷺ کی بے پایاں شفقت اور محبت کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ ﷺ طبقہ اناث کے لئے کس قدر تشویش میں مبتلا رہتے تھے کہ انہیں آخرت میں ہر قسم کی سزا سے بچایا جائے۔اور اس انداز کو دنیا جہان کی خواتین (جس میں خود امہات

المومنینؓ، دیگر صحابیاتؓ اور دیگر تمام متقی و پرہیز گار اہل ایمان خواتین بھی شامل ہیں) تک کے لئے باعث تحقیر قرار دے کر عام کر دینا (Generalize) کسی صورت بھی منشائے نبوت ﷺ قرار نہیں دیا جا سکتا!

موضوع زیر بحث کے حوالے ایک تلخ حقیقت کا اظہار بھی اگر کسی کی گرانی خاطر کا سبب نہ بنے اور وہ یہ کہ ہماری پڑھی لکھی خواتین کو اس امر پر بھی غور و خوض کرنا چاہیے کہ کیا یہ ایک امر واقعہ نہیں کہ دنیا میں پائے جانے والے بے شمار مفاسد کا تعلق زبان اور جنسیت کے ان اعمال سے ہے۔ جس میں عورت نہ صرف زمانہ قدیم ہی سے ایک اہم فریق رہی ہے بلکہ آج بھی اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ موجودہ زمانے کی تحریک نسواں کی سرخیل بھی ایک عورت ہی ہے۔[1] نیز مردوں کے ساتھ مسابقانہ اصول کے تحت اپنی نسوانیت اور شرم و حیا کو بالائے طاق کس نے رکھا؟.... جنسی بے راہ روی کے اس میدان میں مرد کی ہوس کا شکار کون بنا؟.... اور یہ جنسی بے راہ روی ایک عورت کو وہاں تک لے کر کون گیا جہاں وہ ماں، بیوی، بہن اور بیٹی نہیں رہی بلکہ جنسی کشش اور دعوت کا نمونہ بن گئی.... اس کے علاوہ انفرادی سطح پر زبان کے غلط استعمال، چغلی، غیبت، حسد و عناد، اپنی بیٹی کے علاوہ گھر کی "بہو" کے خلاف محاذ آرائی کا شرف کسے حاصل ہے؟ معاشرے میں پائی جانے والی طلاقوں کی بھرمار، تشدد کے ذریعے نو بیاہتا لڑکیوں کا قتل (بالخصوص تیل کے چولہے سے جل جانا) نیز معاشرے میں پائی جانے والی رشوت، فیشن کی بھرمار، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ نارو ا اور اس قسم کے دیگر مفاسد جن کی فہرست اگر بنانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، کا ذمہ دار کون ہے؟.... اس پردہ زنگاری کے پیچھے کس کا ہاتھ کارفرما ہے؟.... یاد رہے کہ یہاں ہم الزام تراشی کے جذبے سے ان تمام مفاسد پر اظہار خیال نہیں کر رہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے جذبہ شر سے محفوظ رکھیں۔ ہمارا مقصد صرف اور صرف ان امور کی جانب توجہ دلا کر

---

[1] اشارہ ہے: وکٹورین عہد کی خاتون دانشور Mary Woolsten Craft کی جانب جس نے Feminism کے موضوع پر کتاب لکھی۔

SULEMANI.COM.PK

ایک ایسے خوشحال اور اطمینان بخش معاشرے کو وجود میں لانا ہے جس پر آسمان سے رحمتیں نازل ہوں اور زمین اس پر اپنے تمام تر خزانے اگل دے۔ (النحل 16:112) اور وہ بستی/ معاشرہ امن وچین، خوشحالی، سکون واطمینان کا گہوارہ بن جائے....

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُواْ يَصْنَعُونَ

بلاشبہ یہ عظیم ترین مبارک فریضہ طبقہ اناث ہی بجالاسکتا ہے۔

انہی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد!

ہماری ان گذارشات کو کسی طور بھی اس امر پر محمول نہ کیا جائے کہ ہم طبقہ اناث کو مطعون کر رہے ہیں۔ ہمارے دلی دکھ اور کرب کا احساسِ بین السطور، ہماری درج بالا تحریر سے بآسانی کیا جاسکتا ہے

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
’آنکھ کا نور‘ دل کا نور نہیں!

تاہم ہم اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن (جلد دوم ص296) سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

”فی الحقیقت سب سے بڑا کید تو مرد ہی کا کید ہے جو پہلے اسے (عورت) کو کامجیوں کا آلہ بناتا ہے اور جب بن جاتی ہے تو خود پاک بنتا ہے اور ساری ناپاکیوں کا بوجھ اس معصوم کے سر ڈال دیتا ہے، دنیا میں کوئی عورت بری نہ ہوتی اگر مرد اسے برا بننے پر مجبور نہ کرتا۔ عورت کی برائی کتنی ہی سخت اور مکروہ صورت میں نمایاں ہوتی ہو لیکن اگر جستجو کرو گے تو تہہ میں ہمیشہ مرد ہی کا ہاتھ دکھائی دے گا اور اگر اس کا ہاتھ نظر نہ آئے تو ان برائیوں کا ہاتھ ضرور نظر آئے گا جو کسی نہ کسی شکل میں اس کی پیدا کی ہوئی ہو۔“

SULEMANI.COM.PK

درج بالا گذارشات کے بعد، اب ہم یہ چاہیں گے کہ طبقہ نسواں کے ساتھ، اللہ کے رسول ﷺ کی محبت و شفقت، احترام نسوانیت، اور ان کے اخلاق و اعمال کے حوالے سے ان چند احادیث کا ذکر کریں جو ان موضوعات پر کتب حدیث میں مروی ہیں۔

علم الحیات (Biology) سے معلوم ہوا ہے کہ عورت اپنی شکل وصورت، ظاہری اعضاء اور ان کے افعال کے لحاظ سے مرد سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ جس وقت رحم میں، بچے (جنین) کے اندر صنفی خلیات (Sex Cells) کی تشکیل ہوتی ہے، اس وقت سے ہی دونوں صنفوں کی جسمانی ساخت ایک دوسرے سے مختلف صورتوں میں ترقی کرتی ہے۔

اسلام نے عورت و مرد میں حیاتیات اور نفسیات کے اعتبار سے اس فرق کو تسلیم کیا ہے اور اس طریق پر عورت کو ایسے مواقع بہم پہنچائے ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظام معاشرت میں اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق زیادہ سے زیادہ خدمت سرانجام دے سکے۔ دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں کیا فرمایا:

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رضی الله عنها قَالَتِ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْجِهَادِ. فَقَالَ "جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ". (بخاری 2875)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا تمہارا یعنی عورتوں کا جہاد حج ہے۔"

اسلام نے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا جو نظام انسانوں کے لئے وضع کیا ہے، اس میں تعلیم و تربیت کا پہلو بہت نمایاں حیثیت کا حامل ہے تاہم چند احادیث درج ذیل ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم "رَحِمَ اللَّهُ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ" (ابوداؤد 1308)

"اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جورات کو (تہجد یا صبح کی نماز کے لیے) کھڑا ہوتا ہے اور اپنی بیگم کو بھی بیدار کرتا ہے اگر وہ انکار کر دے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے ڈالے اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم کرے جورات کو کھڑی ہوتی ہے اور اپنے خاوند کو بھی بیدار کرتی ہے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ایسی ماؤں کو دوزخ کی آگ سے بچنے (بالفاظِ دیگر جنت) کی خوشخبری دی جس نے دولڑکیوں کی پرورش ونگہداشت کی:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ "مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ"

(بخاری 1418، مسلم 2629)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہ ایک کھجور ہی اس کو دے دی اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور خود ذرا بھی کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد جیسے ہی وہ نکلی حضور ﷺ تشریف لائے میں نے آپ ﷺ کو پورا قصہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لڑکیوں (کی دیکھ بھال اور پرورش) کے ساتھ مبتلا کیا گیا اور پھر اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ لڑکیاں آتش دوزخ سے بچانے کے لیے اس کے واسطے آڑ بن جائیں گی۔"

اسلامی معاشرے میں زوجین کے درمیان طلاق اور جدائی کو اچھا خیال نہیں کیا گیا۔

SULEMANI.COM.PK

اللہ کے رسول ﷺ نے طلاق کو جائز امور میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ترین عمل قرار دیا۔ تاہم اکثر دیکھا گیا ہے کہ شوہر اپنی بیویوں کو تنگ کرنے کے لئے طلاق دینے کے بعد بچوں کو ماں سے چھین لینے کا حربہ اختیار کرتے ہیں۔ جو از خود عورت کے لیے بہت گراں اور تکلیف دہ عمل ہوتا ہے۔ دیکھئے ایسی حالت میں حضور اکرم ﷺ کی محبت نے ماں کے جذبہ مادری کی کس قدر پاسداری فرمائی۔

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ امْرَأَةً، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي" (ابوداؤد 2276)

"حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک یہ جو میرا بیٹا ہے **میرا پیٹ اس کے لیے برتن رہ چکا ہے اور میری چھاتی اس کے لیے مشکیزہ رہی ہے اور میری گود اس کے لیے حفاظت کی جگہ رہی ہے** اور اب ماجرا یہ ہے کہ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اس کو مجھ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے اس کے جواب میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کی پرورش کی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو نکاح نہ کرلے۔"

درج بالا حدیث میں اس صحابیہؓ کے الفاظ بہت ہی قابل غور ہیں جو ادبی حسن و لطافت کا ایک شاہکار ہیں جس سے اس دور میں خواتین کی علمی و ادبی استعداد اور سلامت طبع کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں.... ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے دور میں پڑھی لکھی خواتین اپنی غیر سرکاری تنظیموں کے ذریعے طبقہ نسواں میں مثبت طور پر علمی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے بالخصوص دیہی خواتین کی تعلیم و تربیت اور اسلامی تعلیمات سے آگہی کا بندوبست کریں۔ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس طریق پر مثبت سرگرمیوں کے نتیجے میں

معاشرے میں عورت کی اس حالت زار کو نہ صرف ختم کیا جا سکے گا جو دینی لاعلمی کی وجہ سے طبقہ نسواں کے لئے متعدد مشکلات و مسائل کا سبب بنا ہوا ہے بلکہ اس طریق پر ایک دو نسلوں کے بعد ان کی گودوں میں پلنے والی نسل بھی اس قابل ہو سکے گی کہ انہیں اس قسم کی مشکلات کا سامنا ہی نہ کرنا پڑے!

☆.... مسلم معاشروں میں ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں دونوں سوکنیں ایک دوسرے کے خلاف اور جذبہ حسد و عناد میں مبتلا ہوتی ہیں جو ایک عام سی بات ہے۔ دیکھئے اللہ کے رسول ﷺ نے اس مسئلے کے حل کے لئے کیا خوب نصیحت فرمائی۔

عَنْ أَسْمَاءَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ، أَنَّ امْرَأَةً، قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي ضَرَّةً، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِينِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلاَبِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ" (بخاری 5219، مسلم 2130/a)

"حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بلاشبہ میری ایک سوکن ہے کیا مجھے گناہ ہوگا اگر میں (اس کو جلانے کے لیے) جھوٹ موٹ یوں کہوں کہ یہ چیز مجھے شوہر نے دی ہے حالانکہ اس نے نہ دی ہو؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو کوئی چیز حقیقت میں نہ ملی ہو اس کے بارے میں یہ ظاہر کرنا کہ یہ مجھے ملی ہے ایسا ہے جیسے کوئی جھوٹ کے دو کپڑے پہن لے۔"

حدیث نمبر ۸۱

Those who entrust their affairs to woman shall never know prosperity.

"حضرت ابی بکرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا" وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے امور (معاملات) عورت کے سپرد

کردے"

رفعت حسن صاحبہ نے جن احادیث پر اپنے مقالے میں اعتراض کیا ہے، یہ ان میں شامل ہے درج بالا حدیث مسند احمد بن حنبلؒ میں روایت کی گئی ہے جبکہ صحیح بخاری میں ایک دوسرے راوی سے یہ حدیث یوں روایت کی گئی ہے:

((عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِي اللَّهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ، رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَيَّامَ الْجَمَلِ، بَعْدَ مَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى قَالَ "لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً")) (صحیح بخاری 4425)

''ابوبکرہ سے روایت ہے کہ جنگ جمل کے واقعہ میں اللہ نے مجھ کو ایک کلمہ سے فائدہ دیا جو میں نے نبی ﷺ سے سنا تھا۔ ہوا یہ کہ جب آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ ایران والوں نے (بوران) کسرے (شیرویہ بن پرویز بن ہرمز) کی بیٹی کو بادشاہ بنایا تو آپ نے فرمایا "وہ قوم کبھی پنپنے والی نہیں۔ جو ایک عورت کو اپنا حاکم بنائے۔"

عورت کے سیاست وسیادت کے منصب پر قائم ہونے کی بحث گذشتہ سالوں میں بہت زور شور سے جاری رہی بالخصوص اس وقت جبکہ پاکستان میں جنرل ایوب کے مقابلے میں محترمہ فاطمہ جناح کو الیکشن میں کھڑا کیا گیا۔ اس وقت بیشتر اہل علم نے حالات و واقعات کی نزاکت کے پیش نظر اس امر کی تائید کی تھی کہ ان کا منصب صدارت پر متمکن ہونا ایک بہت ہی ضروری امر تھا تاہم اس امر کی بھی تصریح کر دی گئی تھی کہ اس قسم کی استثنائی حالتوں میں ایسا کرنا جائز ہے البتہ اِسے ایک قاعدہ اور کلیہ بنانا مناسب نہیں۔ بعد میں بے نظیر بھٹو جب وزیر اعظم بنیں تو پھر یہ سوال دوبارہ کافی شدومد سے اٹھا... کسی قسم کی سیاسی بحث میں پڑے بغیر اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ پاکستان کے موجودہ حالات میں جو

ابتری اور لاقانونیت، گذشتہ ادوار میں فوج کی مداخلت اور سیاسی رشوت کا جو دور دورہ رہا ہے، وہ اگر تمام تر نہیں تو اس کا ایک بیشتر کریڈٹ، محترمہ بے نظیر صاحبہ کے دورِ حکومت کو ہی جاتا ہے۔(جنرل گل حسن 2008)۔ان کا بڑے سے بڑا حمایت کرنے والا صاحب ایمان اور محب وطن شخص بھی اس امر سے انکار نہیں کرسکتا کہ ان کے شوہر نے جس رشوت اور حکومتی معاملات میں مداخلت کا ڈول ان کے دور میں ڈالا تھا وہ **بالآخر مسٹر ٹین پرسنٹ (Mr. Ten Percent) کے نام سے تمام دنیا میں مشہور و معروف ہوا اور پاکستان کو وہ بدترین دور بھی دیکھنا نصیب ہوا جب وہ قصر صدارت میں براجمان ہوئے**۔ ہم اس موضوع پر مزید زیادہ وقت خرچ کرنا مناسب نہیں سمجھتے تاہم تاریخ کا یہ فیصلہ رسول اکرم ﷺ کی زبان حق بیان کی تصدیق کرنے کے لئے کافی وشافی ہے کہ "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو اپنے معاملات اور امور عورت کے سپرد کردے"۔

موجودہ زمانے میں اسی کا ایک دوسرا پہلو نماز میں عورت کی امامت کے شاخسانے کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔اس معاملے میں بھی بلا کسی مداہنت اور لگی لپٹی رکھے اس امر کو جان لینا چاہیے کہ مسلم اہل علم وفقہا نے گذشتہ چودہ صدیوں میں کبھی بھی عورت کو مردوں کی نماز میں امامت کا اہل نہیں سمجھا۔ اس ممانعت کی صحت وعلت موجودہ زمانے میں بالخصوص بہت اہمیت اختیار کرجاتی ہے جبکہ انسانی معاشروں میں شہوت رانی، عریانی اور فحش نگاری کا دور دورہ ہے۔ نماز میں خشوع وخضوع اور توجہ الی اللہ کی ضرورت ظاہر و باہر ہے، کیا کوئی ایماندار شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اسے خشوع وخضوع اور اللہ سے ڈر کی کیفیت اس نماز میں پیدا ہوسکتی جس کی امامت ایک عورت کررہی ہو گذشتہ صفحات میں ہم نے جس تفصیل سے جنسی بے راہ روی اور صنفی انارکی کے طوفان کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی ہے، کیا اس کے بعد بھی کوئی گنجائش اس امر کی رہ جاتی ہے کہ عورت کو مردوں کی نماز میں امام بنایا جائے؟

اس موضوع کا ایک دوسرا پہلو کسی عورت کا عورتوں کی نماز میں امامت کرانا ہے۔ اس

SULEMANI.COM.PK

ضمن میں اہل علم اور فقہا نے واضح کیا ہے کہ اگر ایک حافظ کو قرآن بھولنے کا اندیشہ ہو اور قرآن کو پختہ رکھنے کی غرض سے کسی دوسری حافظہ کو سناتی ہو اس کی گنجائش فقہاء کرام نے دی ہے کہ دعوت دیئے بغیر اپنے گھر میں عورتوں کو نماز تراویح کو بھی مستحسن قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا امامت کرانا ثابت ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے اپنی کتاب مجموعۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اکثر حنفیہ کے نزدیک عورتوں کی جماعت مکروہ ہے مگر کوئی معتدبہ دلیل کراہت پر نہیں پائی جاتی۔ اخبار و آثار سے اس جماعت کا جواز ثابت ہے جس میں صرف عورتیں ہی ہوں۔ (سنن ابی داؤد) (اور اس میں صورت یہ ہوگی کہ عورت مرد کی طرح ایک صف کے فاصلہ پر کھڑی نہیں ہوگی بلکہ چار انگل کے فاصلے پر صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی)۔ حافظ قرآن حکیم کو مذکورہ ضرورت کے پیش نظر رمضان المبارک میں تراویح کی مشروط اجازت ہے۔ اس ضمن میں ہم نے ضمیمہ د میں "عورتوں کی باجماعت نماز" کے موضوع پر اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ایک پروفیسر (عبدالحئی ابڑو 2012) کا مقالہ درج کیا ہے جس میں اس موضوع پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۸

I do not leave behind me any cause of trouble more fatal to man than woman

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ".))

(صحيح مسلم 2740، البخاري 5096)

"حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد، کوئی فتنہ مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ مضر نہیں چھوڑا۔"

اس مضمون کی ایک دوسری حدیث سنن ابن ماجہ میں (نمبر: 3998) کے تحت بھی روایت کی گئی ہے:

یہ حدیث بھی ان احادیث میں شامل ہے جو محترمہ رفعت حسن صاحبہ نے "اہانتِ نسواں" کے ضمن میں نقل کی ہیں جس کا حوالہ ہم نے صحیح مسلم سے تلاش کیا ہے.... ہم نے گذشتہ صفحات میں حدیث نمبر 15 (جوان کے مقالے میں ہے) کے تحت بہت تفصیل کے ساتھ عورت کی نحوست کے ضمن میں جو گذارشات کی ہیں وہ ایک خالی الذہن انسان کے لئے کافی ہونی چاہئیں کہ دراصل اس کی حقیقت کا حال ام المومنین حضرت عائشہؓ کے قول نے کھول دیا کہ وہ بات یہودیوں کی کہی ہوئی تھی جسے غلطی سے آپ ﷺ کی جانب منسوب کر دیا گیا۔ تاہم مزید چند گذارشات، شاید ایسے لوگوں کے لئے اس الجھن کو دور کرنے میں مفید ثابت ہوں جو احادیث کے بارے میں کسی اشکال کا شکار ہیں۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے سید مودودیؒ (2012) کے حوالے سے یہ تحریر کیا تھا کہ مغربی معاشرت جن نظریات پر قائم ہے، ان میں دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط ایک بہت اہم پہلو ہے۔ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول کی وجہ سے عریانی اور فحاشی کو غیر معمولی ترقی ملی۔ مخلوط سوسائٹی میں فطری طور پر یہ جذبہ ابھرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے زیادہ سے زیادہ جاذبِ نظر بنیں۔ جس کی انتہا بیان کرنے کے لئے اب کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہیں۔ جدید زمانے میں یورپ، امریکہ اور بھارت کی عریاں فلم ساز صنعت (Pornographic Industry) مخلوط سوسائٹی کے اس جذبہ کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ عورت، مردوں کے ہاتھوں میں جنسی شہوت اور لذت کے حصول کا ایک ذریعہ بن کر رہ گئی ہے، ہر وہ عورت جو تہذیب جدید کی دوڑ میں شریک ہونے کی خواہش مند ہے، اس کی زندگی کا آئیڈل صرف ایک پلے گرل (Play Girl) بنناہی رہ گیا ہے کسی پلے بوائے (Play Boy) کے ہاتھوں!

اس آزادانہ اختلاطِ زن مرد کا سب سے برا اثر خاندانی نظام پر پڑا۔ امریکہ اور یورپ کے بیشتر ممالک میں بن بیاہی ماؤں کی بھرمار، طلاقوں کی بڑھتی ہوئی شرح اور ناجائز بچوں کی ہوش ربا تعداد نے مغرب اور امریکہ میں خاندانی نظام کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔

SULEMANI.COM.PK

ان ممالک میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں جوان عورتیں تجرد پسند ہیں اور اپنی زندگی آزاد شہوت رانی کے تحت بسر کررہی ہیں۔ مانع حمل طریقوں، اسقاطِ حمل، قتل اولاد کی زیادتی نیز شرح پیدائش میں کمی.... بدکاری اور امراض خبیثہ بالخصوص ایڈز کی بڑھتی ہوئی شرح، اس آزادانہ اختلاط کے وہ چند کڑوے اور کسیلے پھل ہیں جن سے مغرب کی سوسائٹی آج دوچار ہے.... تاہم تاریخ کا یہ بھی ایک بہت بے لاگ فیصلہ ہے کہ جب اور جس جگہ جنسیت اس قدر عام ہوجاتی ہے جیسی امریکہ اور مغرب میں آج کے دور میں ہے تو پھر وہاں انسانیت کو اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے موجودہ حالات کے پیش نظر یہ خیال کہ وہ ایک بہت بڑے حادثے سے دوچار ہونے والے ہیں، بعید از قیاس نہیں.... یونان، روم اور ہندوستان نیز قدیم مصری تہذیب کا خاتمہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ قانون الٰہی کے تحت وہ اقوام بالآخر نیست ونابود ہوکر رہ گئیں، آج صرف تاریخ کے صفحات میں ہی ان کا ذکر عبرت کے لئے رہ گیا ہے!

آج کے علمی دور میں کسی موضوع بشمول زیر بحث مسئلے کے بارے میں اعداد وشمار کا انبار لگانا چنداں مشکل نہیں۔ تاہم موجودہ جنسی بے راہ روی کی تمام تر ذمہ دار صرف عورت بھی نہیں جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں اشارہ کیا ہے کہ اس بے راہ روی میں مرد بھی برابر (شاید کسی قدر زیادہ) کے حصہ دار ہیں تاہم طبقہ نسواں کو بحیثیت مجموعی اس حقیقت پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ مرد تو چند لمحات عیش کے بعد عورت سے مل کر ہمیشہ کے لئے جدا ہوجاتا ہے اور وہ اس ملاقات کی ذمہ داری (قیام حمل) سے بھی الگ ہوسکتا ہے (اکثر ایسا ہی ہوتا ہے) لیکن عورت کو اس کا خمیازہ برسوں بلکہ ساری عمر بھگتنا پڑتا ہے.... پھر اس ایک عورت کا یہ مسئلہ صرف ایک فرد کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک خاندان، ایک معاشرے، ایک ملک، تہذیب اور عالم انسانیت کا مسئلہ بن جاتا ہے.... آج کے دور میں اس قسم کی لاکھوں بلکہ کروڑوں عورتوں کے اس مسئلے کی وجہ سے انسانیت بری طرح سے کراہ رہی ہے تاہم اس کا مداوا صرف اور صرف عورت ہی کے ہاتھ میں ہے.... فطرت نے عورت میں حسن،

SULEMANI.COM.PK

لطافت اور دل لبھانے کی طاقت اور صلاحیت رکھی ہے، اس کی یہ صلاحیتیں اگر اس طریقے پر استعمال ہوں جسے عورت اور مرد کے درمیان صنفی تعلق اور تمدنی تعاون کی صحیح ترین صورت یعنی نکاح کہا گیا ہے تو انسانیت ان برے نتائج سے بچ سکتی ہے کیونکہ صرف اور صرف یہی وہ طریقہ ہے کہ جس کے ذریعے عورت اور مرد کے درمیان مستقل وابستگی پیدا کی جاسکتی ہے جس کے ذریعے نہ صرف نسل انسانی کو فروغ حاصل ہوتا ہے بلکہ اس کے ذریعے تہذیب و تمدن کو بھی دوام حاصل ہوتا ہے۔ ہر شخص (مرد و زن) کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو صلاحیتیں اور قوتیں، اللہ تعالیٰ نے اسے ودیعت فرمائی ہیں، وہ پوری انسانیت کے لئے اس کے پاس امانت ہیں تاہم عورت کو ہر اس کوشش کو خود آگے بڑھ کر ناکام بنا دینا چاہیے جس کا مقصد اسے صرف شہوانی لذت کا ذریعہ بنانا ہے.... یہ امر اس کے انفرادی تشخص اور خودی کے منافی ہے کہ اسے خواہشات نفسانی کا کھلونا بنالیا جائے۔ اس امر کا انکار کر کے وہ اپنے اوپر سے اس داغ کو دور کرسکتی ہے جو اس پر مرد کی خودغرضی نے زمانہ قدیم ہی سے لاگو کرنے کی کوشش کی ہے اور جاہلیتِ جدیدہ نے اسے مرد و زن کی مساوات کے جال ہمرنگ زمین کے ذریعے اسے دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حدیث نمبر ﷺ

I took a look at hell, I noted that there women were the majority.

عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، الْعُطَارِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ قَالَ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم "اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ".

(صحیح مسلم:2737/a)

"نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت میں جھانکا، پس میں نے وہاں غریبوں کو کثرت سے دیکھا اور میں نے جہنم کی طرف دیکھا تو میں نے وہاں

عورتوں کی کثرت دیکھی۔"

صحیح بخاری 6449 میں دوسرے راوی کے حوالے سے یہ حدیث مروی ہے۔

درج بالا حدیث اس سے قبل حدیث نمبر 4 کے تحت صحیح مسلم میں "کتاب الذکر والدعاءوالتوبة والاستغفار" باب "اکثر اھل الجنة الفقرا و اکثر اھل النار النساءو بیان الفتنة النساء" میں آچکی ہے۔اس کے بارے میں بھی ہماری گذارشات وہی ہیں جو ہم نے وہاں پیش کی ہیں، اس لئے اب انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔تاہم ہم اپنے قارئین کی توجہ ضمیمہ الف میں درج عبارت کی جانب دلانا چاہتے ہیں جہاں جسٹس صاحب نے اس حدیث پر بدیں الفاظ اعتراض کیا ہے کہ "میں اپنے آپ کو یہ یقین کرنے کے ناقابل پاتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ باتیں کہی ہوں گی"....بلکہ وہ ان احادیث کے پہلے حصے پر یہ رائے زنی بھی کرتے ہیں کہ "اس کا مطلب کیا یہ ہے کہ مسلمانوں کو دولت حاصل کرنے سے منع کر دیا گیا ہے"....ہم گذارش کریں گے کہ سید مودودیؒ نے اس اعتراض کا جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ ضمیمہ ب میں مطالعہ فرمالیں!

بابِ پنجم

قرآن اور احادیث پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

گذشتہ صفحات میں ہم نے ان احادیث پر اعتراضات کا جائزہ لیا ہے جو محترمہ رفعت حسن صاحبہ نے اپنے ایک مقالے میں اٹھائے تھے تاہم چونکہ اعتراضات اور شکوک وشبہات کا اصل منبع ومصدر مستشرقین ہیں جو اپنی عیسائی حکومتوں کی دی ہوئی مراعات/ فنڈز ودیگر سہولیات طباعت واشاعت کے ذریعے اس قسم کے خیالات ونظریات کی ترویج و اشاعت کررہے ہیں جس سے متاثر ہوکر مسلم ممالک کے دیگر بہت سے لوگوں نے ان کے خیالات ونظریات کو اپنی تحریروں میں پیش کرنا شروع کردیا ہے۔[1] اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان چند اعتراضات اور شبہات کا جائزہ بھی لیا جائے جو انہوں نے اپنی کتب/ رسائل/ مقالہ جات میں پیش کیے ہیں....اس ضمن میں، جیسا کہ ہم نے کتاب کے آغاز میں واضح کیا کہ ہمارے سامنے پروفیسر روبن لیوی کی کتاب (1962) مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی سے ہے جس میں موصوف نے متعدد موضوعات از قسم پردہ، مساجد میں عورتوں کی نماز، عورت کی امامت، تعدد ازدواج وغیرہ جیسے مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ درج ذیل صفحات میں ہم ان موضوعات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں:

---

[1] یاد رہے کہ قریباً انہی موضوعات پر مسلم ممالک کی خواتین اور مرد حضرات نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اکثر جگہ ان کے خیالات ودلائل میں حیرت انگیز ہم آہنگی اور مماثلت بھی پائی جاتی ہے!
(Fatima Mernissi, 1991; and Khalid M. Abu Fdl, 1963)

SULEMANI.COM.PK

☆.... مسلمان عورت کے پردے پر اعتراض ہے۔

☆.... وہ مسلمان مرد وزن کے آزادانہ اختلاط/میل جول کے خواہاں ہیں۔

☆.... غلامی نیز تعدد ازواج بالخصوص لونڈیوں کے (ماضی بعید میں) وجود پر بھی انہیں اہانت نسواں کے نقطہ نظر سے اعتراض ہے اور

☆.... ان کی نظر میں اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں!

☆.... مسلمان عورت کے لئے ان کی "نیک خواہش" یہ ہے کہ وہ مساجد میں پنج وقتی نماز ادا کریں۔ نیز

☆.... مسلمان عورتیں نہ صرف اپنی بلکہ مردوں کی نماز میں بھی امامت کا فریضہ سر انجام دیں تا کہ مساواتِ مرد وزن کا مغربی تصور لفظاً اور معناً پورا ہو!

اب ہم ان موضوعات پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ اظہارِ خیال کریں گے، تاہم اس جانب اشارہ کرنا ضروری ہے کہ ان میں سے چند موضوعات پر ہم گذشتہ صفحات میں بھی اظہار خیال کر چکے ہیں جنہیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

پردہ اور دیگر موضوعات کے بارے میں عمومی تبصرہ: پردہ اور حجاب، مسلم اور غیر مسلم دنیا میں ایک بہت اہم بحث کا موضوع بن گیا ہے۔ مغرب میں اسے عورتوں پر ظلم و ستم کی ایک نشانی کے طور پر سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے۔ وہاں کے اہل علم نے مسلمان عورت کو یہ باور کرانے کے لئے اپنا تمام تر زور صرف کر دیا ہے کہ اس کے ذریعے طبقہ اناث کی تذلیل کی گئی ہے جسے پروپیگنڈے کے زور پر اب پڑھی لکھی مسلم خواتین کی ایک معتدبہ تعداد نے قبول بھی کر لیا ہے اور وہ اس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ دیگر مسلمان عورتیں بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسے ترک کر دیں!

ہماری یہ محترم بہنیں، اس امر سے شاید آگاہ نہیں ہیں کہ مغرب میں بھی زمانہ قدیم سے ہی طبقہ اشرافیہ کی خواتین، اپنے آپ کو دیگر طبقات کی خواتین سے ممتاز و ممیز کرنے کے طور پر پردے کا استعمال کرتی تھیں۔ اس لحاظ سے یہ بڑائی اور امارت کی نشانی سمجھا جاتا تھا

SULEMANI.COM.PK

اور یہ ایک عورت کی عزت نفس اور اس کے سوشل مقام و مرتبہ کا مظہر بھی تھا۔ حتیٰ کہ معاشرے کی کم تر درجے کی عورتیں بھی بعض اوقات طبقہ اشرافیہ سے اپنا تعلق ظاہر کرنے کی خاطر پردہ کیا کرتی تھیں.... یورپ اور تمام عیسائی ممالک نیز مسلم ممالک میں بھی پردے کی باقیاتِ صالحات کو اب تک چرچ کی ننیں (Nuns)، اپنے سر کو ڈھانپ کر رکھنے سے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ نیز یہ تاریخی حقیقت بھی اکثر و بیشتر نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ یورپ اور امریکہ میں استعمال ہونے والا حالیہ لباس (اگر اسے لباس کہا جا سکے!) جدید زمانے کی اختراع ہے۔ اگر آج سے 80 / 70 سال قبل کے یورپ میں عورتوں کے لباس کا جائزہ لیا جائے تو وہ ہمارے معاشرے میں ٹوپی نما برقعے سے کسی طور بھی مختلف نہیں تھا جو ایک لمبے فراک اور سر ڈھانپنے کے رومال پر مشتمل ہوتا تھا جسے پرانی تصاویر اور فلموں میں بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔

حجاب، صرف ایک کپڑے کو بطور لباس استعمال کرنے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ اس کا اہم ترین پہلو انسانی رویے، طرزِ عمل، گفتگو اور عام معاشرے میں چلنے پھرنے سے ہے جبکہ انسان کا لباس اس کی کل شخصیت کا صرف ایک پہلو ہے!

مغربی دانشوروں نے پردے کی موجودہ شکل کو ظہور اسلام سے قبل کے معاشرے کی ایک رسم قرار دیا ہے **جسے اللہ کے رسول ﷺ کے بعد مسلمانوں نے اختیار کر لیا**.... تاریخی طور پر یہ خیال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے (جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے)۔ اسلام کے خاندانی نظام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بنیاد مرد و عورت کے دائرہ کار کو علیحدہ کرنے اور دونوں اصناف کے آزادانہ میل جول کی حوصلہ شکنی کرنے پر ہی نہیں بلکہ مخالفت کرنے پر رکھی گئی ہے۔ ان ہر دو مقاصد کے حصول کے لئے سورہ النور، الاحزاب اور دیگر قرآنی سورتوں میں جو احکامات دیئے گئے (سورۃ النور، 24:31، سورۃ الاحزاب، 33:33) اور جن کی تفصیل و عملی شکل کا مظاہرہ، حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ پاک میں عملاً کر کے دکھایا اور جس کے مطابق امہات المومنینؓ اور دیگر

SULEMANI.COM.PK

صحابیاتؓ نیز دورِاول کی عام مسلمان خواتین نے اس وقت سے لے کر آج تک بلادِعرب ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مسلم معاشروں میں اس پر جس انداز سے عمل کیا، وہ تاریخی تقابل اس امر کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے کہ پردے کی شکل، اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کے تحت ہی مسلم معاشرے میں رواج پذیر ہوئی!

درج بالا ان اعتراضات کا اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو ان تمام کی تہہ سے مغربی اہل علم کی "نیک نیتی" کا بھرم کھل جاتا ہے کہ دراصل وہ مسلمان عورت کو کسی نہ کسی طرح یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ پردے کی وجہ سے وہ دنیا کی ترقی میں اپنا رول ادا کرنے سے قاصر ہیں، اس لئے پردے کی ناروا پابندیوں کو ختم کرنا ضروری ہے۔ پردے کے خاتمے سے مرد وزن کے آزادانہ میل جول کا راستہ خودبخود کھل جاتا ہے۔ پھر مسلمان خواتین کے لئے مساجد میں جا کر نماز کی ادائیگی کے بارے میں بھی وہ اس "تشویش" میں مبتلا نہیں کہ یہ اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے اور مسلمان عورت کو "مولوی صاحبان" نے اس کی ادائیگی سے روک کر ان کے "جنت میں جانے کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر دی ہے جسے اہل مغرب دور کر کے ان کے لئے جنت کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں" نیز عورت کی امامت کی بھی وہ اس لیے وکالت نہیں کر رہے کہ اس سے مسلمان عورت قیادت سے محروم ہو رہی ہے بلکہ مقصود ان آزادانہ میل جول کی راہوں کو کھولنا ہے جن کو حاصل کرنے کے بعد انہیں اپنے اس ایجنڈے کی تکمیل کے امکانات روشن ہوتے نظر آتے ہیں جس کے لئے مغرب گذشتہ دو تین صدیوں سے کوشاں رہا ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمان عورت کو سڑک اور بازار/ دفاتر میں لا کر اس خاندانی نظام کو سبوتاژ کیا جائے جس کی گود میں پل کر یہ قوم ایسے فرزند پیدا کر رہی ہے جو آج کے اس "روشن ترین دور" میں بھی جہاد اور اسلامی نظام کی ترویج واشاعت کو ایک دینی فریضہ سمجھتے ہیں گویا

حریفوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے، خدا کا اس زمانے میں!

SULEMANI.COM.PK

چونکہ مغرب گذشتہ 3 / 2 صدیوں میں مسلم ممالک پر اپنے استعماری پنجے گاڑنے کے باوجود امت مسلمہ کو بحیثیت مجموعی اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکا، اس لئے اب اس نے اس مقصد کے حصول کے لئے غیر سرکاری تنظیموں (NGO's) کے دام ہمرنگ زمین کے ذریعے مسلمان مرد اور عورت کو اسلام کے ان بنیادی امور سے برگشتہ کرنے کی پالیسی اختیار کی ہے جسے وہ پہلے عیسائی چرچ اور مشنریوں کے ذریعے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس لئے وہ امت مسلمہ کے پڑھے لکھے طبقے کو اس مغالطے کے ذریعے مفتوح کرنا چاہتا ہے کہ اسلام کے قوانین معاشرت (بالخصوص پردہ) ان کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ صرف اس "رکاوٹ" کو دور کر دینے سے ان کو اپنے ایجنڈے میں کامیابی کے روشن امکانات نظر آرہے ہیں، اس لئے وہ مختلف حیلے، بہانے، پینترے بدل کر، مختلف دلائل اور موضوعات کے ذریعے ایک ذہنی خلفشار برپا کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس ضمن میں ترکی اور ایران کے معاشروں میں عورتوں کی آزادی (پردہ ترک کر دینے) کے بارے میں آج سے 6 / 5 دہائیاں قبل پردے کے خاتمے کی وجہ سے ترقی کو بطور مثال پیش کیا جاتا تھا تاہم اب اس غبارے سے بھی ہوا نکل گئی ہے کہ یہ دونوں ممالک اپنے ماضی (اسلام) کی جانب بہت تیزی کے ساتھ رجوع کر رہے ہیں لیکن اس طرح ان کی ترقی اور خوشحالی میں کسی قسم کی کوئی کمی یا تنزلی واقع نہیں ہوئی۔

درج بالا گفتگو سے واضح ہو گیا ہو گا کہ مغرب کے "یک نکاتی ایجنڈے" یعنی پردے کی مخالفت کے ذریعے وہ کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مرد و زن کا آزادانہ اختلاط اور فحاشی کے سیلاب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ پردہ ہے، جس کو ختم کرنے سے فوری طور پر وہ مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس مقصد کو مزید جلد از جلد حاصل کرنے کے لئے اب مغرب کو مسلمان عورت کا مساجد میں جا کر نماز ادا کرنا نیز مردوں کی جماعت کی امامت کرانا بھی گوارا ہے تاکہ چرچوں میں جانے کے بعد وہاں کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جو گل کھلاتے ہیں، وہ اب مساجد کے باہر بھی نمازوں کی ادائیگی کے بعد اسی طرح مسلمان

لڑکے اور لڑکیاں بھی کھیلنے جانے لگ جائیں۔[1] یہاں ہم اپنے اس قسم کا ذہن رکھنے والے تمام بھائی/ بہنوں/عزیزوں سے نہایت مودبانہ گذارش کریں گے کہ:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ہاشمی ﷺ!

اب ہم اس مسئلے کے ایجابی پہلو کی جانب آتے ہیں۔گذشتہ صفحات میں یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ اسلامی قانونِ معاشرت کا مقصدِ اولین رشتہ ازواج کی حفاظت، جنسی/صنفی انتشار کی روک تھام اور غیر معتدل شہوانی ماحول کا خاتمہ ہے۔اس غرض کے لئے اسلام نے تین تدابیر اختیار کی ہیں۔(سید مودودی 2012)

اولاً....اصلاح اخلاق، ثانیاً....تعزیری قوانین، ثالثاً....انسدادی تدابیر

اب ہم ان تینوں تدابیر کی روشنی میں، مغربی مفکرین کے ان اعتراضات اور شکوک و شبہات کا جائزہ لیں گے جو گذشتہ صفحات میں ہم نے درج کیے ہیں۔

پردہ: جیسا کہ ہم نے اس باب کے آغاز میں مغربی اہل علم کی یہ رائے درج کی کہ وہ پردے کو قبل از اسلام کی ایک علاقائی/ ثقافتی رسم قرار دیتے ہیں۔ان کی یہ رائے تاریخی

---

[1] موقعہ پر راقم کو ایک واقعہ یاد آیا کہ جب وہ 1998ء میں بلجئیم کی کیتھولک یونیورسٹی لیون (Katholic University Leuven) میں ایک پی ایچ ڈی طالب علم کے ایکسٹرنل نگران کی حیثیت سے گیا تو اسے روم جا کر پاپائے اعظم کے شہر (ویٹی کن سٹی) دیکھنے کا موقعہ بھی ملا۔وہاں دنیا کے سب سے بڑے چرچ (سینٹ میری، کہ جس سے بڑا چرچ دنیا میں کسی جگہ بھی نہیں بنایا جا سکتا) کو اندر سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔اس چرچ میں بہت بڑے بڑے مجسمے مختلف سینٹس (Saints) کے موجود تھے جن کے قدموں تلے موم بتیاں رکھی ہوئی تھیں، از رہ عقیدت جلانے کے لئے۔دوسری جانب مرکزی جگہ پر ایک روسٹرم کے سامنے کرسیاں تھیں جن پر بیٹھ کر زائرین پوپ کا لیکچر سنتے اور بعد ازاں اس کے ہاتھوں سے ''تبرک کی روٹی'' لے کر کھاتے تھے۔بہر حال جب راقم اپنے طالب علم کے ساتھ باہر چرچ کے وسیع و عریض کمپاؤنڈ میں آیا تو اس کے ساتھ 4/3 نوجوان لڑکے/لڑکیوں کا ایک گروہ بھی باہر آیا اور ان میں سے ایک لڑکی نے فوراً ہی اچھل کر اپنے ''بوائے فرینڈ'' کی گود میں پناہ حاصل کر لی اور وہ دونوں وہیں بوس و کنار میں مصروف ہو گئے!

SULEMANI.COM.PK

اعتبار سے ثبوت کی محتاج ہے۔ ان کی رائے کے برعکس، یہ ایک تاریخی امر ہے کہ دورِ جاہلیت میں اہل مکہ ننگے ہو کر کعبے کا طواف کیا کرتے تھے۔ مسلم کی کتاب التفسیر میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک عورت برہنہ ہو کر طواف کرتی تھی۔ پھر حاضرین سے کہتی کہ ”کون مجھے ایک کپڑا دیتا ہے کہ میں اس سے اپنا بدن ڈھانکوں۔“ اس طرح مانگنے والی کو کپڑا دینا ایک ثواب کا کام سمجھا جاتا تھا (سید سلمان ندوی: 2005)۔ اس لئے یہ کہنا ایک بڑی تاریخی حقیقت کو دن دھاڑے جھٹلانے کے مترادف ہے کہ اہل عرب پردہ کیا کرتے تھے۔ جبکہ اس کے برعکس اسلام نے آ کر عریانیت کی ہر حالت کو ختم کیا اور شرم وحیا کے فطری تصور کو پروان چڑھایا! (سید مودودیؒ 1999)

سید مودودیؒ اپنی کتاب ”پردہ/ حجاب (2012) میں رقمطراز ہیں کہ ”جو شخص آیت قرآنی (سورہ الاحزاب 33:59) کے الفاظ اور ان کی مقبول عام اور متفق علیہ نظیر اور عہد نبوی ﷺ کے حالات کو دیکھے گا، اس کے لئے اس حقیقت سے انکار کی مجال باقی نہ رہے گی کہ شریعت اسلامیہ میں عورت کے لئے چہرے کو حجاب سے مستور رکھنے کا حکم ہے اور اس پر خود نبی ﷺ کے زمانے سے ہی عمل کیا جا رہا ہے۔ نقاب اگر لفظاً نہیں تو معناً وحقیقتاً خود قرآنِ عظیم کی تجویز کردہ چیز ہے۔ جس ذاتِ مقدس پر قرآن نازل ہوا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے خواتین نے اس چیز کو گھر سے باہر جاتے ہوئے پہنے جانے والے لباس کا جزو بنا لیا تھا اور اس زمانے میں بھی اس چیز کا نام ”نقاب“ ہی تھا!“

”سورۃ الاحزاب (33:59) سے بالخصوص چہرے کے پردے کے حکم کا پتہ چلتا ہے جو اپنے جسم پر بڑی چادر کو چہرے کے سامنے (گھونگھٹ کی شکل میں) میں ڈال لینے سے یا چہرے پر نقاب کی صورت میں یا کسی اور دوسری مناسب صورت اختیار کرنے سے پورا ہو جاتا ہے.... قرآن کے تمام مفسرین نے اس آیت کے یہی معنی اور یہی تشریح بیان کی ہے۔ دورِ صحابہؓ سے لے کر آٹھویں صدی تک ہر زمانے میں اس آیت کا یہی مفہوم سمجھا گیا ہے۔“ اس بارے میں چند احادیث کا حوالہ دینا ضروری ہے جس سے اس دور کے تعامل کا

پتہ چلتا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، - رضى الله عنها - أَنَّهَا قَالَتْ يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الأُوَلَ لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ { وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ } شَقَقْنَ أَكْنَفَ - قَالَ ابْنُ صَالِحٍ أَكْثَفَ - مُرُوطِهِنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا . (ابوداؤد 4102)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں ہجرت کی جب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا {وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ } تو انہوں نے اپنی موٹی سے موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنا لیے۔"

سورہ النور کی ان آیات کی غالباً یہ سب سے بہترین تشریح ہے جو رازِ دان نبی ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے ادا ہوئی اور جس سے اس دور کی خواتین کی عملی تصویر نظر آتی ہے کہ گھروں میں انہوں نے اپنے موٹے کپڑے کی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنا لیے!

سورہ الاحزاب نیز سورہ النور کی آیات کا منشاء دورِ اولین کی خواتین نے یوں سمجھا کہ چادروں کے پلو لٹکا کر یعنی با پردہ ہو کر نکلتیں۔(ابوداؤد 1825)اور دیگر کتب حدیث میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حالت احرام میں چہروں پر نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع فرمایا۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں چہروں کو چھپانے کے لئے نقاب اور ہاتھوں کو چھپانے کے لئے دستانوں کا رواج عام تھا۔صرف احرام کی حالت میں اس سے منع کیا گیا تھا مگر اس سے یہ مقصد نہیں تھا کہ حج میں چہرے کا پردہ نہ کیا جائے چنانچہ دوسری احادیث میں اس امر کی تصریح ام المومنین حضرت عائشہؓ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ "سوار ہمارے قریب سے گذرتے تھے اور ہم عورتیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں۔پس جب وہ لوگ ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنی چادر اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتیں اور جب وہ گذر جاتے تو منہ کھول

لیتی تھیں"(ابو داؤد: 1833) قابل غور امر یہ ہے کہ جو دین حج کی حالت میں بھی عورتوں کے چہرے کو ڈھانپ لینے کا موید اور داعی ہے، آخر وہ کیوں کر چاہے گا کہ مسلم خواتین بازاروں، سڑکوں پر کھلے منہ آزادانہ طور پر غیر مردوں کے سامنے آئیں؟"

ایک دوسری حدیث اس امر پر مزید روشنی ڈالتی ہے۔ اسی حدیث میں آتا ہے کہ:

"سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسماء بنت ابی بکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اسماءؓ! جب عورت حیض کی عمر کو پہنچ جائے تو ان اعضاء کے علاوہ کسی اور عضو کا ظاہر ہونا جائز نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔"(ابی داؤد:4104)

درج بالا حدیث سے بھی زیادہ ذیل کی حدیث سے پردے کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دین کا مزاج اس زمانے کی خواتین نے کس قدر شدتِ احساس سے سمجھا۔

جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهَا أُمُّ خَلاَّدٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ تَسْأَلُ عَنِ ابْنِهَا وَهُوَ مَقْتُولٌ فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ جِئْتِ تَسْأَلِينَ عَنِ ابْنِكِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ فَقَالَتْ إِنْ أُرْزَإِ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ". قَالَتْ وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ "لأَنَّهُ قَتَلَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ". (أبي داود 2488)

"ایک صحابیہ عورت جن کو ام خلادؓ کہا جاتا تھا رسول اللہ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں۔ ان کا بیٹا شہید ہو گیا تھا۔ جب وہ آئیں تو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابیؓ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لئے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو؟ حضرت ام خلادؓ نے جواب دیا کہ اگر

SULEMANI.COM.PK

بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہوگئی ہوں تو اپنی شرم وحیاء ہرگز نہیں کھوؤں گی۔حضرت ام خلادؓ کے پوچھنے پر حضور ﷺ نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لیے دو شہیدوں کا ثواب ہے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں؟ ارشاد فرمایا اس لئے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔"

مزید برآں، درج ذیل حدیث ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت کردہ احمد بن حنبل، ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کی ہے، اس سے بھی پردے کی نزاکت اور اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے!

أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَعِنْدَهُ مَيْمُونَةُ فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَذَلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم "احْتَجِبَا مِنْهُ". فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ أَعْمَى لاَ يُبْصِرُنَا وَلاَ يَعْرِفُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ" (ابو داؤد 4112)

"ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہؓ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں کہ اچانک عبداللہ بن ام مکتومؓ سامنے سے آگئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے لگے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم دونوں نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟"

درج ذیل احادیث جو متعدد کتب احادیث میں روایت کی گئی ہیں، جن سے پردے کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے.... ان سے نماز کی ادائیگی گھر کے اندرونی کمرے میں کرنے کی فضیلت کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے اس سے من جملہ اس تکرار بے جا

کی بھی نفی ہوتی ہے جو مستشرقین، خواتین کو مساجد میں جا کر نماز پڑھنے کے بارے میں کرتے ہیں تاہم جس سے ان کا مقصد صرف اور صرف عورت کو گھر سے باہر نکال کر ان کے جسم کی نمائش کرنے سے ہے.... اگرچہ اس بارے میں ہم آئندہ سطور میں مزید تفصیل بیان کریں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " صَلاَةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلاَتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلاَتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلاَتِهَا فِي بَيْتِهَا " (ابوداؤد 570)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی نماز جو اس کے کمرے میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو اس کے دالان میں ہو اور اس کی نماز جو اندر والے کمرے میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو کسی عام کمرے میں ہو۔''

اس ضمن میں ہم اب ایک آخری حدیث نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں جس کا تعلق اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کے آخری دور (خطبہ حجۃ الوداع) سے ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما أَنَّ امْرَأَةً، مِنْ خَثْعَمَ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ ''نَعَمْ'' (بخاری 4399)

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر فضل بن عباسؓ حضور ﷺ کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اس اثناء میں قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی۔ فضل بن عباسؓ اس عورت کو

SULEMANI.COM.PK

دیکھنے لگے اور عورت ان کو دیکھنے لگی۔ حضور ﷺ نے فضل بن عباسؓ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس کے بعد اس عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، بلاشبہ اللہ کے فرض حج نے میرے بوڑھے باپ کو پا لیا ہے اور وہ اس قدر بوڑھے اور ضعیف ہیں کہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! (باپ کی طرف سے حج کرلو)۔"

یاد رہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ خانوادہ نبی ﷺ سے تعلق رکھنے والے نوجوان تھے اس موقع پر ان کا ایک عورت کو دیکھنا اور اس عورت کا انہیں دیکھنا، کسی فتنے کا سبب بن سکتا تھا جسے نبی ﷺ کی نگاہِ دور بین نے بھانپ لیا اور یوں اس فتنے کا فوری طور پر عملاً تدارک ہو گیا وگرنہ آج کے "نام نہاد مدعیان دین اور پیر فقیر" اس ایک واقعے سے نجانے کیا کیا مقاصد حاصل کرتے؟

یہاں اس امر کی صراحت بھی ضروری ہے کہ چہرے کے پردے کا تعلق اس جذبہ شرم و حیا سے ہے جو انسان ہی میں نہیں بلکہ مادہ جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ حیا ایک ایسا لفظ ہے جس کا مترادف شاید دنیا کی کسی دوسری زبان میں بھی نہیں پایا جاتا۔ انگریزی لفظ ''Shyness'' اس کے صحیح مفہوم کو واضح نہیں کرتا۔ حیا ایمان کا جزو ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ایک کنواری لڑکی کی طرح باحیا تھے۔ (بخاری: 3562)۔ قرآن کریم نے حضرت شعیبؑ کی پیکر شرم و حیا بیٹیوں کا ذکر کیا ہے جب ان کی ملاقات اتفاقاً حضرت موسیٰ سے ایک کنویں پر ہوئی جہاں وہ اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لئے لائی ہوئی تھیں اور حضرت موسیٰؑ وہاں بیٹھے سفر کی تھکان دور کرنے اور کسی امدادِ غیبی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے (سورۃ القصص 25:28)۔ جذبہ شرم و حیا کے ساتھ ساتھ اسلام نے ایک ایسے مرد اور عورت کے درمیان کسی تنہا جگہ میں اکٹھے رہنے کو بھی ممنوع قرار دیا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ محرم کا تعلق نہیں رکھتے۔ اس ضمن میں درج ذیل احادیث سے اس امر پر

بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ پردے کے بارے میں اسلام کس قدر نازک اور حساس جذبات رکھتا ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ". فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ. قَالَ "الْحَمْوُ الْمَوْتُ" (البخاري 5232)

"حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نامحرم عورتوں کے پاس مت جایا کرو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورت کے سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ سسرال کے رشتہ دار موت ہیں۔"

اسلامی اخلاقیات میں حیا کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اور پہلو اس کے دائرے سے باہر نہیں۔ اگرچہ قانون کی نظر میں زنا کا اطلاق صرف جنسی اعضاء کے باہمی اتصال پر ہوتا ہے مگر اخلاقیات اسلامی میں دائرۂ ازواج کے باہر صنف مقابل کی جانب ہر میلان، ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے۔ ان فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ نظر ہے۔ اسی لئے قرآن نے سورۃ النور (24:30-31) میں مردوں اور عورتوں کو غض بصر کا حکم دیا ہے۔

ابوداؤد نے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں حضرت علیؓ سے آپ ﷺ نے مخاطب ہو کر فرمایا "اے علیؓ! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو پہلی نظر تو معاف ہے مگر دوسری نہیں۔"

"يَا عَلِيُّ لاَ تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الآخِرَةُ" (ابو داؤد 2149۔ جامع الترمذی 2777)

حضرت جریرؓ نے پوچھا کہ "اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں؟" فرمایا "تو فوراً نظر پھیر لو"

SULEMANI.COM.PK

اگرچہ شادی شدہ زندگی میں زوجین کے لئے ایک دوسرے کی خاطر زیب وزینت اختیار کرنا ایک پسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے تاہم زیب وزینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لئے لذتِ نظر بننا ہو تو اس کے لئے قرآن کریم نے ایک نہایت ہی جامع اصطلاح "تبرجِ جاہلیہ" (سورہ الاحزاب 33:23) استعمال کی ہے جس کے دائرے میں کسی انسان (مرد اور عورت) کا ہر وہ فعل/عمل آجاتا ہے جس کا اظہار اس کی زبان، آواز، خوشبو، عریانی یا کسی ایسی حالت سے ہوتا ہو جس میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو۔ درج ذیل احادیث نبویہ ﷺ، ان میں سے چند امور کے بارے میں ہدایات کا ایک جامع پروگرام رکھتی ہیں۔

عورت اور مرد کے باہمی آزادانہ اختلاط کو روکنے کے ضمن میں اسلام نے اس قدر جامع اور دوررس مضمرات کی ہدایات دی ہیں کہ ایک انسان انہیں پڑھ کر حیران رہ جاتا ہے اور بے اختیار اس بات پر ایمان لے آتا ہے کہ یہ ہدایات وتعلیمات کسی انسانی ذہن وفکر کا نتیجہ نہیں ہوسکتیں، لازماً ان کا منبع ومصدر اس حیی وقیوم ذات سے ہے جو انسانوں کا خالق ہونے کے ناطے ان کے دل ودماغ میں آنے والے تمام خیالات/ جذبات اور نیتوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ دبی زبان سے/ لوچدار بات نہ کریں کہ جس شخص کے دل میں بدنیتی کی بیماری ہو وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ کرے (سورہ الاحزاب 33:22)۔ آواز کے ذریعے فتنہ پھیل سکتا ہے، اس کی انتہا یہ ہے کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اگر امام نماز باجماعت میں غلطی کرے یا کسی حادثے پر اسے متنبہ کرنا ہو تو مردوں کی طرح زبان سے سبحان اللہ مت کہیں بلکہ صرف دستک دیں (ہاتھ پر ہاتھ مار کر) اور زبان سے کچھ نہ بولیں (ابوداؤد، بخاری)۔ اسی طرح خوشبو کے استعمال کے بارے میں (علاوہ درج بالا حدیث) آپ ﷺ نے دو مزید ہدایات فرمائیں کہ

"أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ لَمْ تُقْبَلْ لَهَا صَلاَةٌ حَتَّى تَغْتَسِلَ" (سنن ابن ماجہ 4002)

SULEMANI.COM.PK

"اس عورت کی نماز قبول نہ ہوگی جو مسجد میں جانے کے لیے خوشبو لگائے جب تک کہ ایسا غسل نہ کرے جیسا کہ ناپاکی دور کرنے کے لیے پورا غسل کیا جاتا ہے۔"

مزید فرمایا کہ

"مردوں کے لئے وہ عطر مناسب ہے جس کی خوشبو نمایاں ہو اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کے لئے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ نمایاں ہو اور خوشبو مخفی ہو۔"

(ترمذی، ابوداؤد)

سورہ النور (24:30-31) میں مومن مردوں اور عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے جنسی اعضاء کی حفاظت کریں۔ اس آیت میں ایک اہم اصطلاح عریانیت یا ننگے پن (عار) استعمال ہوئی ہے جس کے معنی شرم کے ہیں۔ ایک حدیث کے مطابق "ایک عورت کو کسی دوسری عورت کے جنسی اعضاء پر نظر نہیں ڈالنی چاہیے۔ اس طرح ایک مرد کو دوسرے مرد کے جنسی اعضاء کو نہیں دیکھنا چاہیے۔"....غیر تو غیر اسلام تو اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو اسے چاہئے کہ وہ ستر کا لحاظ رکھے۔ بالکل گدھوں کی طرح دونوں ننگے نہ ہو جائیں" (ابن ماجہ)

مساجد میں نماز کی ادائیگی: مساجد میں عورتوں کے نماز پڑھنے پر مستشرقین کے اصرار کی وجوہات اور ان کے "جذبہ نیک نیتی" کے بارے میں ہم نے درج بالا صفحات میں اشارہ کیا ہے۔ نیز اس کے بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔ اگرچہ شرعاً، عورتوں کو باجماعت نماز، نیز نماز جمعہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے تاہم انہیں جمعہ کی جماعت میں شرکت کی اجازت ہے تاکہ وہ دین کے احکامات سن سکیں۔ ایسی حالت میں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ سادہ لباس میں اس طرح ملبوس ہوں کہ انہیں دیکھ کر لوگوں کے جذبات برانگیختہ نہ ہوں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں عورتیں فجر اور عشاء کی نمازیں باجماعت پڑھا

SULEMANI.COM.PK

کرتی تھیں۔اور نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں۔اس طرح کوئی شخص بھی اندھیرے کی بناء پر انہیں پہچان نہ سکتا تھا۔تاہم اللہ تعالیٰ جو شارع قانون ہی نہیں بلکہ رحیم و کریم بھی ہے نے، طبقہ اناث پر عائد گھریلو ذمہ داریوں (بالخصوص چھوٹے بچوں کی نگہداشت) کے بوجھ کی بناء پر انہیں پنجوقتہ نماز باجماعت سے مستثنیٰ قرار دیا۔آج بھی مغربی ممالک تو کجا جہاں مساجد کا وجود بہت دور ہوتا ہے اور وہ بھی کسی بڑے شہر میں ہی، مسلم ممالک میں بھی جہاں مساجد کی کثرت ہے، مردوں کے لئے یہ امر کس قدر "دوبھر" ہے کہ اکثر و بیشتر مساجد نماز کے وقت خالی رہتی ہیں، مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ عورتوں کے مساجد میں جا کر نماز کی ادائیگی کی مخالفت سے ان کے حقوق کی نفی ہوتی ہے، ایک ایسا دعویٰ ہے جس کا حقائق کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ایک ایسا شوشہ ہے جس کے ذریعے مسلمان خواتین کو خواہ مخواہ الجھانے اور غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے سوا اور کوئی مقصد نہیں.... اور اگر اسے ہمارے جوابی الزام پر محمول نہ کیا جائے تو کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ خود یورپ اور امریکہ میں کتنے فی صد عورتیں صرف اتوار کے روز چرچ جا کر عبادت کرتی ہیں جہاں آمد و رفت کی سہولتیں بھی ہیں اور خواتین کا بیشتر طبقہ ان تمام تر گھریلو ذمہ داریوں (کھانا پکانا، لانڈری، گھریلو صفائی وغیرہ) سے بہت حد تک فارغ ہوتا ہے کہ ان ممالک میں اکثر ایسے امور گھر سے باہر دکانوں سے کرائے جا سکتے ہیں! اب ہم اس مسئلے کے اصل پہلو کی جانب آتے ہیں۔

اگرچہ عورتوں کی گھر میں نماز کی ادائیگی کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے تاہم مستشرقین اور ان کے ہم خیال اصحاب (مرد و زن) کی نظروں سے اللہ کے رسول ﷺ کی وہ ہدایت کیوں اوجھل ہو گئی جس میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ "اپنی عورتوں کو نماز باجماعت کی ادائیگی سے منع نہ کرو (صحیح البخاری 5238) اگرچہ ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں" (سنن ابی داؤد 570).... یہی وجہ ہے کہ حیاتِ نبی ﷺ کے دوران مساجد میں عورتوں کا ہجوم رہتا تھا اور آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد بھی

SULEMANI.COM.PK

عورتیں نماز ادا کرنے کے لئے مساجد میں آتی تھیں۔

عورت کو گھر میں نماز پڑھنے کی ہدایت جس مصلحت کے تحت دی گئی ہے اسے عورتیں خود زیادہ بہتر سمجھ سکتی ہیں۔ مہینے میں چند دن لازماً ایسے آتے ہیں جن میں عورت کو طبعی مجبوری کی بناء پر نماز ترک کرنی پڑتی ہے۔ اور اس طرح وہ بات ظاہر ہو جاتی ہے جسے کوئی حیادار عورت اپنے بھائی بہنوں پر ظاہر کرنا پسند نہیں کرتی۔ بہت سی عورتیں اس شرم کی وجہ سے تارکِ صلوٰۃ ہو جاتی ہیں۔ شارع نے اس بات کو محسوس کر کے ہدایت فرمائی کہ چھپ کر مکان کے ایک گوشے میں نماز پڑھا کرو تا کہ کسی کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ تم کب نماز پڑھتی ہو اور کب چھوڑ دیتی ہو مگر "یہ صرف تاکید ہے حکم نہیں" (سید مودودیؒ 2012)۔ نیز دیکھئے ضمیمہ د

عورت کی امامت: جہاں تک عورت کی امامت کا تعلق ہے تو یہاں بھی مستشرقین کی وہی ذہنیت اور چال کام کر رہی ہے جو درج بالا موضوع کے بارے میں ہم نے واضح کی ہے۔ عورتیں گھر میں اپنی جماعت کرا سکتی ہیں، جس کے بارے میں گذشتہ صفحات میں وضاحت کی جا چکی ہے۔ تاہم ایک اور شوشہ، جو اس ضمن میں مستشرقین نے چھوڑا (اور جس کے تحت عملاً ایسا مظاہرہ بھی ہوا) وہ عورت کی ایسی امامت کا ہے جس میں مرد بطور مقتدی شریک ہوں.... خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ ایک کٹ حجتی ہے۔ صاف صاف کہا جائے کہ ہمیں اسلام پر بطور دین تعرض ہے اور ہم دنیا میں ملحدانہ طرز عمل کے مطابق زندگی گذارنا چاہتے ہیں.... یہ ہر شخص کا حق ہے کہ وہ دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے کسی دین کی پیروی کرے یا نہ کرے تاہم اسلامی تعلیمات میں کتر بیونت اور اضافے کی کسی صورت بھی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ علمی وعقلی طور پر یہ ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کو اسی طرح مانا جائے جس طرح شارع علیہ السلام نے بتائی ہیں۔ دینی معاملات میں خوامخواہ کی قطع و برید کی توقع کسی صاحب علم وعقل سے نہیں کی جا سکتی۔

اسلامی تعلیمات کی روح یہ ہے کہ مرد وزن کے بلاوجہ اختلاط کو ہرگز ہرگز برداشت نہ

SULEMANI.COM.PK

کیا جائے چاہے وہ اختلاط مسجد میں نماز کی ادائیگی جیسے اہم فریضے سے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ عورتوں کو نماز کی ادائیگی اور دین سیکھنے کے لئے باہر جانے کی اجازت ہے تاہم اس کا ایک واضح طریق کار بتایا گیا ہے کہ "نماز میں مردوں کی بہترین صف ان کی پہلی صف ہے اور سب سے کم تر ان کی آخری صف ہے جبکہ عورتوں کی بہترین صف ان کی سب سے آخری صف ہے (جو مردوں کی صف سے دور ہو) اور کم تر وہ صف ہے جو سب سے آگے (یعنی مردوں کی صف سے قریب تر ہو)۔"

اس ضمن میں اسلامی شریعت اس قدر حساس واقع ہوئی ہے کہ مساجد میں عورتوں کے نماز پڑھنے کے لیے چند شرائط کو لازم قرار دیا گیا ہے جس میں اہم ترین یہ ہے کہ وہ زینت نہ کریں (کہ پانچ مرتبہ دن میں ایسا کرنے سے نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ اخراجات بھی آتے ہیں)۔ علاوہ ازیں زینت و آرائش کرنے سے لوگوں کی توجہ ان کی جانب مبذول ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہو جاتے ہیں اور نہ ہی وہ ایسی خوشبو کا استعمال کریں جس کی مہک دوسرے لوگوں تک پہنچے۔

عورت کی امامت، برائے نمازِ خواتین کی اجازت کے بارے میں گذشتہ صفحات میں وضاحت کی جا چکی ہے تاہم عورتیں، مردوں کی نماز کی امامت نہیں کرا سکتیں۔ اس ضمن میں اسلام کے معاشرتی نظام کی باریکیوں اور حکمتوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے تاہم اگر کسی کو ان تعلیمات پر عمل نہیں کرنا تو وہ ایسا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ انہیں یہ بھی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ احساسِ کمتری کے تحت دینی تعلیمات میں من مانی باتوں کو داخل کرنے کی مذموم کوشش کریں کہ یہ عقل عام کے بھی خلاف ہے؟

تعزیرات/ اسلامی سزائیں: پردے اور مرد و زن کے آزادانہ اختلاط نیز ہر دو امور سے متعلقہ مسائل کے بارے میں احادیث نبویہ ﷺ کی حکمت اور غرض و غایت پر تفصیلاً گفتگو کرنے کے بعد ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اب ہم اسلامی سزاؤں کے بارے میں بھی مستشرقین اور ان کے متبعین جو پاکستان میں اسلامی سزاؤں کو "وحشیانہ" قرار دیتے ہیں

SULEMANI.COM.PK

کے بارے میں اظہارِ خیال کریں۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ اسلام نے نظامِ معاشرت کی حفاظت کے لئے اصلاح باطن، تعزیری قوانین اور انسدادی تدابیر کے تین طریقے بتائے ہیں۔ اصلاحِ باطن کا تعلق تعلیم و تربیت سے ہے کہ ایک انسان از خود اس قانونِ معاشرت کی اطاعت کرے جو اللہ اور رسول ﷺ نے دیا ہے۔ تعزیری قوانین کے ذریعے ایسے جرائم کا سدباب کیا جاتا ہے جو اس نظام کو توڑنے والے ہوں جبکہ انسدادی تدابیر کا تعلق ان طریقوں سے ہے جو معاشرے کے ماحول کو غیر طبعی ہیجانات اور مصنوعی تحریکات سے اس طرح پاک کر دیتے ہیں کہ ان میں کسی فرد کے لئے جنسی انتشار کے امکانات کم سے کم ہو جاتے ہیں۔

اسلام کے تعزیری قوانین کا اصل الاصول یہ ہے کہ ہر فرد معصوم ہے الا یہ کہ وہ کسی بری حرکت کا بالفعل مرتکب ہو جائے۔ اس ضمن میں ثبوتِ جرم کی شرائط اس قدر سخت اور کڑی رکھی گئی ہیں کہ **زنا جیسے جرم کے لئے کم از کم چار گواہوں کو ضروری قرار دیا گیا ہے جبکہ عام طور پر تمام معاملات میں دو گواہوں کو کافی سمجھا گیا ہے۔** مزید یہ کہ ان چار گواہوں نے بھی جرم کے ارتکاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ان تمام کے بیانات ایک دوسرے کی تائید کرنے والے ہوں۔ مزید برآں، آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ "مسلمانوں کو سزا سے بچاؤ جہاں تک ممکن ہو۔ اگر مجرم کے لئے برات کی کوئی صورت ہو تو اسے چھوڑ دو کیونکہ امام (جج) کا معاف کرنے میں غلطی کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے" (ترمذی 1424:)۔... ان دو بنیادی اصولوں پر غور کرنے سے ہی مستشرقین اور ان کے قبیلے کے دیگر افراد کے "وحشیانہ سزاؤں" کے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی ہے تاہم یہ بھی حکم الٰہی ہے کہ جب کوئی شخص قانون کی زد میں آجائے تو اسے ایسی کڑی سزا دی جائے (جو اسلام نے تجویز کی ہے) کہ نہ صرف وہ خود اس جرم کے اعادہ سے عاجز ہو جائے بلکہ دوسرے ہزاروں انسان بھی جو ذہنی طور پر اس فعل کی جانب اقدام کرنے والے ہوں،

اس عبرت ناک سزا کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں اور جرم سے باز آ جائیں اسلامی سزاؤں کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ بالکل غلط ہے کہ اسلامی حکومت میں ہر طرف ٹکٹکیاں لگی ہوں گی جن پر لوگوں کو ہر وقت سزا دی جا رہی ہوگی۔[1]

اسلام میں چوری، زنا اور قذف (کسی پر زنا کی تہمت لگانا) ایسے جرائم ہیں جن پر سخت ترین سزائیں دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ چوری کے بارے میں کسی فرد کو مستلزم سزا قرار دینے کے لئے فقہاء نے بہت باریک بینی سے کام لیتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا کس قدر رقم / مال چرانے پر دی جا سکتی ہے نیز حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں قحط کے دوران اس سزا کو وقتی طور پر معطل بھی کر دیا گیا تھا کہ اسلامی حکومت عوام کو غذائی اجناس بہم نہ پہنچا سکی تھی کیونکہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ امر شامل ہے کہ مملکت کے ہر فرد (بلالحاظ مذہب، جنس، رنگ و نسل یا کسی بھی دوسری تخصیص) کو پیٹ بھر کر کھانا فراہم کرے۔ نیز ان کی دیگر ضروریات زندگی از قسم تعلیم، صحت، رہائش و دیگر سہولیاتِ زندگی کی بھی اسلامی ریاست ذمہ دار ہے۔ ایسے حالات میں کہ جب عوام کو یہ تمام سہولیات حاصل ہوں اور پھر بھی کوئی فرد چوری میں ملوث ہو تو پھر اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔

جہاں تک زنا کا تعلق ہے تو سب سے پہلے اسلام نے، اصلاح باطن کا ایک مکمل نظام وضع کیا ہے جس کے ذریعے ہر بالغ فرد (مرد اور عورت) کو شادی کے مواقع فراہم ہوتے ہیں نیز دیگر انسدادی تدابیر کے ذریعے معاشرے کو شہوانی جذبات بھڑکانے والے تمام ذرائع از قسم میڈیا (پرنٹ/ الیکٹرانک) کو پابند قانون کیا جاتا ہے۔ مزید برآں، سوسائٹی میں ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس میں برے میلانات کو نشو و نما دینے والا ماحول مفقود ہو، ہیجان انگیز تحریکات ناپید ہوں اور صنفی انتشار کے اسباب انتہائی کم ہوں۔ اس ضمن میں

---

[1] حالیہ دور میں اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے فلموں کے ذریعے مسلسل ایسے مناظر دکھائے گئے ہیں جن میں لوگوں کو کوڑوں کی سزا دیتے دکھایا گیا ہے۔ تاہم بعد میں تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ یہ صرف کیمرے کا کمال تھا۔ مزید یہ کہ وہ سزائیں کسی اسلامی عدالت نے نہیں دی تھیں بلکہ لوگوں نے ازخود فیصلہ کر کے اس قسم کا اقدام کیا تھا۔ ایسے کسی بھی اقدام کو اسلامی سزا نہیں کہا جا سکتا!

SULEMANI.COM.PK

اسلام نے اصولی طور پر مرد و زن کے اختلاط کو حرام قرار دیا نیز لباس، ستر، تخلیہ اور لمس جسمانی کی مخالفت کی گئی۔ کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا، محرم اور غیر محرم کا فرق، پردہ کے احکامات اور اس قسم کے دیگر بے شمار ایسے قوانین اور انسدادی تدابیر اختیار کیں جن کے ذریعے کسی فرد میں جنسی میلانات کے انتشار کی حالت اس قدر نہ بڑھنے پائے جسے ایک معتدل مزاج شخص کے لئے قابو میں رکھنا ممکن نہ ہو۔

"اسلام کے نزدیک زنا، ایک ایسا قابل تعزیر گناہ ہے خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا جرم مثلاً جبر و اکراہ یا کسی شخص کی تلفی شریک ہو یا نہ ہو۔ سورہ النور (24:2) میں اس کے لیے زنا کار عورت اور مرد دونوں کو سو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے جس کے بارے میں ہرگز رحم نہ کھانے کے ساتھ ساتھ یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت اسے دیکھنے کے لئے حاضر ہو (تا کہ کسی قسم کی رو رعایت نہ ہو نیز دیکھنے والوں کو عبرت ہو) (سید مودودی 2012)

یہاں اس امر کی صراحت اول قدم پر کرنی ضروری ہے کہ اسلامی قانون اور مغربی قانون میں ایک بڑا اور جوہری اختلاف ہے۔ مغرب میں زنا کو بجائے خود کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا الا یہ اس کا ارتکاب جبر و اکراہ کے ساتھ کیا جائے [1] یا کسی شادی شدہ عورت کے ساتھ کیا جائے۔ باالفاظ دیگر اس قانون میں زنا از خود جرم نہیں بلکہ جرم دراصل جبر یا حق تلفی ہے.... اس کے برعکس، اسلام کی نظر میں یہ فعل خود ایک جرم ہے اور جبر و اکراہ یا حق غیر میں مداخلت سے اس پر ایک اور جرم کا اضافہ ہو جاتا ہے...." اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے سزا کے باب میں بھی دونوں کے طریقے مختلف ہو جاتے ہیں۔ مغربی قانون زنا بالجبر میں صرف سزائے قید پر اکتفا کرتا ہے اور منکوحہ عورت کے ساتھ زنا کرنے پر عورت کے شوہر کو صرف تاوان کا مستحق قرار دیتا ہے۔ یہ سزا جرم کو روکنے والی نہیں بلکہ لوگوں کو اور

---

[1] حتی کہ اپنی منکوحہ بیوی یا گرل فرینڈ سے اس کی مرضی/خواہش/رضا کے بغیر مباشرت پر بھی خاوند کو بیوی/گرل فرینڈ کی شکایت پر قانونی کارروائی ہو سکتی ہے!

SULEMANI.COM.PK

جرات دلانے والی ہے۔ اسی لیے ان ممالک میں جہاں جہاں یہ قانون رائج ہے، زنا کا ارتکاب بڑھتا جارہا ہے“ (سید مودودیؒ 2012)

سید مودودی) مزید لکھتے ہیں کہ ”اسلامی قانون زنا پر ایسی سخت سزا دیتا ہے جو سوسائٹی کو اس جرم اور ایسے مجرموں سے ایک مدت کے لئے پاک کر دیتی ہے۔ جن ممالک میں زنا پر یہ سزا دی گئی ہے وہاں اس کا ارتکاب کبھی عام نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ شرعی حد جاری ہو جائے، پھر پورے ملک کی آبادی پر ایسی ہیبت چھا جاتی ہے کہ برسوں تک کوئی شخص اس کے ارتکاب کی جرات نہیں کرتا“!

حد قذف کے بھی ایسے ہی نقصانات ہیں جیسے زنا کے۔ کسی شریف عورت پر زنا کی تہمت لگانا تنہا اس کے لئے بدنامی کا موجب نہیں بلکہ اس سے خاندانوں میں دشمنی پھیلتی ہے، انساب مشتبہ ہو جاتے ہیں اور ازدواجی تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے قرآن نے اس کے لئے بھی اَسی (۸۰) کوڑوں کی سزا کا حکم دیا ہے!

تعدد ازواج اور مسئلہ غلامی: مسئلہ غلامی بشمول لونڈیوں سے تمتع، مغرب کے اہل علم کے درمیان ایک طویل عرصے سے ”پسندیدہ ترین“ موضوع بحث رہا ہے تاہم اس میں مزید ”رنگینی“ حرم کے اس تصور نے پیدا کر دی جو مسلمان بادشاہوں کی جانب کہانیوں کی شکل میں منسوب کی گئی ہیں۔ نیز اس ضمن میں ایک بہت بڑی غلط فہمی جو مستشرقین نے مسلمان تعلیم یافتہ نوجوان نسل کے ذہنوں میں پیدا کر دی ہے کہ اسلام اپنی مقدس جنگ (جہاد) کے سپاہیوں کو اس امر کی کھلی چھٹی دیتا ہے کہ جونہی دورانِ جنگ یا بعد از جنگ انہیں کسی دشمن کیمپ کی عورت نظر آئے، وہ میدانِ جنگ میں ہی اس کی عصمت دری کر دیں۔ اگر چہ اس کتاب کے صفحات اس امر کے متحمل نہیں کہ ہم اس مسئلے کا تفصیل سے جائزہ لیں تاہم نہایت اختصار کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کرنی ضروری ہے۔

آغازِ گفتگو ہی میں ہم اس امر کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اسلام بطور ایک نظامِ حیات، کسی بھی نام نہاد مسلمان بادشاہ کی رنگ رلیوں یا حرم میں رکھی گئی ”ہزاروں کی تعداد

میں لونڈیوں" کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اور وہ اس قسم کے کسی بھی فعل کا ذمہ دار نہیں ہے!....اگرچہ تاریخی طور پر یہ امر بھی باعث تحقیق ہے کہ وہ کون سا بادشاہ تھا جس کے "حرم" میں اتنی بڑی تعداد میں لونڈیاں پائی جاتی تھیں!.... یہاں اس امر کی صراحت بھی ضروری ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمان عوام یا خواص کا طرز عمل اور اسلام کی مبنی بر قرآن وسنت تعلیمات دو مختلف پہلو ہیں جن کا آپس میں کسی قسم کا کوئی تعلق یا واسطہ نہیں بلکہ بعض اوقات کوئی طرز عمل یا سماجی وثقافتی روایات، اسلامی تعلیمات کے بالکل برعکس بھی ہوسکتی ہیں جیسا کہ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک میں، موجودہ زمانے میں بھی شادی/ بیاہ، غمی یا دیگر اجتماعی رسم ورواج میں پایا جاتا ہے!....اس واضح تصریح کی روشنی میں یہ کہنا زیادہ قرین صحت ہے کہ مسلمان، اپنی تاریخ کے 1400 سالہ طویل دور میں جو کچھ بھی کرتے رہے ہیں یا وہ جو کچھ آج کل کر رہے ہیں، اس کا ٹھیٹ اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے الا یہ کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو!

جہاں تک غلامی کے ادارے کا تعلق ہے تو شاید یہ ازمنہ قدیم سے ہی ایک انسانی مسئلہ رہا ہے۔[1] تاریخ میں رومیوں کے ظلم وستم جو انہوں نے غلاموں پر ڈھائے، اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ان غلاموں کو زنجیروں میں جکڑ کر نہ صرف کھیتوں میں کام کرایا جاتا تھا بلکہ نہایت بے رحمی کے ساتھ انہیں سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔مزید برآں، رومیوں کے ظلم وستم کا اندازہ ان وحشیانہ کھیلوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو نہتے غلاموں کو شیروں سے پنجہ آزمائی کرنے کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے اور وہ تماشہ نہ صرف عوام بلکہ بادشاہ بھی دیکھا کرتے تھے۔روم کا پرانا قلعہ اب بھی اس دور کی یاد دلاتا ہے۔

غلاموں کے ساتھ دنیا کے تمام ممالک میں اسی قسم کا ظالمانہ رویہ روا رکھا جاتا تھا۔

---

[1] اس ضمن میں تفصیلی مطالعے کے لئے دلچسپی رکھنے والے افراد کو ہم سید مودودیؒ کی کتاب تفہیمات (جلد دوم) اور رسائل ومسائل (جلد اول) مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز لاہو اور مصنف کی کتاب Sex & Sexuality in Islam (2006) مطبوعہ نشریات اردو بازار لاہور کے پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

SULEMANI.COM.PK

امریکہ، فرانس اور دیگر متمدن ممالک کی سر بفلک عمارتیں (Sky Scrapers) اور زمین دوز ٹرینوں کے لئے نمعلوم کتنے غلاموں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دیا ہوگا۔ تاہم یہ اعزاز ابراہیم لنکن (1861-65) صدر امریکہ کو جاتا ہے جس نے امریکہ میں غلامی کا خاتمہ کیا.... اگرچہ وہ بھی اسے جڑ سے اکھاڑنے میں ناکام رہا۔ تمام دنیا میں غلاموں کا وجود مختلف ممالک کے سماجی، معاشی اور خوشحالی کے لئے ایک لازم حیثیت کا حامل تھا۔ اسی طرح عرب میں بھی اس کی جڑیں بہت گہری تھیں۔

قدیم زمانے میں غلامی: قدیم زمانے میں غلاموں کی تین اقسام پائی جاتی تھیں۔ ایک وہ جو مختلف جنگوں میں ہارنے والے فریق کے افراد (عورت/ مرد/ بچے/ بوڑھے) قید کر لئے جاتے تھے۔ دوسرے وہ آزاد مرد/عورت جو اغوا کر لیے جاتے تھے یا جبراً پکڑ کر فروخت کر دیئے جاتے تھے۔ اور تیسری قسم ایسے غلاموں پر مشتمل تھی جو صدیوں سے نسلاً بعد نسلاً غلام چلے آرہے تھے جنہیں اس امر کا کوئی علم تک نہیں تھا کہ ان کے آباءواجداد کون تھے؟

آغازِ اسلام میں عرب میں بھی ان تمام اقسام کے غلام پائے جاتے تھے۔ تمام دنیا بشمول عرب میں غلاموں کے ذریعے تمام معاشی اور سماجی سرگرمیاں جاری تھیں کیونکہ اس زمانے میں تنخواہ دار ملازمین کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اسلام کے پیش نظر نہ صرف جدی پشتی وراثت میں آنے والے غلاموں کے مسئلے کو حل کرنا تھا بلکہ دیگر دونوں اقسام کی غلامی کے نظام کو بھی ہمیشہ کے لئے ختم کرنا تھا۔ موروثی غلاموں کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے اسلام نے یہ لائحہ عمل اختیار نہیں کیا کہ ایسے تمام غلاموں کو فوری طور پر آزاد کرنے کا اعلان کر دیا جاتا کیونکہ اس طرح عرب کا تمام تر معاشی اور سماجی نظام معطل ہو کر رہ جاتا اور وہاں ایک ایسی خانہ جنگی کا سلسلہ جاری ہو جاتا جیسا کہ امریکہ میں غلاموں کو آزاد کر دینے سے ہوا تھا اور جس کا سلسلہ آج تک بھی حبشی/ کالی نسل کے لوگوں کے ساتھ نفرت وعناد کی شکل میں بدستور موجود ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی تعلیمات کے تحت ایک ایسی اخلاقی مہم کا آغاز کیا

گیا جس میں لوگوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے ماضی اور حال کے گناہوں کی معافی نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی خوشی سے، بلا جبر واکراہ، غلاموں کو آزاد کریں۔ نیز اس امر کی بھی ہدایت کی گئی کہ لوگ غلاموں کو ان سے کچھ معاوضہ یا خدمت لے کر بھی آزاد کریں۔ تاریخ کی یہ گواہی ہے کہ اس طریق پر 39000 سے زائد غلاموں کو اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے آزاد کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی ایک بہت بڑی تعداد میں غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ اس اخلاقی مہم کی کامیابی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ خلافت راشدہ کے اختتام تک (30 ہجری) موروثی غلاموں کا وجود بلادِ عرب سے ختم ہو چکا تھا۔ اس ضمن میں اللہ کے رسول ﷺ نے غلاموں کی خرید وفروخت (سوائے انہیں آزاد کرنے کے لئے) کو حرام قرار دے دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص بھی کسی آزاد مرد یا عورت کو ناجائز طور پر پکڑ کر فروخت کرتا ہے، میں اس کے خلاف روز قیامت گواہی دوں گا"۔... یاد رہے کہ ایسے عالم میں کون ایسا ہوگا جو اپنے مالک سے بھاگنے کے بعد واپس آ کر آزاد ہونے کا خواہشمند نہ ہوگا؟... یہ ایک طریق سے غلاموں میں بھی اخلاقی حس بیدار کرنے کا ذریعہ تھا کہ وہ واپس آ کر اپنے مالکوں سے آزادی حاصل کریں۔"

جنگی قیدی: جہاں تک جنگوں میں پکڑے گئے قیدیوں کا تعلق تھا، اس امر کی اجازت دی گئی (حکم نہیں) کہ انہیں غلام بنا کر رکھا جا سکتا ہے جب تک کہ دشمن سے مسلمان قیدیوں کے تبادلے یا فدیہ دے کر انہیں آزاد کرنے کا معاہدہ نہیں ہو جاتا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان غلاموں کو اس امر کی بھی اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مالکوں سے تحریری معاہدہ کے ذریعے کچھ رقم دے کر آزادی حاصل کر لیں اور مالکوں کو نصیحت کی گئی کہ وہ انہیں اللہ کی خوشنودی کے لئے موروثی غلاموں کی طرح آزاد کریں۔ تاہم اس ضمن میں مالکوں کو اس امر کی سختی سے تاکید کی گئی کہ وہ اپنے غلاموں کے ساتھ نہایت فراخدلانہ سلوک روا رکھیں۔ انہیں کھانے پینے کو وہی کچھ دیں جو وہ خود کھاتے پیتے ہیں۔ نیز اس امر کا اہتمام بھی کیا گیا کہ

SULEMANI.COM.PK

کوئی غلام اپنے مالک کے فوت ہو جانے پر خود بخود آزاد ہو جائے گا اگر اس کے مالک نے یہ وصیت کی ہو۔ مزید برآں، ایک لونڈی اپنے مالک کے مرنے پر بھی آزاد ہو جائے گی اگر اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوگئی ہو چاہے اس کے مالک نے اس امر کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اس کے علاوہ، قرآن کریم نے سورہ النور (24:33) میں عام مسلمانوں، مالکان اور اسلامی حکومت کو اس امر کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ وہ ایسے غلاموں کو آزاد ہونے میں ہر ممکن مالی مدد فراہم کریں۔ اس حکم ربانی کی تعمیل میں مسلمان اپنے غلاموں کی رہائی کے عوض میں دی جانے والی معاہدے کی رقم میں ایک چوتھائی تک کمی کر دیا کرتے تھے اور اسلامی حکومت زکوٰۃ کی مد میں سے اس قسم کے غلاموں کی مالی امداد کرتی تھی۔

متعدد احادیث رسول ﷺ میں غلاموں کے ساتھ نیکی اور احسان کا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔ حتیٰ کہ انہیں غلامی کی حیثیت سے نکال کر انہیں ایک مسلمان بھائی (مواخاۃ) کا درجہ دیا گیا۔ اس ضمن میں ہمارے پڑھے لکھے طبقے کے لیے یہ امر باعث حیرت ہوگا کہ غلاموں کے مسئلے کو حل کرنے میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس حد تک کوششیں فرمائیں کہ اپنی رشتے کی بہن حضرت زینب بنت جحشؓ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ سے کر دیا اور یوں ایک مثال عملاً قائم فرمائی کہ ایک آزاد کردہ غلام کی شادی قریش مکہ کی معزز ترین خاتون سے ہو سکتی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے از خود بھی دو لونڈیوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا!

لونڈیوں کی غلامی اور ان سے تمتع (مباشرت) کرنے کا مسئلہ بھی اگرچہ ضمناً درج بالا سطور میں آ گیا ہے کہ انہیں بھی غلاموں کی طرح آزاد کیا جا سکتا تھا۔ نیز اولاد ہونے کی صورت میں، مالک کی وفات پر وہ خود بخود آزاد ہو جاتی تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس طرح ہونے والی اولاد، دیگر منکوحہ بیویوں کی اولاد کی طرح ورثے میں حقدار ہوتی تھی۔ لونڈیوں کی خرید، غلاموں کی طرح حرام قرار دی گئی تھی۔ مکاتبت کے ذریعے انہیں بھی آزاد کیا جا سکتا تھا۔ باقی رہ گئیں وہ لونڈیاں جو جنگوں میں حاصل ہوتی تھیں، ان کی رہائی بھی اسی

SULEMANI.COM.PK

طرح مسلمان عورتوں کی رہائی کے عوض میں کی جاسکتی تھی تاہم دشمن کے نہ ماننے پر انہیں اسلامی حکومت کی جانب سے جہاد میں شریک سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، جوان کے ساتھ مباشرت کرنے کا حق رکھتے تھے بشرطیکہ تین حیض کے بعد ان کے حاملہ نہ ہونے کا یقین ہو جائے اور یہ تعلق بالکل اسی طرح جائز اور حلال تھا جس طرح ایک منکوحہ بیوی کے ساتھ کہ اسے بھی حکومت کی جانب سے علی الاعلان کسی شخص کی ملکیت میں دیا جاتا تھا۔ تاہم اس کی مزید تفصیلات جاننے کے لئے ہم نے اس مضمون کے آغاز میں دو یا تین حوالہ جات درج کیے ہیں، دلچسپی رکھنے والے حضرات ان سے رجوع کر سکتے ہیں۔

تعددِ ازواج: مستشرقین کے اعتراضات اور غلط فہمیوں میں ایک اہم موضوع تعددِ ازواج کا بھی ہے۔ اگرچہ ان موضوعات پر ماضی میں متعدد اہل علم نے نہایت مدلل گفتگو کی ہے تاہم موجودہ زمانے کے پروپیگنڈے کا یہ بھی ایک طریق کار ہے کہ غلط بات کو اس تکرار کے ساتھ کہا جائے کہ لوگ اسے حقیقت ماننے پر مجبور ہو جائیں۔ تاہم ذیل میں ہم اس مسئلے پر کسی حد تک اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔[1]

صدیوں سے جاری تعدد ازواج کے مسئلے کے بارے میں مغرب کا رویہ علمی اور تحقیقی نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں بھی مذہبی منافرت کا جذبہ کام کر رہا ہے۔ چونکہ قرآن نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے اس لئے ان کو اس پر اعتراض ہے اور چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی متعدد ازواج تھیں، اس لئے ان کے لئے اس کے حوالے سے کیچڑ اچھالنا ایک دلچسپ مشغلہ بن گیا۔ تاہم یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ عیسائی اور یہودی اہل علم اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ بنی اسرائیل کے متعدد انبیاء کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ اور اس سے بھی زیادہ حیرت اور افسوسناک یہ امر ہے کہ موجودہ زمانے میں مغربی ممالک کے ان لوگوں کو بھی اس پر اعتراض ہے جبکہ وہ خود بیک وقت ایک نہیں بلکہ متعدد عورتوں کے ساتھ اپنی زندگی میں جنسی تعلقات قائم کر چکے ہوتے ہیں اس کے برعکس اسلام میں تعددِ

[1] دیکھئے کتاب تعدد ازواج اور اسلام (2015)

SULEMANI.COM.PK

ازواج کی اجازت کے باوجود مسلم ممالک کی بیشتر آبادی یک زوجگی (Monogamy) پر عمل پیرا ہے۔ یہاں ہم اس تلخ حقیقت کی جانب اپنے روشن خیال لوگوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ مغربی ممالک اور امریکہ میں مادر پدر جنسی آزادی (Free Sex) کی وجہ سے بن بیاہی ماؤں کی تعداد میں روز افزوں اضافے اور ناجائز بچوں کی پیدائش کے ذمہ دار مرد، ایک دفعہ کسی عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کے بعد، ان تمام تر ذمہ داریوں سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں جبکہ وہ عورت اکیلی اس کے نتائج سے ساری عمر عہدہ برآ ہونے کے لئے تگ و دو کرتی رہتی ہے!

ان روشن خیال لوگوں سے ہماری صرف اسی قدر گذارش ہے کہ کیا انہوں نے کبھی طبقہ اناث پر اس قسم کے ظالمانہ طریقوں کے خلاف بھی کوئی صدائے احتجاج بلند کی ہے؟.... اور مزید یہ امر بھی بالخصوص روشن خیال خواتین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کی نظر میں اس قسم کی پریشانیوں اور مسائل میں مبتلا خواتین بھی طبقہ اناث سے تعلق رکھتی ہیں یا نہیں؟

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ایست!

تعدد ازواج کے تاریخی پس منظر کی تفصیلات میں جائے بغیر ہم اس حقیقت کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں گذرا جس میں تعدد ازواج پر عمل نہ ہوا ہو۔ تالمود میں واضح انداز میں یہ حکم موجود ہے کہ بنی اسرائیل، حضرت یعقوبؑ کی طرح چار شادیوں سے زائد نہ کریں.... تاہم عیسائیت میں ایک شادی کا تصور سینٹ پال نے عیسائی قوانین کو رومن اور یونانی قانون سے ہم آہنگ بنانے کی خاطر وضع کیا تھا جو بعد میں عیسائیوں کے لئے "وحی" کا درجہ اختیار کر گیا۔ یہودیوں میں سولہویں صدی عیسوی تک تعدد ازواج پر عمل جاری رہا تا آنکہ اسرائیل کی ریاست قائم ہونے پر اگرچہ ملکی قانون کے تحت یک زوجگی پر عمل کیا جانا ضروری ہے لیکن کسی بھی یہودی عالم سے پوچھ لیجئے وہ بتائے گا کہ مذہبی طور پر تعدد ازواج پر عمل کیا جا سکتا ہے اور اسی پر یہودیوں کی غالب اکثریت کا عمل ہے۔

SULEMANI.COM.PK

یہاں اس امر کی صراحت بھی ضروری ہے کہ تاریخ انسانی میں تعدد ازواج پر عمل مختلف وجوہات کی بناء پر روا رکھا گیا ہے۔ان عوامل میں سب سے بڑی وجہ وہ جنگیں ہیں جن میں مردوں کی ایک بہت بڑی تعداد موت کا شکار ہو جاتی ہے اور یوں آبادی میں مرد و زن کے درمیان ایک عظیم تفاوت پیدا ہو جاتا ہے....دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی میں 73 لاکھ عورتیں، مردوں کی نسبت زائد تھیں جن میں سے 33 لاکھ بیوہ تھیں....ظاہر ہے کہ موجودہ زمانے میں جبکہ ہائیڈروجن بم اور دیگر زیادہ ہلاکت خیز اشیاء ایجاد ہو چکی ہیں، جنگ کی صورت میں مرد و زن کے درمیان یہ تفاوت کئی گنا زیادہ ہو سکتا ہے!

جنگ کے علاوہ بھی، یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مختلف ممالک میں عورتوں کی تعداد، مردوں کی نسبت اکثر زیادہ ہوتی ہے۔امریکہ میں مردوں کی نسبت 80 لاکھ عورتیں زیادہ ہیں۔امریکی حبشیوں سیاہ فام کے لوگوں میں مرد و زن کے درمیان بہت زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں میں تعدد ازواج کا رجحان زور پکڑتا جا رہا ہے! امریکی ماہرین کی نظر میں تعدد ازواج کی وجہ سے امریکی معاشرے میں پائی جانے والی بیشتر معاشرتی اور خاندانی مسائل از قسم طلاقوں کی بڑھتی ہوئی شرح کا تدارک (ایک سے زائد بیویوں کے ساتھ شادی) کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ان کی نظر میں چونکہ طلاقوں کی سب سے بڑی وجہ مرد کا غیر منکوحہ عورتوں (کال گرل/طوائفیں/مسٹریسز وغیرہ) سے ناجائز جنسی تعلقات کا قائم کرنا ہے، اس لئے تعدد ازواج سے اس کا حل کیا جا سکتا ہے۔مزید برآں، طلاقوں کی وجہ سے بچوں پر جو برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، تعدد ازواج کی وجہ سے (طلاقوں کی شرح میں بھی کمی کے نتیجے کے طور) پر اس قسم کے بچے بھی ایسے برے اثرات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔(Wetzel, J.R.,1990)

تعدد ازواج کے ان عوامل کا مختصر ذکر کرنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں اسلامی حکمت کو بھی بیان کیا جائے۔سورہ النساء (4:3) میں قرآن کریم میں حکم دیا گیا:

"اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند

SULEMANI.COM.PK

آ ئیں، ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لولیکن اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضے میں آئی ہیں۔ بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔"

ان آیات کی تشریح میں (سید مودودی 1999، الف) رقمطراز ہیں کہ "ملحوظ رہے کہ یہ آیات ایک سے زائد بیویاں کرنے کی اجازت دینے کے لئے نہیں آئی تھیں کیونکہ ان کے نزول سے پہلے یہ فعل جائز تھا۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کی ایک سے زائد بیویاں اس وقت موجود تھیں۔ دراصل یہ اس لئے نازل ہوئی تھیں کہ لڑائیوں میں (بالخصوص غزوۂ احد میں) شہید ہونے والوں کے جو بچے یتیم رہ گئے تھے، ان کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ ان یتیموں کے حقوق تم ایسے ادا نہیں کر سکتے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جن کے ساتھ یتیم بچے ہیں.... نیز اس بات پر فقہا کا اجماع ہے کہ ان آیات کی رو سے تعدد ازواج کو محدود کیا گیا ہے اور بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہ آیات تعدد ازواج کے جواز کو عدل کی شرط سے مشروط کرتی ہیں۔ جو شخص عدل کی شرط پوری نہیں کرتا مگر ایک سے زائد بیویاں کرنے کی اجازت سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ اللہ کے ساتھ دغا بازی کرتا ہے۔ حکومت اسلامی کی عدالتوں کو حق حاصل ہے کہ جس بیوی یا جن بیویوں کے ساتھ وہ انصاف نہ کر رہا ہو تو وہ ان کی داد رسی کریں۔ بعض لوگ اہل مغرب کے نظریات سے مغلوب و مرعوب ہو کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کا مقصد تعدد ازواج کے طریقے کو ختم کر دینا تھا (جو دراصل مغربی نقطہ نظر سے فی الاصل برا طریقہ ہے) لیکن اس قسم کی باتیں دراصل محض ذہنی غلامی کا نتیجہ ہیں۔ تعدد ازواج کا فی نفسہ ایک برائی ہونا بجائے خود نا قابل تسلیم ہے، کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی و اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے۔ قرآن نے صریح الفاظ میں اس کو جائز ٹھہرایا ہے اور اشارتاً و کنایتاً بھی اس کی مذمت میں ایسا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا جس سے معلوم ہو کہ فی الواقع وہ اسے مسدود کرنا چاہتا تھا۔"

SULEMANI.COM.PK

نیز ان آیات میں" یاان عورتوں کوزوجیت میں لاؤ جوتمہارے قبضے میں آئی ہیں" سے لونڈیاں مراد ہیں، یعنی وہ عورتیں جو جنگ میں گرفتار ہوکر آئی ہوں اور اسیرانِ جنگ کا تبادلہ نہ ہونے کی صورت میں حکومت کی طرف سے لوگوں میں تقسیم کردی گئی ہوں"!

تعدد ازواج کے بارے میں ان حقائق پر گفتگو کرنے کے بعد، یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس امر کی صراحت بھی کردی جائے کہ قرآن حکیم کا یہ قانون کوئی ایسا حکم نہیں کہ جس پر عمل کرنا" نہایت ضروری" ہو۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ازخود اپنی زندگی کا بیشتر حصہ یک زوجگی کے تحت گذارا۔ پچیس سال کی عمر میں جب آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی تو ان کی وفات تک آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی جبکہ آپ ﷺ کی عمر پچاس سال ہوگئی تھی۔ مزیں برآں، انسانی زندگی میں اکثر ایسے مسائل بھی آتے ہیں کہ کوئی عورت بانجھ ہوتی ہے جبکہ زوجین کو بچے کی خواہش ہوتی ہے، اس لئے ایک سے زائد شادی کی اجازت ضروری ہے۔ یہاں اس امر کی صراحت بھی بہت ضروری ہے کہ ایک سے زائد شادیوں کی صورت میں نہ صرف ان کے درمیان انصاف کا برتنا بہت ضروری ہے بلکہ انہیں یکساں مواقع زندگی از قسم مکان، نان نفقہ، و دیگر ضروریات زندگی فراہم کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ کوئی مرد ان بیویوں کو کسی ایک ہی جگہ پر رہنے کے لئے مجبور نہیں کرسکتا۔
(Hammudah Abd-al-Ati,1997)

لونڈیوں کا مسئلہ: سورۃ النساء(4:3) کی آیات میں" ان عورتوں کو اپنی زوجیت میں لاؤ جوتمہارے قبضے میں آئی ہیں" کا ذکر ہے۔ اس سے وہ لونڈیاں مراد ہیں جو جنگ میں گرفتار ہوکر آئی ہوں اور اسیران جنگ کا تبادلہ نہ ہونے کی صورت میں حکومت کی طرف سے سپاہیوں میں تقسیم کردی گئی ہوں۔ اسی طرح سورہ النساء(25-4:24) میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے۔ سید مودودیa (الف 1999) میں سورہ النساء کی درج بالا آیات کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ لونڈیوں کے مسئلے پر اہل مغرب نے بالعموم اور مستشرقین نے بالخصوص بہت شور وغوغا مچایا ہے اور اس ضمن میں دانستہ یا غیر دانستہ متعدد الزامات لگائے

SULEMANI.COM.PK

ہیں مثلاً:

☆.... مسلمان بادشاہوں کے بارے میں مختلف جھوٹی کہانیوں کو رنگ آمیزی کے ساتھ اس طریق پر بیان کیا گیا ہے جیسے کہ ان کے حرم میں ہزاروں کنواری اور خوبصورت لڑکیوں کا ہجوم رہتا تھا اور جن کے ساتھ وہ ہر وقت عیش وعشرت کی زندگی گذارتے تھے!

☆.... مسلمان نوجوان اور پڑھے لکھے طبقے کو دین سے بدگمان کرنے کے لئے اس قسم کے واقعات کو بیان کیا گیا کہ جنگوں میں مسلمان فوجی سپاہیوں کو اس امر کی اجازت ہوتی ہے کہ وہ جب بھی، جہاں کہیں بھی کسی دشمن کی عورت کو پائیں، اس کے ساتھ اسی وقت زنا کر لیں!....

اس قسم کی مختلف کہانیوں پر مشتمل الزامات کو اختصار کے ساتھ ہم نے درج بالا نکات کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ تاہم آغاز ہی میں اس امر کی صراحت کر دیں کہ اسلام، بطور ایک لائحہ عمل زندگی (نہ کہ محدود معنوں میں مذہب بطور پوجا پاٹ) کو اس قسم کے "بادشاہوں" (ماضی یا حال) کے کسی فعل کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا جس کے تحت انہوں نے سینکڑوں لونڈیوں پر مشتمل "حرم" قائم کیے تھے (اگرچہ یہ امر بھی تاریخ سے ثابت نہیں کہ ایسے "رنگین طبع" بادشاہ کون سے تھے؟) اسلام کسی ایسے بادشاہ کے اعمال وافعال کو صحیح قرار نہیں دیتا تاہم جہاں تک غلاموں اور لونڈیوں کے کاروبار کا تعلق ہے جو چند "مسلمان بادشاہوں" کے دور میں جاری تھا، اس کو بھی اسلام کسی صورت جائز قرار نہیں دیتا۔ کسی ایسے بادشاہ کے دور میں اس قسم کے جرائم واقع ہوئے، تو ان کا بھی اسلام کی صحیح اور ٹھیٹ تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس قسم کے بادشاہ اپنی مرضی یا ضروریات کے تحت ہر وہ اقدام کرتے تھے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتے تھے اور انہیں کسی طور بھی اسلامی شریعت اور احکامات کا قطعاً کوئی پاس نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ دل ودماغ کی یکسوئی کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر ایمان نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ محض روایتی طور پر مسلمان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کی صحیح تعلیمات اور احکامات کو اکثر اوقات اپنے ذاتی/حکومتی مصالح کی

SULEMANI.COM.PK

بناء پر نظر انداز کر دیا کرتے تھے.... اس نقطہ نظر سے اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ تاریخ کے طویل دور میں جب بھی کسی مسلمان (بادشاہ/ امیر یا عام فرد) سے کوئی ایسا عمل/ فعل سرزد ہوتا تھا جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو تو اسے اس بادشاہ/ امیر یا فرد کا ذاتی فعل تصور کرنا چاہیے جس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی دور کا بھی واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا۔ ایسے حالات میں اس قسم کے کسی فعل کا ذمہ دار اسلام کو ٹھہرانا عقلی طور پر کسی طرح درست نہیں!

غلامی: قدیم ترین طریقہ: غلامی اور لونڈیوں کا وجود، تاریخی انسانی میں ایک قدیم ترین ادارے کی حیثیت سے مختلف تہذیبوں، ممالک اور زمانوں میں جاری رہا ہے۔ موجودہ زمانے کے متمدن ترین ممالک (امریکہ/ فرانس و دیگر) کی شاندار عمارتیں اور زمین دوز ٹرینوں کا نظام بھی انہی غلاموں کی محنت شاقہ کا مرہون منت ہے جس کے بارے میں گذشتہ صفحات میں اشارات کیے گئے ہیں۔ اگرچہ درج بالا امور کی وضاحت کے بعد ایک حقیقت پسند اور ایماندار شخص کے لئے اب کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ وہ اسلام پر غلاموں اور لونڈیوں کے وجود کو برقرار رکھنے کی الزام تراشی کرے تاہم یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس حکیمانہ طرز عمل کی بھی وضاحت کی جائے جو جنگی قیدیوں (مرد و زن) کو غلام بنانے نیز انہیں آزاد کرنے کے اقدامات کے تحت کئے گئے۔ یاد رہے کہ یہ وہ اقدامات ہیں جو اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت تو کجا آج کی متمدن ترین حکومتیں بھی اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت ایمانداری کے ساتھ نافذ کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں! جس کی تازہ ترین مثال ہندوستان نے مشرقی پاکستان میں قید ہونے والے فوجیوں کے ساتھ روا رکھی اور آج بھی اپنے شہریوں کو بنگلہ دیشی حکومت "جنگی جرائم" کی آڑ میں پھانسی کی سزا دے رہی ہے!

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی مشرکین اور کفار مکہ نیز دیگر قبائل عرب نے اس ریاست کو ختم کرنے کے لئے مختلف جنگوں کا آغاز کر دیا۔ ان جنگوں میں فریقین کے متعدد افراد (عورت و مرد) جنگ جیتنے/ ہارنے کے نتیجے میں قید ہوئے۔

مسلمان جنگی قیدیوں کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک روا رکھا گیا کہ کفار مکہ نے متعدد مسلمانوں کو نہ صرف موت کے گھاٹ اتار دیا بلکہ اس حد تک ظلم وستم روا رکھا گیا کہ بلا لحاظ اس امر کہ کوئی عورت جوان تھی یا غیر شادی شدہ، اس کے ساتھ باپ، بیٹوں اور دوستوں نے مل کر اجتماعی طور پر زنا کیا (سید قطب شہید 1972)۔۔۔۔ یاد رہے کہ اس قسم کا ظالمانہ سلوک عربوں ہی کے ہاں رائج نہ تھا بلکہ آج کی ترقی یافتہ قومیں بھی اپنے مفتوحہ علاقوں میں جو سلوک مردوں، عورتوں اور بچوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں وہ کسی درجے میں بھی ان جاہل عربوں سے مختلف نہیں ہے۔ جنگ عظیم دوم میں امریکی فوجوں نے جو کچھ فلپائن اور دیگر مفتوحہ علاقوں میں کیا اس کا منہ بولتا ثبوت وہ نسل ہے جو امریکہ اور فلپائن میں دیکھی جا سکتی ہے اور جو (Phillipinos American) کہلاتے ہیں۔ نیز حالیہ دور میں بوسنیا اور کسوویا میں جو کچھ روسی افواج نے ظلم ڈھایا وہ بھی انسانیت کے ماتھے پر داغ کی صورت میں موجود ہے اور تقسیم ہندوستان کے موقعہ پر جو ظلم ہندو اور سکھوں نے مسلمان عورتوں کے ساتھ روا رکھا، کون جانتا ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں کی موجودہ نسل میں کتنے لوگ مسلمان عورتوں نے جنم دیئے کہ انہیں جبراً ہندو سکھ بنا کر مستقلاً رکھ لیا گیا!۔۔۔۔ اور شاید یہی وجہ ہے ان اعتراضات کی بھی جو غیر مسلموں نیز مستشرقین کو اسلام کے بارے میں نظر آتے ہیں کہ جب مسلمان بھی کسی ملک/شہر کو فتح کرتے ہوں گے تو ان کا طرز عمل بھی شاید اسی قسم کا ہوتا ہوگا۔۔۔۔ تاہم تاریخی حقائق اس کے منافی اور برعکس تصویر پیش کرتے ہیں!

آغاز ہی میں اسلام کے اس نقطہ نظر کی وضاحت کر دی جائے کہ وہ جنگوں میں عورتوں، کو پکڑنے کی اجازت نہیں دیتا الا یہ کہ کسی فوج میں عورتیں بھی جنگ میں عملاً حصہ لے رہی ہوں یا تمام شہر میں عورتیں بھی مسلمان فوج کے خلاف لڑائی میں حصہ دار ہوں۔ جہاں تک شہروں میں رہنے والی پرامن عورتوں کا تعلق ہے، فتح حاصل کرنے کے بعد اسلام ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی تو کجا ان کی طرف بری نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی اپنے فوجیوں کو اجازت نہیں دیتا!

SULEMANI.COM.PK

جنگ میں پکڑی جانے والی عورتوں کے بارے میں یہ اصول اسلامی حکومت کا طرۂ امتیاز رہا کہ ایسی تمام عورتیں بحفاظت مسلمان فوج کی نگرانی میں رکھی جاتی تھیں اور کوئی فرد/فوجی ان کے قریب بھی نہیں جا سکتا تھا جب تک کہ دشمن کے ساتھ قیدیوں کے تبادلہ کا کوئی معاہدہ طے نہ پا جاتا۔ اس ضمن میں قرآن کریم نے ایک چار نکاتی پروگرام اس قسم کے قیدیوں کے لئے پیش کیا:

اولاً.... جنگ میں پکڑے جانے والے قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا جائے۔

ثانیاً.... جنگی قیدیوں کو معاوضہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔

ثالثاً.... جنگی قیدیوں کا دشمن کے پاس مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کر لیا جائے، تاہم

رابعاً.... اگر درج بالا تینوں طریقے طے نہ ہو پائیں (جنگی مصلحت کی بناء پر یا دشمن کی طرف سے کسی قسم کے غیر مصالحانہ رویے کی وجہ سے) تو پھر آخری چارہ کار کے طور پر ایسے قیدیوں (مرد و زن) کو مسلمان فوجیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے!

درج بالا تمام صورتوں کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کے لئے یہ امر ممکن نہ تھا کہ وہ دشمن کے قیدیوں کو یک طرفہ طور پر رہا کر دے جبکہ مسلمان فوجی/شہری مرد و زن دشمن کے قبضے میں ہوں اور وہ ان کے تبادلے یا کسی دوسری شرط پر رہا کرنے پر راضی نہ ہو۔ تاہم ایسے قیدیوں کی نہ صرف اسلامی حکومت بلکہ جن سپاہیوں کو ایسے قیدی بطور غلام/لونڈی دیئے جاتے تھے، وہ بھی ان کی خوراک، رہائش و دیگر ضروریات کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ تاہم ایسے غلام/لونڈی کے لئے وہ راستہ بھی کھلا تھا کہ وہ اپنے مالکوں کے ساتھ مکاتبت کے ذریعے ایک خاص رقم دے کر اپنی آزادی حاصل کر لیں۔

جہاں تک لونڈیوں کا تعلق ہے تو یہ ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت اس امر کا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی کہ ایک طویل عرصے تک عورتوں کی ایک معتد بہ تعداد سرکاری طور پر ایک جگہ رکھے۔ اس کے برعکس، فوجی سپاہیوں میں تقسیم کر دینے کی صورت میں ہر فرد ان کا ذمہ دار بن جاتا تھا.... البتہ ایسی صورت میں وہ اس امر کا اطمینان کرنے کے بعد کہ وہ عورتیں

حاملہ نہ ہوں، ان عورتوں کے ساتھ مباشرت کرنے کے مجاز قرار پاتے تھے اور حمل کے قیام نیز بچے کی پیدائش کے بعد نہ صرف وہ عورت مالک کی موت کی صورت میں خود بخود آزاد ہو جاتی تھی بلکہ اس کے بچے مالک کی جائداد سے وراثت بھی پاتے تھے!

درج بالا حقائق سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مستشرقین کے پھیلائے ہوئے الزامات/ شبہات کس قدر غلط پروپیگنڈے پر مبنی ہیں کہ مسلمان سپاہیوں کو حالت جنگ میں جو عورت بھی مل جائے، وہ اس کے ساتھ فوراً مباشرت کرنے کے مجاز ہیں۔ اسلام، عورت کے (بلالحاظ رنگ ونسل، مذہب، جغرافیائی علاقہ) احترام کا داعی ہے۔ اسلامی حکومت کی جانب سے تقسیم کے بعد صرف وہی شخص اس عورت کے ساتھ مباشرت کر سکتا تھا جسے وہ عورت دی جاتی تھی۔ اس سے پہلے اس طرح کا کوئی اقدام زنا کے زمرے میں آتا ہے جس پر حد زنا کی سزا ہے!

اس ضمن میں دیگر بہت سے اسلامی اقدامات بھی قرآن وحدیث میں آئے ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مستشرقین نے یہ من گھڑت باتیں، اسلام کے خلاف اپنے مذہبی بغض وعناد کی بناء پر لکھی ہیں جن سے مسلمان مرد اور عورتوں کو گمراہ ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں!

باب ششم

احادیث میں جنسی موضوعات پر ایک مجموعی نظر

باب چہارم میں ہم نے چند احادیث پر ان شکوک وشبہات کا جائزہ لیا ہے جن پر تحریک نسواں کی علمبردار مرد وخواتین کو طبقہ اناث کی تحقیر وتذلیل کے حوالے سے اعتراضات ہیں نیز منکرین حدیث کا بھی یہ خیال ہے کہ چونکہ ان احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ کی نجی/ عائلی زندگی کا تذکرہ ہے، جس سے ان کے بقول اہانت کا پہلو نکلتا ہے اور یہ چند امور ایسے ہیں جو نبی آخر الزمان ﷺ کی شان سے فروتر ہیں، اس لئے ایسی احادیث کو صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا.... بظاہر یہ اعتراضات/ خیالات بہت ہی معصوم جذبے کے ساتھ کیے جارہے ہیں لیکن گہرائی میں جانے سے اس ”جذبہ خیرسگالی“ کی حقیت معلوم ہوجاتی ہے کہ اس کے ذریعے دیگر احادیث کے ذخیرۂ علمی کے غیر مستند ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہے کیونکہ ایسی چند احادیث جو صحاح ستہ (حدیث کی مشہورترین چھ کتب) میں بیان ہوئی ہیں، اگر ایک دفعہ ان کا غیر مستند ہونا مان لیا جاتا ہے تو پھر بآسانی یہ استشہاد کیا جا سکتا ہے کہ دوسری تمام احادیث بھی (خدانخواستہ) صحیح نہیں۔ ہم نے ان تمام شکوک و شبہات اور اعتراضات کا بہت تفصیل کے ساتھ باب چہارم میں جائزہ لیا ہے۔ زیر نظر باب میں ہم منکرین حدیث اور اسی قسم کا ذہن رکھنے والے مرد وزن کے خیالات پر ایک مجموعی نظر ڈالیں گے۔ لیکن اس سے پہلے انسانی زندگی میں جنسیت کی اہمیت اور ضرورت کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کا دوبارہ جائزہ لے لیا جائے تا کہ چند امور جو دوران بحث درپیش ہوں گے، ان کو ذہن میں تازہ کرلیا جائے، اگرچہ گذشتہ صفحات میں ہم نے اس حوالے سے بہت سے امور پر کافی حد تک گفتگو کی ہے۔

SULEMANI.COM.PK

قرآن وحدیث میں جنسی تعلیم: قرآن وحدیث میں توالد وتناسل نیز جنسیت کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں جو راہ نمائی دی گئی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنی تخلیق کے عمل سے آگاہی ہو کہ صرف یہ ایک عمل کس قدر باریک بینی، تخلیقی صلاحیت اور مستقبل کی انسانی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے وضع کیا گیا ہے اور یوں ایک انسان اس امر کا شعور واحساس کرے کہ یہ کائنات بشمول اس کی ذات کے، کسی خالق کی پیدا کردہ ہے اور مخلوق کی حیثیت سے اسے اپنے خالق، مالک اور رازق (اللہ رب العزت) کے احکامات کو بجالانا ہے۔

تولید وتناسل نیز جنسی تعلیمات سے متعلق بہت ہی واضح اور صحیح معلومات سورۂ مریم (19:16-24) میں دی گئی ہیں جب ایک فرشتہ، انسان کی شکل میں ان کے سامنے حاضر ہوا۔ قرآن کریم کی ان آیات کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

☆.... ایک بچے (حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ) کی پیدائش، عورت اور مرد کے جنسی اختلاط کے ذریعے ہی سے ممکن ہوتی ہے۔

☆.... عصمت وعفت (Virginity) کا تصور، حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں موجود تھا۔[1]

☆.... پیدائش سے قبل بچہ، ماں کے رحم میں (ایک عرصہ تک) پرورش پاتا ہے۔

☆.... پیدائش کے وقت عورت، دردزہ (Labour Pains) میں مبتلا ہوتی ہے (اور یہ عمل بھی کسی گناہ کی سزا نہیں جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بائبل کے حوالے سے بیان کیا گیا)۔ حضرت مریمؑ کے ہاں بچے کی ولادت طبعی طریق پر ہوئی تھی جس میں انہیں دردِزہ کی تکلیف ضرور ہوئی تھی تاہم کسی مددگار عورت (دایہ) کی ضرورت نہ پڑی تھی۔

☆.... پیدائش کے عمل کے وقت اور بعد میں عورت (دردِزہ اور اخراج خون کی

---

[1] یعنی یہ تصور انسان (مرد وعورت دونوں) کی فطرت یعنی جبلی طور پر موجود ہے جیسا کہ مریم علیہا السلام نے اپنے بارے میں کہا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں خود قرآن سے گواہی دی۔ (سورہ مریم: 19:13 اور 20)

SULEMANI.COM.PK

وجہ سے) کمزوری محسوس کرتی ہے اوراس کا علاج تازہ رسیلی کھجوریں (انرجی کا ذریعہ)اور تازہ چشمے کا پانی (جس میں نمکیات بہت متوازن انداز میں موجود ہوتے ہیں) کے استعمال سے کیا گیا جس سے قوت وتوانائی اور صحت کی بحالی موثر انداز میں ہوجاتی ہے۔

☆....ان آیات میں صنف/جنس (Gender) کا بھی ذکر ہے!

ان آیاتِ قرآنی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں بہت ہی حساس نوعیت کے تولیدی وجنسی مسائل پر نہایت ہی معتدل انداز میں راہ نمائی دی گئی ہے۔ ہر وہ شخص جوان آیات کی تلاوت کرتا ہے، اسے یہ تمام تر معلومات اور راہ نمائی بغیر کسی لذتیت یا شہوت کے معمولی سے شائبے کے مل جاتی ہیں!

قرآن کریم کی ان آیات میں دی گئی راہ نمائی کے علاوہ، ترمذی کی ایک حدیث میں جس کا تعلق انسانی زندگی کی جنسی جبلت سے ہے، ان تمام مقاصد اور ان کی اہمیت کے بارے میں نہایت جامع انداز میں راہ نمائی دی گئی ہے جو ایک مسلمان کی دنیوی زندگی کی کامیابی کے لئے ازحد ضروری ہے۔ یادر ہے کہ ایک مسلمان کی دنیوی زندگی میں تعلیمات اسلامی کی روشنی میں زندگی بسر کرنا، اس کی اخروی زندگی میں کامیابی کی ضامن ہے کہ دنیا میں ایک مسلمان کے افعال واعمال کا جائزہ قیامت میں لیا جائے گا۔ اور چونکہ اخروی زندگی ہمیشہ کے لئے رہنے والی ہے تو جس شخص کو وہاں کامیابی حاصل ہوگئی، وہ ہمیشہ کے لئے اس عیش وآرام والی زندگی سے بھرپور فائدہ اٹھائے گا، اس کے پیش نظر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ ”مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ“

(صحيح البخاري 6474)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے لئے جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان)اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ذمہ داری

SULEMANI.COM.PK

دے دے میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری دیتا ہوں۔"

اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث جامع ترمذی (2004 اور 2409) میں روایت کی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ فَقَالَ "تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ". وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ "الْفَمُ وَالْفَرْجُ"

(جامع الترمذي 2004)

"سب سے زیادہ جنت میں داخل کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ڈر اور تقویٰ اور اچھا اخلاق ہے اور جہنم میں زیادہ تر داخل کرنی والی چیز منہ اور شرم گاہ ہے۔"

درج بالا احادیث میں انسانی جنسی جذبے کی حفاظت کرنے پر جو خوشخبری آپ ﷺ نے دی ہے، اس سے نہ صرف دنیوی زندگی میں جائز جنسی افعال کی اہمیت واضح ہوتی ہے بلکہ جیسا کہ درج بالا سطور میں اشارہ کیا گیا، ان احادیث سے اخروی زندگی میں کامیابی کی نوید بھی ملتی ہے۔ اگرچہ جنسی جبلت کی وجہ سے انسان، تاریخ کے طویل دور میں بے شمار ٹھوکریں کھاتا رہا ہے لیکن موجودہ دور میں تو اس کی قہرمانیوں سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کرسکتا کیونکہ ایک انسان کے ہر چہار جانب جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والے عوامل کام کررہے ہیں کہ ایک نوجوان (مرد/عورت) کے لئے ان سے صرفِ نظر کرنا ممکن ہی نہیں!.... بدیں حالات موجودہ زمانے کے انسان کے لئے ان احادیث رسول ﷺ کے الفاظ میں جس قدر خوشخبری ہے، وہ احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں اور جس پر ایک انسان/مسلمان کو اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے!

موجودہ زمانے میں جنسی بے راہ روی اور بے محابا جنسی افعال میں مشغولیت (Free Sex) کی وجہ سے، مغربی اہل علم اور دانشوروں کی نظر میں، نوجوانوں کا جنسی امور سے آگاہ نہ ہونا ہے جسے وہ (Sexual unawareness) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی وہ مغرب میں والدین اور مذہبی راہ نماؤں کی جانب سے بلوغت کی عمر کو پہنچنے پر نوجوانوں کو

مناسب انداز میں راہ نمائی نہ دینے اور تربیت کا فقدان بتاتے ہیں.... یاد رہے کہ یورپ میں، ایسے معاملات میں والدین اور چرچ کے راہ نماؤں کی بے جا خاموشی نے اٹھارویں، انیسویں صدی میں نوجوان نسل کو عیسائیت کی تعلیمات سے گمراہ کر دیا تھا اور یوں موجودہ یورپ اور امریکہ میں خاندانی نظام کی تباہی اور نوجوان نسل کے بے راہ رو ہونے کے وہ دونوں ذمہ دار ہیں۔ یہاں ہم اس امر کی جانب اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں مسلم ممالک بالخصوص پاکستان میں بھی مذہبی راہ نما اور والدین بھی اس صورت حال سے مستثنیٰ قرار نہیں دیئے جا سکتے جس کے نتائج بھی یورپ اور امریکہ سے بہت مختلف نہیں ہو سکتے۔

فطرت، افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

جنسی داعیات اور جبلت کے بارے میں عوام الناس بالخصوص نوجوان نسل (لڑکے اور لڑکیوں) کی لاعلمی کی وجہ سے جنسی افعال میں ملوث ہونا قابل فہم ہے، تاہم ان کے ان تمام غلط اعمال و افعال کے بارے میں اس سے بھی زیادہ خطرناک حقیقت یہ ہے کہ وہ جب اپنے طور پر اس قسم کی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں مختلف قسم کی غلط معلومات اپنے ہم جولیوں/ دوستوں (Peers)، انٹرنیٹ، ویڈیوز اور فحش لٹریچر (Pornography) سے حاصل ہوتی ہیں اور یہ غلط معلومات انہیں جنسی افعال کے مزید گڑھوں میں دھکیلنے کا سبب بنتی ہیں....نوجوان نسل نیز عوام الناس کو ان غیر فطری اعمال و افعال سے بچایا جا سکتا ہے بشرطیکہ انہیں اس فطری جذبے اور اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں صحیح راہ نمائی حاصل ہو....قرآن و حدیث کی تعلیمات، اس ضمن میں جو راہنمائی فراہم کرتی ہیں، بجا طور پر دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ معلومات مستند ترین اور نہایت مدلل انداز سے اس انداز میں دی گئی ہیں کہ ان سے نوجوانوں کے جنسی جذبات مشتعل نہیں ہو پاتے اور یوں وہ اپنی زندگی کے اس پہلو کو ایک ضابطے کے تحت گذارنے کے قابل ہو

SULEMANI.COM.PK

جاتے ہیں!

اسلام میں جنسی تعلیم: چند اہم خصوصیات: انسانی زندگی میں، زندگی کے مختلف ادوار اور مراحل میں جنسی اعمال کے بارے میں ایک صحت مندانہ رویہ اختیار کرنا بہت ضروری ہے۔ اسلام نے انسان کی جنسی زندگی (جنسیت) کے اس اہم پہلو کو نظرانداز نہیں کیا بلکہ ایسی جامع اور متوازن راہ نمائی فراہم کی ہے کہ انسانیت ان پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو امن وسکون اور شانتی سے گذار سکتی ہے اور یوں وہ ان تمام گھمبیر مسائل سے بھی نجات حاصل کر سکتی ہے جن میں موجودہ دور کا انسان بری طرح پھنسا ہوا ہے۔ ذیل میں ہم ان چند اہم ترین خصوصیات کا ذکر کریں گے جو اسلام کے جنسی تعلیم کے نظام کو دنیا کے دیگر نظام ہائے جنسی تعلیم سے ممتاز و ممیز کرتے ہیں۔[1]

☆.... اسلامی تعلیمات میں جنسیت کو ایک سنجیدہ موضوع کی حیثیت سے دیکھا گیا ہے۔ اسے کلی طور پر ایک ایسا موضوع نہیں گردانا گیا جس کا مقصد محض جنسی لذت کا حصول ہو۔

☆.... اسلام میں اس موضوع پر معلومات، انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے تحت دی گئی ہیں مثلاً طہارت و پاکیزگی کا حصول جو احتلام، حیض ونفاس اور مباشرت کے نتیجے میں ضروری ہوتا ہے کہ اس کے بغیر ایک مسلمان نماز کی ادائیگی اور قرآن کی تلاوت بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح میاں بیوی کے درمیان انتہائی نجی اور انفرادی افعال، بچوں کی تربیت، طلاق وغیرہ.... یہ تمام تر معلومات عریانیت اور فحاشی سے پاک اور مبرا ہیں کجا یہ کہ ان تعلیمات پر "عریانیت" کی پھبتی کسی جائے۔ اسلام میں اس قسم کے تمام موضوعات کو زیر بحث لاتے ہوئے تہذیب واخلاق کے جملہ امور کا خیال رکھا گیا ہے۔!

☆.... اسلام میں جنسیت پر الگ سے صرف حصول لذت کے لیے کوئی انداز اور پیرایہ اختیار نہیں کیا گیا (جبکہ مغربی لٹریچر کی یہی "خوبی" ہے!) بلکہ اس کا ذکر عائلی زندگی

---

[1] دنیا کے دیگر نظام ہائے جنسی تعلیم کی تفصیلات کے لئے دیکھئے کتاب ''جنس اور جنسیت: اسلامی تناظر میں'' (2010)

SULEMANI.COM.PK

میں خوشحالی اور زوجین کے درمیان محبت ومودت اور سکون وعافیت پیدا کرنے کی غرض سے کیا گیا ہے تاکہ وہ ایک صحت مند خاندان کی شکل اختیار کرسکیں اور بالآخر نسل انسانی کے فروغ میں معاون ثابت ہوں۔

☆....اس نقطہ نظر سے میاں بیوی کے درمیان جنسی افعال (مباشرت) کو عبادت کا درجہ دے کر اسے "حسنہ" قرار دیا گیا۔ جبکہ شادی سے باہر ہر قسم کے جنسی تعلق کو حرام قرار دے کر اسے قابل تعزیر جرم بھی بتایا گیا۔ نیز زوجین کے درمیان جنسی تعلقات کو ایک بہت ہی انفرادی اور پرائیویٹ معاملہ قرار دے کر اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے بھی منع کیا گیا کہ اس سے اخلاقی مفاسد پھیلنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

☆....قرآن کریم کی دیگر تعلیمات کی طرح، جنسیت کے موضوع پر دی گئی ہدایات اور حضور ﷺ کی احادیث بھی زمان ومکان کی قید سے آزاد ہیں جن میں کسی قسم کے ردوبدل کا اختیار کسی فرد یا ادارے (اتھارٹی) کو نہیں۔

ان چند بنیادی امور کی صراحت کے بعد اب ہم زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں دی گئی اس راہ نمائی کا مطالعہ کریں گے جو احادیث نبویہ ﷺ میں دی گئی ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہؓ / صحابیاتؓ اور ان کے واسطے سے قیامت تک کے لئے آنے والی امت کو ان تمام امور سے بھی آگاہ کیا جو روزمرہ زندگی میں اکثر و بیشتر پیش آتے رہتے ہیں اور جن کے بہ احسن اور خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام پا جانے کی صورت میں انسان کی عائلی/ گھریلو زندگی جنت کا نمونہ بن جاتی ہے اور خدانخواستہ، جن پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں بعض اوقات گھریلو زندگی تلخیوں کا شکار بھی ہوجاتی ہے۔ ذیل کی دو احادیث اس ضمن میں، خاوندوں کے لئے قیامت تک کے لیے ایک راہ نما اصول کی حیثیت سے نہ صرف یاد رکھنے کے لائق ہیں بلکہ عمل پر بھی ابھارنے والی ہیں۔

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمُ الْغَيْبَةَ فَلاَ يَطْرُقْ أَهْلَهُ لَيْلاً". (بخاری 5244,5246)

SULEMANI.COM.PK

"جب تم میں سے کوئی گھر سے زیادہ مدت تک غیر حاضر رہے تو رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس نہ جائے۔"

☆.... طبقہ اناث کے ساتھ حسن سلوک کے ضمن میں متعدد ایسی احادیث ہیں کہ اگر موجودہ زمانے کی روشن خیال خواتین انہیں اچھی طرح سے سمجھ لیں تو نہ صرف وہ خود بلکہ مغربی ممالک کی عورتیں بھی (اگر ان تک دین کی ان باتوں کو صحیح طریق پر پہنچایا جائے تو) وہ بھی جو اپنے معاشرے کے جنسی تشدد، مار پیٹ اور مردوں کے ظالمانہ رویے کی بناء پر پریشان ہیں، عش عش کر اٹھیں اور بعید نہیں کہ ان کی سعید فطرت اس وجہ سے انہیں دائرۂ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کر دے۔[1]

☆.... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود اپنی بیویوں کے ساتھ وقت بھی گذارتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج رضی اللہ عنہن اس گھر میں جمع ہو جاتی تھیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات گذارنی ہوتی تھی۔ اس دوران مختلف گھریلو امور کے علاوہ دینی موضوعات پر گفتگو کے ذریعے راہ نمائی بھی ہوتی رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواج کے ساتھ کھانا کھاتے.... یاد رہے کہ یہ کھانا بمشکل روٹی کے ایک ٹکڑے (جو ضروری نہیں کہ تازہ پکائی گئی ہو) اور چند کھجوروں اور کبھی کبھار بکری کے دودھ پر مشتمل ہوتا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیوی سے بات چیت فرماتے اور اس طرح انہیں سکون واطمینان دلاتے!

---

[1] اس ضمن میں ہم اپنی بہنوں کو توجہ دلانا چاہتے ہیں، دو تین ان مثالوں کی جانب کہ چند مغربی ممالک اور امریکہ کی سعید الفطرت خواتین نے اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد ماضی قریب اور حال ہی میں اسلام قبول کیا...... ان میں سے ایک مثال مریم جمیلہ نامی ایک یہودی لڑکی کی ہے جو امریکہ میں پیدا ہوئی، پلی، بڑھی اور تعلیم حاصل کی۔ ان کے حالاتِ زندگی حال ہی میں دو کتب اردو/ انگریزی میں آئی ہیں (امریکہ سے ہجرت از مریم جمیلہ (مارگریٹ مارکیوس) ترجمہ کرنل (ر) اشفاق حسین (2012) اور Maryam Jamilah At Home in Pakistan (ex Margret Marcus, 2012) اور ماضی قریب میں اسلام قبول کرنے والی سابق وزیر اعظم برطانیہ ٹونی بلیئر کی سالی لورین بوتھ کی سرگذشت (2013) بہت اہم ہیں۔

SULEMANI.COM.PK

☆....اسی طرح ایک مرتبہ پتہ چلا کہ گھر سے باہر کچھ حبشی بازیگر کرتب دکھا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ "کیا تم وہ کرتب دیکھنا پسند کرو گی؟".... جب وہ تیار ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازیگروں کو اپنے گھر کے سامنے کرتب دکھانے کو کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بازو پھیلا دیا اور اپنی ہتھیلی دروازے پر رکھ دی اور حضرت عائشہؓ نے اپنی ٹھوڑی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازو پر نہایت سکون سے رکھ لی۔ کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "عائشہؓ بس کافی ہے؟"۔ آنجنابہؓ نے جواب دیا "خاموش"۔ تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر پوچھا "بس کافی ہے" جواب دیا "خاموش"....لیکن جب تیسری دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے کہا "ہاں" اور حبشیوں کی ٹیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر چلی گئی....آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ لازماً کسی بدخو شخص کو پسند نہیں کرتے جو لاف زنی کرتا ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ تندخو ہو"!
(نسائی:1595-96۔صحیح البخاری 949-950)

اس ضمن میں اس امر کی صراحت بھی ضروری ہے کہ زوجین کے لیے ایک دوسرے کو ذہنی اور جسمانی آسودگی سے ہمکنار کرنے کی خاطر اپنی ظاہری شکل وصورت اور صحت و تندرستی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی دوسرا فرد اس امر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر حساس نہیں تھا۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذاتی زندگی میں بہت زیادہ صحت وصفائی کا اہتمام فرماتے تھے.... جس طرح خاوند چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کے لئے بنی سنوری اور صحت مند رہیں، اسی طرح عورتوں کی بھی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ ان کے خاوند بھی جسمانی صحت کے اعتبار سے تندرست وتوانا اور خوبصورت نظر آئیں۔ اس ضمن میں بخاری کی روایت (عروہؓ بواسطہ عطاؒ سے ہے) کہ "ہم نے سنا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ، اپنے کمرے میں دانت صاف کر رہی ہیں۔) صحیح مسلم (1254: انہوں نے فرمایا کہ "کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے بعد جاگنے پر وضو کرنے سے پہلے مسواک سے دانت صاف

SULEMANI.COM.PK

نہ کیے ہوں۔")(صحیح البخاری:887،888،889)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دانتوں اور منہ کی صفائی کے بارے میں اس قدر حساس تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر مجھے یہ امرامت کے لئے باعث تکلیف معلوم نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز سے پہلے مسواک کریں"....دانتوں کی صفائی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفاست طبع کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنی رحلت سے کچھ پہلے مرض الموت/ بے ہوشی کے عالم میں ایک مرتبہ آنکھیں کھول کر دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھ میں مسواک کی سبز ٹہنیاں ہیں....ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک کرنے کی خواہش کو بھانپ لیا اور اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے اسے نرم کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑا دی (بخاری:445،890)

آج کے روشن خیال زمانے کی خواتین کے لئے یہ امر کس قدر باعث حیرت ہوسکتا ہے۔تاہم اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ازواج مطہراتؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس قدر شدید محبت تھی کہ خاوند کے ابرو سے ان کی دلی خواہش کا اندازہ ہی نہیں لگایا بلکہ مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں پکڑا دی کہ حالت بیماری میں نقاہت و کمزوری کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے نرم نہ کر سکتے تھے!

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اندازہ لگایئے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زوجہ کے ساتھ تھی کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے منہ میں ڈال کر مسواک کرنی شروع کر دی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ سے فقہائے کرام نے یہ استنباط کیا کہ نظافت اور ذکاوتِ حس کی بناء پر کسی شخص کو دوسرے شخص کی استعمال شدہ مسواک استعمال کرنے کی اجازت نہیں سوائے خاوند اور بیوی کے یعنی وہ دونوں ایک دوسرے کے استعمال شدہ مسواک کو استعمال کر سکتے ہیں! اور اس سے فقہائے کرام کی اس دقیقہ رس نگاہوں کا بھی اندازہ کیجیے کہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس ایک عمل

سے انہوں نے اس قانونی نکتے کا استنباط فرمایا جو ہمیشہ کے لئے ایک فقہی قانون بن گیا!

جہاں جہاں سے وہ گذرے، جہاں جہاں ٹھہرے

وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے!

☆....حضرت عائشہؓ کی شادی کے ایک واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے امت کی راہ نمائی کے لئے اپنی بیویوں سے پہلی مرتبہ ملاقات (شب زفاف) کے لئے کس اسوۂ حسنہ کی تلقین فرمائی ہے نیز اس سے آپ ﷺ کی طبقہ اناث کے لئے دلجوئی اور شفقت کا بھی پتہ چلتا ہے....مسند احمد میں اسماء بنت ابی سکنؓ سے روایت ہے کہ "میں نے حضرت عائشہؓ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بناؤ سنگھار کیا اور پھر آپ ﷺ کو دعوت دی کہ آپ ﷺ آ کر انہیں بغیر نقاب کے دیکھیں (آج کل اس رسم کو منہ دکھائی کہتے ہیں)۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور ان کے نزدیک تشریف فرما ہوئے اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ بھی لائے جس میں سے آپ ﷺ نے دودھ نوش جان کیا۔ تب آپ ﷺ نے وہ پیالہ حضرت عائشہؓ کو دیا لیکن آنجنابہؓ نے شرم سے اپنا سر جھکا لیا۔ میں نے اپنی کہنی سے انہیں دباتے ہوئے کہا کہ "حضور ﷺ کے دست مبارک سے لے لو"۔ انہوں نے وہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس میں سے کچھ دودھ پیا۔ تب آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ "اپنی سہیلی کو بھی پینے کو دو۔" اس موقعہ پر میں نے عرض کیا کہ "اے اللہ کے پیغمبر ﷺ، بلکہ آپ ﷺ لے کر اس میں سے کچھ پئیں اور پھر مجھے اپنے دست مبارک سے پینے کے لئے عنایت فرمائیں۔" حضور ﷺ نے پیالہ لے کر پیا اور پھر مجھے عنایت فرما دیا۔ میں بیٹھ گئی اور پیالے کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا۔ تب میں نے اسے گھمانا شروع کیا اور پھر اسے اپنے ہونٹوں سے لگایا کہ شاید اس طرح اس جگہ کو چھو سکوں جس جگہ سے حضور ﷺ نے پیالے سے دودھ پیا تھا"! (مسند احمد: 45:571)

حضور ﷺ کی غایت درجہ محبت و شفقت جو آپ ﷺ کو طبقہ اناث سے تھی، کا بیان اس قدر متنوع ہے کہ رہوارِ قلم رکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

SULEMANI.COM.PK

ز پائے تا بہ سرش ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست!

درج ذیل حدیث، زوجین کے درمیان محبت والفت کا ایک شاہکار ہے، اگر آج بھی خواتین رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کریں اور اسے حرز جان بنالیں تو بعید نہیں کہ ان کی زندگیوں میں بھی وہی بہار لوٹ آئے اور وہ موجودہ زمانے کی بے یقینی کی کیفیت سے نکل آئیں۔ اس اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار گزشتہ صفحات میں درج صحیح مسلم کی حدیث نمبر 300 سے بخوبی ہوتا ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی برتن سے پانی پیتے تھے اور اسی جگہ سے گوشت کھاتے تھے جہاں سے حضرت عائشہؓ کھاتی پیتی تھیں۔

☆.... امہات المومنینؓ کی زندگی ان تمام صفات کی جامع اور بہترین مثال ہے جسے ہر مسلمان عورت کو حرز جان بنالینا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ گھر میں داخل ہوتے وقت مسکراتے ہوئے تشریف لاتے تھے۔ مسلمان خاوندوں کو ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ادائے دلفریب بلکہ اسوۂ دلربا یاد رکھنا چاہیے (سنن ابی داؤد: 179) کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے باہر جاتے ہوئے، اظہار محبت کے طور پر اپنی ازواج کا بوسہ لیتے تھے اگرچہ بعض اوقات روزے سے بھی ہوتے تھے!

☆.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواجؓ کی جائز خواہشات اور ضروریات کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسوۂ حسنہ موجودہ دور کے خاوندوں کے لئے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے کہ اکثر اوقات خاوند اپنی بیوی کی خواہشات اور ضروریات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ سفر میں ام المومنین حضرت صفیہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ ان کا اونٹ بہت سست رفتاری کے ساتھ چلنے والا تھا جس سے آنجنابہؓ کو تکلیف محسوس ہوئی اور پریشانی کے عالم میں آپؓ رونے لگیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے آنسو پونچھے اور انہیں تسلی دی نیز ان کی سواری کے لئے ایک اور اونٹ منگوایا۔

SULEMANI.COM.PK

☆....میاں بیوی کے جسمانی/جنسی تعلقات کے تسلسل سے دونوں کے باہمی تعلقات میں پختگی اور پائیداری پیدا ہوتی ہے بالخصوص اوائل شادی میں۔تاہم ایک شادی شدہ زندگی کو دوام بخشنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان تعلقات کو جاری رکھا جائے کہ ایک مرد کو جس طرح عورت کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ایک عورت بھی کو مرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہ صرف اپنی بلکہ خاندان کی خوشحالی اور سکون و اطمینان کا سامان کرتے ہیں.... یہ ایک امر واقعہ ہے جس کا مشاہدہ ہمارے معاشرے میں روزانہ کیا جا سکتا ہے کہ جب میاں بیوی کسی قدر بوڑھے ہونے لگتے ہیں تو ان کے تعلقات میں ایک جمود اور ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے....اس کی وجہ ان دونوں کے درمیان جنسی تعلقات کا بہت حد تک (یا مکمل طور پر) منقطع ہو جانا ہے۔ایک ماہر نفسیات کے مطابق ”جب میاں بیوی کے ایک بستر پر سونے کا عمل منقطع ہو جاتا ہے تو پھر ان کے درمیان سے محبت کھڑکی کے راستے باہر چلی جاتی ہے۔“(Rober Chartam, 1969)

ایک مرتبہ سلمان فارسی، ابودرداء رضی اللہ عنہما کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ام الدرداءؓ کو بڑی خستہ حالت میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے؟ وہ بولیں تمہارے بھائی ابودرداءؓ کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ پھر ابودرداءؓ تشریف لائے تو سلمانؓ کے سامنے کھانا پیش کیا۔انہوں نے کہا کہ آپ کھائیے، میں روزے سے ہوں۔سلمان فارسیؓ بولے کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا۔ جب تک آپ بھی نہ کھائیں۔ چنانچہ ابودرداءؓ نے بھی کھایا رات ہوئی تو ابودرداءؓ نماز پڑھنے کی تیاری کرنے لگے۔سلمان نے کہا کہ سو جایئے، پھر جب آخر رات ہوئی تو ابودرداءؓ سے کہا اب اٹھئے، پھر دونوں نے نماز پڑھی۔اس کے بعد سلمانؓ نے کہا کہ بلاشبہ تمہارے رب کا تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، پس سارے حق داروں کے حقوق ادا کرو۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا ہے۔(صحیح البخاری 6139)

SULEMANI.COM.PK

اس حدیث کے مطالعے سے ایک حساس فرد (بالخصوص خواتین) کی روح کو وجد میں آ جانا چاہیے کہ آپ ﷺ نے قیامت تک کے لئے آنے والے خاوندوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی بیویوں کے حقوق کا بھی اتنا ہی خیال کریں جتنا کہ وہ انفرادی عبادات کا خیال کرتے ہیں۔ توازن واعتدال کی یہ وہی راہ اور خصوصیت ہے جو اسلام کا ایک امتیازی نشان ہے جس میں طبقہ اناث کے حقوق کی پاسداری کا حکم دیا گیا ہے....اور اگر اس کے بعد بھی کسی کو "حقوق کی کمی یا اہانت" کا شکوہ ہے تو پھر

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے!

☆....طبقہ اناث کی زندگی کا ایک بہت ہی نمایاں ترین پہلو یہ رہا ہے کہ عورت کو حقیر جانتے ہوئے، انسانی تہذیب وتمدن کے ہر دور، میں اسے ہر قسم کے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ تاریخ کے تاریک ترین دور سے لے کر عربوں کے زمانہ جاہلیت اور وہاں سے لے کر آج کے "روشن ترین دور" تک، عورت پر مرد کے ظلم وستم نہ صرف اسی طرح بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ روا رکھے جا رہے ہیں---- ذیل میں اسی مضمون کی چند احادیث پیش کرنے کے ساتھ ہم ہر شخص کو دعوت دیں گے کہ ان احادیث کی روشنی میں وہ اپنے طرز عمل کا جائزہ لیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ (خاوند) دن کے وقت اپنی بیوی کو مارے پیٹے جس طرح غلاموں کو مارتے ہیں اور رات کے وقت اس کے ساتھ ہم بستری کرے؟" (بخاری 4942، مسلم 2855)

موجودہ زمانے میں ہندووانہ رسم ورواج اور مغرب کی نقالی میں شادی/ بیاہ کا مسئلہ غریب اور متوسط خاندانوں کے لئے ایک بہت ہی گھمبیر صورت اختیار کر گیا ہے۔ کوٹھی، گاڑی، فرنیچر اور دیگر سامانِ جہیز کے مطالبات کی وجہ سے نوجوان لڑکیاں اپنے والدین کے گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "بہترین شادی وہ ہے جس میں

کم سے کم اخراجات ہوں" (مشکوۃ)....رسول اللہ ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ کی تعمیل کرنے سے امت مسلمہ کے بے شمار سماجی مسائل بآسانی حل ہو سکتے ہیں جن کا قلادہ امت نے خود اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے۔

☆....درج بالا صفحات اور سطور میں ہم نے جو احادیث نبوی ﷺ درج کی ہیں، ان میں سے ہر حدیث کے ایک ایک لفظ، معنی اور مفہوم سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے طبقہ نسواں کے لئے کس قدر محبت و شفقت کا اظہار فرمایا ہے اور کس طریق پر ان کے حقوق کی پاسداری کی ہے تا کہ اس سکون و اطمینان کے سبب جو زوجین کے درمیان باہمی محبت و مودت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، ان کی گھریلو زندگی اس دنیا میں بھی جنت کا نمونہ بن جائے۔ تاہم ذیل میں ہم ان دو احادیث نبویہ ﷺ پر اس باب کو ختم کریں گے جو انسانی زندگی میں محبت و احترام کے قیام اور فروغ کے لئے ضروری ہیں اور جو اگرچہ ایک نبی ہی سرانجام دے سکتا ہے تاہم امت کے مرد و زن کے لئے اس میں اتباع کا سبق بھی پوشیدہ و مضمر ہے۔

اگرچہ نکاح کے ذریعے زوجین تمام زندگی ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد کرتے ہیں لیکن اسلام کی تعلیمات اس سے زائد کا تقاضہ کرتی ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ کافی نہیں کہ خاوند اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے بلکہ اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے محبت کرے جو بیوی کو پسند ہو۔ یہ ضروری ہے کہ بیوی کے اہل خاندان نیز اس کے عزیز و اقارب حتیٰ کہ اس کے ملنے جلنے والی سہیلیوں کے ساتھ بھی محبت و احترام کے جذبات کا مظاہرہ کیا جائے۔ اور وہ بھی آپ کو اسی طرح عزیز ہو جائیں۔ اس ضمن میں بہترین بلکہ دنیائے انسانیت میں واحد مثال درج ذیل حدیث سے ملتی ہے۔

☆....حضور ﷺ کو اپنی پہلی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ اس محبت کا دائرہ ان تمام لوگوں تک وسیع و دراز ہو گیا تھا جنہیں حضرت خدیجہ ؓ پسند فرماتی تھیں.... بلکہ رشتوں کی پاسداری کا سلسلہ آنجنابہ ؓ کی وفات کے بعد بھی جاری و

ساری رہا۔حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنجنابہؓ کو ہمیشہ یاد کرتے رہے اور جب کبھی بھی گھر میں کوئی بکری ذبح ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے کچھ حصہ حضرت حضرت خدیجہؓ کے اہل خاندان اور سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محسوس ہوتا تھا کہ گھر میں آنے والا مہمان جو دروازے پر دستک دے رہا ہے، وہ حضرت خدیجہؓ کی بہن حضرت ہالہؓ ہوسکتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرطِ شوق سے پکار اٹھتے تھے کہ "اے خدایا! کاش یہ ہالہؓ ہوں!" (صحیح البخاری 3821,3818۔صحیح مسلم 2437)

اس واقعے سے ایک خاوند کے اپنی مرحومہ بیویؓ کے بارے میں جن جذباتِ محبت اور پیار کا اظہار ہوتا ہے، وہ احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا البتہ ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ایک حساس دل بالخصوص خواتین ہی کرسکتی ہیں---- یہ ایک نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے جو نہ صرف بکری کے گوشت کا حصہ اپنی مرحومہ بیوی کے عزیزوں/ رشتے داروں بلکہ سہیلیوں تک کے گھروں میں بھیجتے ہیں بلکہ دروازے پر آہٹ/ دستک پر بے اختیار دعائیہ کلمات زبان پر آجاتے ہیں کہ خدا کرے یہ ہالہؓ ہوں کہ ان کو دیکھ کر اور باتیں کر کے ماضی کی حسین اور خوش گوار یادوں کو تازہ کرسکیں۔

اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشینِ دل
می بینمت، عیاں، و دعا می فرستمت!
در راہِ دوست، فاصلہ قرب و بُعد نیست
می گوئمیت دعا و ثنا می فرستمت

واضح ہو کہ طبقہ خواتین کے ساتھ اس قدر محبت و احترام اور شفقت کرنے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں خواتین کے بارے میں حقارت آمیز الفاظ منسوب کرنے کا تصور بھی کسی گناہ سے کم نہیں کجا یہ کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اس قسم کا اتہام دیا جائے!

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا!

SULEMANI.COM.PK

☆....موجودہ دور کے مسلم معاشرے میں خاوندوں اور بیویوں کے لیے ایک اور نادر اور اچھوتی مثال اس بات چیت سے سامنے آتی ہے جو حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ نے ایک ماہ کی علیحدگی کے بعد آپ ﷺ کی تشریف آوری کے موقع پر کی۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ ﷺ اپنی ازواج سے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو گئے تھے۔[1] جب انتیس دن (29) گذر گئے تو آپ ﷺ سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ آنجنابہؓ نے کہا کہ "آپ ﷺ نے تو ہم سے جدائی کا ایک ماہ کا عہد کیا تھا اور آج تو صرف انتیس دن ہی گذرے ہیں؟ میں روزانہ دنوں کی گنتی کرتی رہی ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ "اس ماہ کے انتیس ہی دن ہیں"....اس قمری مہینے کے واقعی انتیس دن تھے (صحیح البخاری 2468)----حضرت عائشہؓ کا حضور ﷺ کو بتانا کہ وہ دنوں کا باقاعدہ حساب رکھتی رہی ہیں، اس سے ان کی حضور ﷺ کے ساتھ غایت درجہ محبت کا پتہ چلتا ہے اور اس امر کا بھی کہ کس طرح دن گن گن کر آنجنابہؓ نے حضور ﷺ کا انتظار کیا---- دوسری جانب حضور اکرم ﷺ کا اپنی چہیتی بیوی کے گھر سب سے پہلے آنا بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ بھی تمام ازواج مطہراتؓ میں، سب سے زیادہ صدیقہ کائناتؓ سے ملنے ہی کو بے تاب تھے!

☆....ایک دوسرے واقعے سے بھی اس غایت درجہ محبت و الفت کا ثبوت ملتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی عادت تھی کہ وہ جس لمحے حضور ﷺ سے خوش ہوتی تھیں تو محبت کے ایک اچھوتے اور نادر انداز میں پیغمبر اسلام ﷺ کے نام کے ساتھ قسم

---

[1] اشارہ ہے اس واقعے کی جانب جو سورہ التحریم 50:66 کی تفسیر میں بیان ہوا ہے۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ تک اپنی بیویوں سے علیحدہ رہنے کا عہد فرمایا تھا اور آپ ﷺ اپنے بالا خانہ میں بیٹھ گئے تھے۔ انتیس دن (29) گذر جانے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ آپ ﷺ کی قسم پوری ہو گئی ہے، مہینہ مکمل ہو گیا ہے مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے (تفہیم القرآن جلد ششم (1999) از سید مودودیؒ)۔

اٹھانے کا عہد کیا کرتی تھیں اور جب وہ کسی بات پر آپ ﷺ سے اپنی خفگی (کہ یہ بھی زوجین کے درمیان ایک اندازِ دلربائی ہے!) کا اظہار کرنا چاہتی تھیں تو آنجنابہؓ کا قسم کھانے کا انداز بالکل مختلف ہوتا تھا۔ جسے حضور اکرم ﷺ ہمیشہ پہچان جاتے تھے۔ آپ ﷺ خود اس بات کے راوی ہیں کہ "میں جان جاتا ہوں کہ تم کس وقت مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کس وقت مجھ سے خفا" آنجنابہؓ نے پوچھا کہ آپ ﷺ کو کس طرح معلوم ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ نہیں "محمد ﷺ کے خدا کے نام پر" اور جب میرے ساتھ خفگی کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو کہتی ہو "نہیں خدائے ابراہیمؑ کے نام سے"....صدیقہ طاہرہؓ نے تسلیم کیا کہ "ہاں یہ صحیح ہے لیکن خدا کی قسم اے پیغمبر خدا ﷺ، میں صرف آپ ﷺ کا نام نہیں لیتی!") (صحیح مسلم 2439/a)

سیرت طیبہ کے اس واقعے کے عملی مضمرات پر غور کرنے سے ایک مومن مرد اور عورت کا دل اس اندازِ دلربائی پر عش عش کر اٹھتا ہے جس کا نمونہ آپ ﷺ اور آنجنابہ عائشہ صدیقہؓ نے امت کی راہ نمائی کے لئے چھوڑا ہے۔ ایک خاندان میں چھوٹے موٹے ناگوار واقعات ہوتے رہتے ہیں جن کی بناء پر وقتی طور پر خفگی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، بالخصوص بیویوں میں کہ وہ بہت حساس اور نازک طبع واقع ہوتی ہیں اور جبکہ خاوند بھی محمد رسول اللہ ﷺ جیسا محبت کرنے والا شفیق و رحیم ہو تو پھر بیوی کے لئے یہ ایک انداز محبت ایک عجیب اندازِ دلربائی اختیار کر لیتا ہے---ادھر خاوند (ﷺ) کی ذکاوتِ حس کی داد دیجئے کہ

اب ہم بھی ہو گئے ہیں تیرے رمز آشنا
واں تو نے بات کی کہ ادھر ہم نے پائی بات!

عملی مضمرات کی بات چل پڑی تو برسبیل تذکرہ اس امر کی جانب اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ ایسے مخلوط خاندان (Extended Families) جہاں خاوند یا بیوی کے ماں باپ یا دیگر بھائی بہن بھی ساتھ رہتے ہوں، وہاں اس قسم کے واقعات اکثر و بیشتر پیش

SULEMANI.COM.PK

آتے رہتے ہیں کہ کسی وجہ سے خاونداور بیوی کے کسی عزیز/ والدین کے درمیان کسی امر پر اختلافِ رائے ہوگیا تو ایسی صورت میں بیوی کو کون سا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔خاوند کی تابعداری اور ماں باپ کی فرمانبرداری میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا ہوتو کیا کیا جائے؟.... ایسی صورت میں کہ جب والدین اور خاوند ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں تو بیوی کا فرض ہے کہ وہ خاوند کا ساتھ دے کیونکہ اس موقع پر والدین کے حقوق پس پشت ڈالے جاسکتے ہیں۔آنجنابہ صدیقہؓ (آسمان کے ستاروں سے لاکھوں گنا زیادہ، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات آپؓ پر ہوں) سے مروی یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک عورت پر کس کو حق فائق حاصل ہے؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا کہ "خاوند کو" اور میں نے دریافت کیا کہ ایک آدمی پر کس کا سب سے زیادہ حق ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اس کی ماں کا"!....اس حدیث کو پڑھتے ہوئے آنجنابہ صدیقہؓ کی ذہنی، عقلی اور علمی استعداد کی داد دیجئے کہ دو سوالات کے ذریعے امت کے لئے نجات کی راہیں کھول دیں کہ عورت/ بیوی اپنے خاوند کے ساتھ وفا کرے اور مرد (بطور بیٹے کے) اپنی ماں کی تابعداری کرے کہ اس میں دین و دنیا کی فلاح وکامیابی کا راز مضمر ہے:

☆....سیرتِ طیبہ ومطہرہ کے گلستان سے چند نہایت خوبصورت پھولوں کا انتخاب کرنے کے بعد اگرچہ دل اس امر پر راضی نہیں کہ اس سعی ناتمام کی تکمیل کے لئے راہوارِ قلم کو روک لیا جائے کہ:

کس قدر لذت کشودِ عقدۂ مشکل میں ہے
لطف صد حاصل ہماری سعی بے حاصل میں ہے!

تاہم اس حکایت لذیذ کو ایک ایسی حدیث پر ختم کرتے ہوئے اللہ رب العزت کے حضور دست بہ دعا ہیں کہ وہ نہ صرف اس سعی ناتمام کو اپنی جناب میں قبولیت کا شرف بخشیں بلکہ اپنے ان بھائی بہنوں کے لیے بھی دست بہ دعا ہیں جو مغربی تہذیب وتمدن پر فریفتہ ہوکر

SULEMANI.COM.PK

اس چشمہ شیریں سے فیض یاب ہونے سے محروم ہیں۔ بقول شیخ مصطفی حسن السباعی "**بدقسمتی سے ہمارے بعض ناپختہ کار مسلمان اہل قلم بھی انہی مستشرقین کے قدم بقدم چلنے لگے۔ ان مستشرقین کے تصور سنت (حدیث) میں ان کو اپنے دلوں میں چھپے ہوئے رجحانات وافکار کی جھلک نظر آئی تو انہوں نے بے سوچے سمجھے۔۔۔۔ استشراقی ساز پر مستشرقین کے راگ الاپنے شروع کر دیئے۔** بقول شاعر:

أَتانی هواها قَبْلَ أَنْ أَعْرِفَ الهوى
فصادَفَ قلباً خالياً فتمكنا

"اس کی محبت میرے پاس ایسے وقت میں آئی جبکہ میں محبت سے آشنا نہ تھا
چنانچہ اس نے ایک سادہ لوح دل پا کر اسے اپنا گھر بنالیا۔"

ایسے تمام بھائی بہنوں کے لئے علامہ اقبالؒ کا یہ پیغام اگر قبولِ خاطر ہو تو پیش خدمت ہے:

در دلِ مسلم مقام مصطفی است
آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است!

اور

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

تاہم اپنے لئے ہم اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ

گفتم کہ یافت می نشود و جستہ ایم ما
گفتم کہ یافت می نشود، آنم آرزو ست!

اب ہم اس ایک حدیث پر ان معروضات کو ختم کرتے ہیں جو محسن انسانیت ﷺ کی زندگی کا ایک ایسا تابناک پہلو ہے جس میں جمیع انسانیت کے لئے بالعموم اور مسلم طبقہ نسواں (نیز مرد بھی استفادہ کر سکتے ہیں!) کے لئے بالخصوص ایک ایسا نصیحت اور بصیرت

SULEMANI.COM.PK

افروز سبق مضمر ہے کہ اسے حرزِ جاں بنا لینے میں دنیا کی کامرانیاں اور عقبیٰ کی فوز وفلاح آگے بڑھ کر انسانیت کے قدم چوم لے گی....درج ذیل حدیث کسی تبصرے اور تشریح کی محتاج نہیں!

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک خاتون آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: "آپ کون ہیں؟" تو اس نے کہا: "میں جثامہ مزنیہ ہوں۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آپ کا نام حسانہ ہے، تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تمہارے ساتھ کیا گزری؟" تو اس نے کہا: "میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو جائیں، بہت اچھی گزری اور ہم خیر و عافیت سے ہیں۔" جب وہ چلی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیدہ عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اس بڑھیا پر اتنی توجہ مرکوز کی (یہ کون تھی؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ عورت خدیجہؓ کی زندگی میں آیا کرتی تھی۔ دوستی کا لحاظ و پاس کرنا ایمان کی علامت ہے۔" (حاکم نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی)

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے جتنی غیرت خدیجہؓ پر آیا کرتی تھی اتنی غیرت کسی (سوکن) پر بھی نہیں آتی تھی حالانکہ میں نے انھیں دیکھا تک نہ تھا۔ ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا عموماً ذکر فرمایا کرتے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بکری ذبح فرماتے تھے اور اس کا گوشت بناتے تھے تو خدیجہؓ کی سہیلیوں کے پاس بھی گوشت بھیجا کرتے تھے اور کبھی کبھی میں کہا کرتی تھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! گویا دنیا میں خدیجہؓ کے علاوہ کوئی عورت ہے ہی نہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: ''ہاں ہاں وہ تو ایسی اور ایسی تھی اور اس کے شکم سے میری اولاد ہوئی''۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ، وَمَا رَأَيْتُهَا، وَلَكِنْ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلاَّ خَدِيجَةُ. فَيَقُولُ إِنَّهَا

SULEMANI.COM.PK

كَانَتْ وَكَانَتْ، وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ. " (بخاری 3818)

مزید فرمایا:

(خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ وَأَشَارَ وَكِيعٌ إِلَى السَّمَاءِ وَالأَرْضِ)

(مسلم 2430)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ،
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ،
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ،
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

ضمیمہ الف:

مغربی پاکستان ہائی کورٹ لاہور کے

جسٹس محمد شفیع صاحب کا فیصلہ:

چند احادیث پر ان کے اشکالات

جیسا کہ ہم نے باب چہارم میں لکھا کہ ایک مقدمے کے فیصلے میں جسٹس محمد شفیع صاحب نے چند احادیث کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا "ایک شخص اگر حدیث کے مجموعوں کا مطالعہ کرے تو ان میں کم از کم بعض احادیث ایسی بھی موجود ہیں جنہیں داخلی شہادت کی بناء پر صحیح ماننا مشکل ہے"۔... ذیل میں ہم ان کے اس فیصلے کو سید مودودیؒ کی کتاب "سنت کی آئینی حیثیت (1990) کے متعلقہ حصے سے ان کے اپنے الفاظ میں درج کر رہے ہیں جو ملک غلام علی صاحب نے (Pakistan Legal Decsion PLD. 1960) لاہور (صفحات 1142-1179) کے مطبوعہ متن سے ترجمہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ ملک غلام علی صاحب نے بعد میں شریعت کورٹ کے جسٹس کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں۔ جسٹس صاحب نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ (ص 237 تا 245 کتاب ہذا 1990)[1]

ایک شخص اگر حدیث کے مجموعہ کا مطالعہ کرے تو ان میں کم از بعض حدیثیں ایسی بھی موجود ہیں جنہیں داخلی شہادت کی بنا پر صحیح ماننا مشکل ہے۔

---

[1] اس سے آگے فاضل جج نے جو احادیث مع ترجمہ درج کی ہیں وہ فضل الکریم صاحب کے انگریزی ترجمہ مشکوٰۃ ''الحدیث'' جلد اوّل طبع 1938ء سے جوں کی توں نقل کر دی گئی ہیں۔ ان احادیث کی عبارت اور ان کے ترجمے میں متعدد مقامات پر سخت غلطیاں موجود ہیں۔ اصل مشکوٰۃ سے مراجعت کے بعد ہم نے حتی الوسع ان غلطیوں کی اصلاح کر دی ہے۔

SULEMANI.COM.PK

((عن عطاء انه قال دخلت على عائشة فقلت اخبرينا با عجب ما رايت من رسول اللهم صلعم فبكت وقالت واى شانه لم يكن عجبا۔ اتانى فى ليلة فدخل معى فى فراشى (اوقالت فى لحا فى) حتّٰى مس جلدى جلده ثم قال يا ابنة ابى بكر ذرينى اتعبد لربى قلت انى احب قربك لكن او ثر هواك فاذنت له فقام الى قربة ماء فتوضاء فلم يكثر صب الماءثم قام يصلى فبكى حتى سالت دموعه على صدره ثم ركع فبكى ثم سجد فبكى ثم رفع راسه فبكى فلم يزل كذالك يبكى حتى جاء بلال فاذنه بالصلوة فقلت يا رسول الله ما يبكيك وقد غفر اللهم ما تقدم و من ذنبك دما تاخر قال افلا ا كون عبدا شكورا))

عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے نبی ﷺ کی جوسب سے زیادہ پسندیدہ اور عجیب بات دیکھی ہو وہ بتائیں۔ حضرت عائشہؓ رو دیں اور فرمایا: آنحضور ﷺ کی کون سی حالت عجیب اور خوش کن نہیں تھی۔ [1] ایک رات آپ تشریف لائے اور میرے ساتھ میرے بستر یالحاف میں داخل ہو گئے۔ حتیٰ کہ میرے بدن نے آپ کے بدن کو چھولیا۔ پھر فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی، مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے دو۔ [2] میں نے عرض کیا: مجھے آپ کا قرب پسند ہے لیکن میں آپ کی خواہش کو قابل ترجیح سمجھتی ہوں۔ پس میں نے آپ کو اجازت دے دی۔ آپ پانی کے ایک مشکیزے کے پاس تشریف لے

---

1. اس فقرے کا ترجمہ اصل فیصلے کے متن میں یوں کیا گیا ہے: ''اس سے زیادہ عجیب اور پسندیدہ بات کون سی ہوگی''، یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔

2. اس فقرے کا ترجمہ فیصلے میں یوں ہے: مجھے چھوڑ دو کیا تم اپنے رب کی عبادت کرو گی؟ یہ ترجمہ درست نہیں۔

SULEMANI.COM.PK

گئے۔ پھر آپ نے وضو کیا اور زیادہ پانی نہیں بہایا۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور اتنے روئے کہ آپ کے آنسو آپ کے سینہ مبارک پر بہ نکلے۔ پھر آپ نے روتے ہوئے رکوع کیا پھر روتے ہوئے سجدہ کیا، پھر روتے ہوئے سر اٹھایا۔ آپ مسلسل اسی طرح روتے رہے۔ یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے نماز (کا وقت ہو جانے) کی خبر دی۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول: آپ کیوں روتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو کیا میں ایک شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"

((عن عائشة قالت كان النبی صلی الله علیه وسلم یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضأ))

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیتے تھے اور پھر وضو کیے بغیر نماز پڑھ لیتے تھے۔"

((عن ام سلمة قالت قالت ام سلیم یا رسول الله! ان الله لا یستحی من الحق فهل علی المراة من غسلٍ اذا احلمت قال نعم اذا رات الماءفغطت ام سلمة وجهها وقالت یا رسول الله او تحتلم المراة قال نعم تربت یمینك فبم یشبهها ولدها (متفق علیه) و زاد مسلم بروایة

ام سلیم ان ماءالرجل غلیظ ابیض وماءالمراة رقیق اصفر فمن ایهما علا او سبق یکون منه الشبه))

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم نے کہا: اے اللہ کے رسول، اللہ حق (بات) سے شرم روا نہیں رکھتا۔ پس کیا عورت پر غسل ہے جب اسے احتلام ہو؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، جب وہ پانی دیکھے (یعنی جبکہ فی

الواقع خواب میں اسے انزال ہو گیا ہو)۔ حضرت ام سلمہ نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور کہا: اے اللہ کے رسول، کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تیرا سیدھا ہاتھ خاک آلود ہو، آخر اس کا بچہ اس سے کیسے مشابہ ہوتا ہے۔ اور مسلم نے ام سلیم کی روایت میں یہ اضافہ کیا کہ مرد کا مادہ گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا اور پیلا۔ پس ان میں سے جو بھی غلبہ حاصل کرے اسی سے مشابہت ہوتی ہے۔

((عن معاذة قالت قالت عائشة كنت اغتسل انا و رسول الله صلعم من اناءواحد بيننى و بينه فيبادرنى حتى اقول دع لى قالت وهما جنبان)) ()

"معاذہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے بتایا کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا۔ آپ مجھ سے زیادہ جلدی کرتے تھے یہاں تک کہ میں کہتی تھی میرے لیے (پانی) چھوڑ دیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ اس وقت دونوں حالت جنابت میں ہوتے تھے۔"

((عن عائشة قالت سئل رسول الله صلعم عن الرجل يجد البلل ولا يذكر احتلاما قال يغتسل وعن الرجل الذى يرى انه قد احتلم ولا يجد بللا قال لا غسل عليه قالت ام سليم هل على المراة ترى ذالك غسلا قال نعم، ان النساءشقائق الرجال)) ()

"حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو تری دیکھے لیکن احتلام اسے یاد نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: وہ غسل کرے اور ایسے شخص کے بارے میں (بھی پوچھا

گیا) جسے احتلام یاد ہو لیکن وہ تری نہ پائے۔ آپ نے فرمایا: اس پر غسل نہیں ہے۔ ام سلیم نے کہا: اگر عورت اس طرح (رطوبت) دیکھے تو اس پر بھی غسل ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، عورتیں مردوں کا آدھا حصہ ہیں۔"

((عنها قالت رسول الله صلعم اذا جاوز الختان الختان وجب الغسل فعلته انا و رسول الله صلعم فاغتسلنا)) ()

"انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شرمگاہوں کے اگلے حصے باہم متجاوز ہو جائیں تو غسل واجب ہے۔ میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا اور غسل کیا۔"

((عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغتسل من الجنابة ثم يستدفى بى قبل ان اغتسل)) ()

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ غسل جنابت کر لینے کے بعد (سردی دور کرنے کے لیے) مجھ سے گرمی حاصل کرتے تھے، قبل اس کے کہ میں غسل کروں۔"

((عن عائشة قالت كنت اغتسل انا و النبى صلعم من اناءواحد و كلانا جنب وكان يا مرنى فاتزر فيبا شرنى وانا حائض و يخرج راسه الى وهو معتكف فاغسله و انا حائض))()

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ اور میں ایک ہی برتن سے نہاتے تھے اور درآں حالیکہ ہم دونوں جنبی ہوتے تھے اور آپ مجھے بحالت حیض ازار باندھنے کا حکم دیتے تھے اور مجھ سے بغل گیر ہوتے تھے اور آپ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر (مسجد سے) باہر کرتے تھے اور میں حیض کی حالت میں اسے دھوتی تھی۔"

((عن عائشة كنت اشرب و انا حائض ثم انا وله النبی صلعم فيضع فاه على موضع فى فيشرب و اتعرق العرق وانا حائض ثم انا وله النبی صلعم فيضع فاه على موضع فى)) ()

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حیض کی حالت میں برتن سے پانی پیتی تھی اور پھر اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب بڑھا دیتی تھی۔ پس آپ وہاں منہ رکھتے تھے جہاں میں نے منہ رکھا ہوتا تھا اور آپ پیتے تھے اور میں بحالت حیض ہڈی پر سے گوشت کھاتی تھی اور پھر اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیتی تھی اور آپ اس جگہ اپنا منہ رکھتے تھے جہاں میں نے رکھا ہوتا تھا۔"

((عن عائشة قالت كنت اذا حضت نزلت عن المثال على الحصير فلم نقرب رسول الله صلعم ولم ندن منه حتى نطهر))()

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب میں حائضہ ہوتی تو میں بستر چھوڑ کر چٹائی پر لیٹتی تھی پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقاربت نہیں کرتے تھے جب تک کہ پاکیزگی حاصل نہیں کر لیتے تھے۔[1]

((عنها قالت قال لى النبی صلعم ناولينى الخمرة من المسجد فقلت انى حائض فقال ان حيضتك ليست فى يدك)) ()

"انہی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے مسجد سے چٹائی اٹھا کر دے دو۔ میں نے عرض کیا کہ میں حیض کی حالت میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: حیض (کا اثر) تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے (یعنی تم ہاتھ بڑھا کر مسجد سے چٹائی لے سکتی ہو)۔"

[1] اصل فیصلے میں اس حدیث کے نقل کردہ الفاظ اور ترجمے میں بعض غلطیاں تھیں جن سے مطلب خبط ہو جاتا تھا۔ انہیں یہاں درست کر دیا گیا ہے۔

SULEMANI.COM.PK

۲۷....مذکورۂ بالا بیشتر احادیث میں جو مضامین بیان کیے گئے ہیں، ان کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ کی طرف منسوب ہے۔ میں یہ باور کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ یہ دونوں ازواج جو ہر لحاظ سے کامل تھیں انہوں نے اسی عریانی کے ساتھ اپنی ان پرائیویٹ باتوں کو ظاہر کر دیا ہوگا جو ان کے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان میاں بیوی کی صورت میں ہوئی ہوں گی۔

۲۸....میں اپنے آپ کو یہ یقین کرنے کے ناقابل پاتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ باتیں کہی ہوں گی کہ دوزخ میں اکثریت عورتوں پر مشتمل ہوگی اور جنت کی اکثریت غرباء پر مشتمل ہوگی۔

((عن اسامة بن زيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قمت على باب الجنة فكان عامة من دخلها المساكين و اصحاب الجد محبوسون غيران[1] اصحاب النار قد امربهم الى النار و قمت على باب النار فاذا عامة من دخلها النساء)) ()

"ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت فقراء کی ہے اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت عورتوں کی ہے۔"

۲۹....کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو دولت کمانے سے بالواسطہ طریق پر منع کر دیا گیا ہے، کیونکہ اگر وہ دولت حاصل کریں گے تو ان کے جنت میں داخلے کے امکانات کم ہو جائیں گے؟ اگر سارے مسلمان غریب ہو جائیں تو ان کا کیا بنے گا؟ کیا ان کا کلی طور پر خاتمہ نہیں ہو جائے گا؟ کیا اس طرح زندگی کے ہر میدان میں ان کی ترقی رک نہیں جائے گی؟ مزید برآں کیا یہ قابل یقین ہے کہ محمد رسول اللہ نے وہ بات فرمائی ہوگی جو حدیث بخاری کے صفحہ 852 پر روایت نمبر 602 / 74 میں

[1] غَیر اَنَّ کا ترجمہ فیصلے میں in addition to درج ہے۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔

SULEMANI.COM.PK

عبداللہ بن قیس سے مروی ہے کہ "مسلمان جنت میں ان عورتوں سے مباشرت کریں گے جو ایک خیمہ کے مختلف گوشوں میں بیٹھی ہوں گی۔" حدیثوں اور قرآن مجید کی پرانی تفسیروں نے اسلام کا دائرہ بہت تنگ کر دیا ہے اور اس کی وسعت بہت محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ کیا ہمیں ان حالات کو برقرار رہنے دینا چاہیے؟

۳۰....بحث کی خاطر اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ جو احادیث محدثین نے جمع کی ہیں وہ صحیح ہیں، تب بھی اس امر کی شہادت موجود ہے کہ اگر ان احادیث کا تعلق دین سے نہ ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں حرفِ آخر کا درجہ نہیں دینا چاہتے تھے۔ مسلم میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

((عن رافع بن خديج قال قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة وهم يابرون النخل فقال ما تصنعون قالوا كنا نصنعه قال لعلكم لو لم تفعلوا كان خيرا. فتركوه فنقضت فذكروا ذالك له فقال انا بشر اذا امرتكم بشيءمن امر دينكم فخذوا به واذا امرتكم بشيءمن راى فانما انا بشر)) ()

"رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ مدینے کے لوگ کھجوروں میں پیوند لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ یہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم پہلے سے ایسا کرتے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: شاید تم ایسا نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ پس لوگوں نے یہ عمل چھوڑ دیا اور پیداوار کم ہوئی۔ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں انسان ہوں، جب میں تمہارے دین کے معاملے میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اس کی پیروی کرو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بس ایک بشر ہی ہوں۔"

اس کے علاوہ ایک سے زائد احادیث میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر زور

SULEMANI.COM.PK

دیا ہے کہ صرف قرآن ہی وہ ایک کتاب ہے جو تمام شعبہائے زندگی میں مسلمانوں کی رہنما ہونی چاہیے۔

۳۱.... یہ بات کہ محدثین خود اپنی جمع کردہ احادیث کی صحت پر مطمئن نہ تھے صرف اسی ایک امر واقعہ سے واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں سے یہ نہیں کہتے کہ ہماری جمع کردہ احادیث کو صحیح مان لو بلکہ یہ کہتے ہیں کہ انہیں ہمارے معیار صحت پر جانچ کر اپنا اطمینان کرلو۔ اگر انہیں ان احادیث کی صحت کا یقین ہوتا تو یہ جانچنے کا سوال بالکل غیر ضروری تھا۔

۳۲.... بعض احادیث ایسی ہیں جو انسان کی توجہ اس دنیا سے ہٹا دیتی ہیں۔ روحانیت ایک اچھی چیز ہے لیکن اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اسے بیہودہ انتہاء تک پہنچا دیں۔ بنیادی طور پر اللہ نے ہمیں انسان بنایا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہم اسی حیثیت سے زندگی بسر کریں۔ اگر وہ چاہتا کہ ہم روحانی مخلوق یا فرشتے بن جائیں، تو اس کے لیے اس سے زیادہ آسان بات کوئی اور نہیں تھی کہ وہ ہمیں ایسا ہی بنا دیتا۔ حقیقی اسلامی قانون کے مطابق مسلمانوں کو اپنی توانائیاں اس مقصد کے لیے صرف کرنی چاہئیں کہ وہ زندگی کو مفید تر، حسین تر اور مکمل طور پر پرلطف بنا سکیں۔

۳۳.... اگر ہم احادیث کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اکثر احادیث مختصر اور بے ربط ہیں جنہیں سیاق و سباق اور موقع و محل سے الگ کر کے بیان کر دیا گیا ہے۔ ان کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا اور ان کا صحیح مفہوم و مدعا مشخص کرنا ممکن نہیں ہے جب تک ان کا سیاق و سباق سامنے نہ ہو اور وہ حالات معلوم نہ ہوں جن میں رسولِ پاک نے کوئی بات کہی ہے یا کوئی کام کیا ہے۔ بہر حال احادیث کی بالکل نئے سرے سے پوری چھان بین اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ یہ کہا گیا ہے اور بجا طور پر کہا گیا ہے کہ حدیث قرآن کے احکام کو منسوخ نہیں کر سکتی، **مگر کم از کم ایک مسئلے میں تو احادیث نے قرآن پاک میں ترمیم کر دی ہے اور وہ وصیت کا مسئلہ ہے۔**

SULEMANI.COM.PK

احادیث کے بارے میں پورا غور و تامل کرنے کے بعد میں یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوں کہ انہیں اپنی موجودہ شکل میں قرآن کے برابر درجہ نہیں دینا چاہیے اور نہ ہی ان کے اطلاق کو عام خیال کرنا چاہیے۔ میں اس بات کے حق میں نہیں ہوں کہ مختلف محدثین کی جمع کردہ احادیث کو اسلامی قانون کے سرچشموں میں سے ایک سرچشمہ تسلیم کیا جائے جب تک ان کی دوبارہ جانچ پڑتال نہ کر لی جائے اور یہ پڑتال بھی کسی تنگ نظری اور تعصب پر مبنی نہیں ہونی چاہیے بلکہ ان تمام قواعد و شرائط کو بھی از سر نو استعمال کیا جانا چاہیے جنہیں امام بخاری وغیرہ نے بے شمار جھوٹی، موضوع اور جعلی حدیثوں میں سے صحیح احادیث کو الگ کرنے کے لیے مقرر کیا تھا، نیز ان معیارات کو بھی کام میں لانا چاہیے جو نئے حقائق و تجربات نے ہمارے لیے فراہم کیے ہیں۔ میری یہ بھی رائے ہے کہ حقائق موجودہ کی روشنی میں قیاس و استدلال کے نازک اور لطیف طریقوں کو عمل میں لاتے ہوئے ججوں اور عوام کے منتخب نمائندوں کو قرآن پاک کی تفسیر کرنی چاہیے۔ ابو حنیفہ اور اس طرح کے دوسرے فقہاء نے جو فیصلے کیے ہیں اور جو بعض کتابوں میں مذکور ہیں انہیں نظائر کی حیثیت میں وہی درجہ استناد دیا جانا چاہیے جو عام عدالتی فیصلوں کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے اندر مندرج قانون جامد نہیں بلکہ متحرک و منظم ہے۔ قرآن مجید کی تعبیر کو اس انسانی طرز عمل سے ہم آہنگ ہونا چاہیے جو حالات حاضرہ سے متاثر اور مختلف عناصر سے متعین ہوتا ہے۔ ابو حنیفہ کی طرح دنیوی معاملات کی تحقیقات میں عقل کو استعمال میں لانا چاہیے۔ اس نقطہ نظر کے مطابق برعظیم ہندو پاکستان کے مسلمانوں کا قانون وسیع تغیرات کا محتاج ہے اور اسے ملک کے موجودہ حالات کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

SULEMANI.COM.PK

□ ضمیمہ ب:

چند احادیث کے متعلق فاضل جج کے اعتراضات پر سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ

ضمیمہ الف میں ہم نے وہ تمام اعتراضات، جسٹس محمد شفیع صاحب کے اپنے الفاظ میں ان کے فیصلے کے ترجمے سے نقل کر دیئے ہیں۔ درج ذیل صفحات میں اب ہم ان اعتراضات پر سید مودودیa کے جوابات درج کر رہے ہیں جن کے مطالعے سے قارئین کسی صحیح فیصلے پر پہنچ سکتے ہیں۔ (ص320 تا334 کتاب ہذا)

چند احادیث پر فاضل جج کے اعتراضات:

فاضل جج فرماتے ہیں کہ احادیث کے مجموعوں میں ایسی حدیثیں بھی موجود ہیں جن کو صحیح ماننا مشکل ہے۔ اس کے لئے مثال کے طور پر وہ ۳۱ حدیثیں مشکوٰۃ کے اس انگریزی ترجمے سے نقل فرماتے ہیں جو الحاج مولوی فضل الکریم صاحب ایم اے بی ایل نے کیا ہے اور کلکتہ سے 1935ء میں شائع ہوا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم ان احادیث پر محترم جج صاحب کے اعتراضات کے بارے میں کچھ عرض کریں۔ ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ مشکوٰۃ کے اس ترجمے میں مترجم نے ایسی فاش غلطیاں کی ہیں جو علم حدیث ہی سے نہیں، عربی زبان سے بھی ان کی ناواقفیت کا ثبوت دیتی ہیں اور بدقسمتی سے فاضل جج نے ان تمام غلطیوں سمیت اس کی عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ اگر چہ اس کا مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن ہم یہاں صرف اس بات کی طرف توجہ دلانے کے لیے اس

معاملے کا ذکر کرتے ہیں کہ **پاکستان اس وقت دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست ہے، اس کی عدالت عالیہ کے ایک فیصلے میں حدیث کی قانونی حیثیت پر اس قدر دور رس بحث کی جائے، اور پھر حدیث کے علم وفن سے اتنی سرسری۔ بلکہ ناقص واقفیت کا کھلا کھلا ثبوت بہم پہنچایا جائے۔ یہ چیز آخر دنیا کے اہل علم پر کیا اثر ڈالے گی اور ہماری عدالتوں کے وقار میں کیا اضافہ کرے گی؟** مثال کے طور پر پہلی ہی حدیث کے دو فقرے ملاحظہ ہوں۔ وای شانہ لم یکن عجبا کا ترجمہ "اور اس سے زیادہ عجیب بات اور کیا ہوسکتی ہے" کیا گیا ہے، حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: **"ان کی کون سی بات عجیب نہ تھی۔" ذَرِینِی اَتَعَبَّدُ لِرَبِّی کو مترجم نے ذُرِینِی اَتَعبُدُ لِرَبِّی پڑھا اور اس کا ترجمہ یوں کر دیا "چھوڑ دے مجھ کو، کیا تو میرے رب کی عبادت کرے گی؟" حالانکہ صرف یہ ترجمہ ہی مہمل نہیں ہے بلکہ اصل عبارت کو پڑھنے میں مترجم نے وہ غلطی کی ہے جو عربی گرامر کی ابجد سے واقفیت رکھنے والا آدمی بھی نہیں کر سکتا۔ تَعبُدُ صیغہ مذکر ہے اور سیاق عبارت بتا رہا ہے کہ مخاطب عورت ہے۔ عورت کو خطاب کر کے تَعبُدِینَ کہا جاتا نہ کہ تَعبُدُ۔ صحیح ترجمہ اس فقرے کا یہ ہے کہ "مجھے چھوڑ دے تا کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں۔" اس طرح کی غلطیوں کو دیکھ کر آخر کون صاحب علم یہ باور کرے گا کہ فاضل جج حدیث کے علم میں کم از کم اتنا درک رکھتے ہیں جتنا کسی فن پر ماہرانہ رائے دینے کے لئے ناگزیر ہے۔**

بعض احادیث میں عریاں مضامین کیوں ہیں؟

اب ہم اصل بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پیراگراف 26 میں فاضل جج یکے بعد دیگرے 9 حدیثیں نقل کرتے چلے گئے ہیں اور کسی جگہ انہوں نے یہ نہیں بتایا ہے کہ کس حدیث کے مضمون پر انہیں کیا اعتراض ہے۔ البتہ پیراگراف 27 میں وہ اختصار کے ساتھ

اس خیال کا اظہار فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں جو"عریانی" پائی جاتی ہے اس کی بنا پر وہ یہ باور نہیں کر سکتے کہ واقعی یہ احادیث سچی ہوں گی۔ غالباً ان کا خیال یہ ہے کہ نبی ﷺ اور خواتین کے درمیان اور پھر ازواجِ مطہرات اور ان کے شاگردوں کے درمیان ایسی کھلی کھلی گفتگو آخر کیسے ہو سکتی تھی۔ اس سلسلے میں فاضل جج کی پیش کردہ احادیث پر فرداً فرداً کلام کرنے سے پہلے چند اصولی باتیں بیان کر دینی ضروری ہیں، کیونکہ موجودز مانے کے "تعلیم یافتہ" اصحاب بالعموم انہی باتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس طرح کی احادیث پر الجھتے ہیں۔

☆....اول یہ کہ انسان کی داخلی زندگی کے چند گوشے ایسے ہیں جن کے متعلق اس کو ضروری تعلیم و تربیت اور ہدایات دینے میں شرم کا بے جا احساس اکثر مانع ہوتا رہا ہے، اور اسی وجہ سے اعلیٰ ترقی یافتہ قومیں تک ان کے بارے میں طہارت و نظافت کے ابتدائی اصولوں تک سے ناواقف رہی ہیں۔ شریعت الٰہی کا یہ احسان ہے کہ اس نے ان گوشوں کے بارے میں بھی ہم کو ہدایات دیں اور ان کے متعلق قواعد و ضوابط بتا کر ہمیں غلطیوں سے بچایا۔ غیر قوموں کے صاحب فکر لوگ اس چیز کی قدر کرتے ہیں، کیونکہ ان کی قومیں اس خاص شعبہ زندگی کی تعلیم و تربیت سے محروم ہیں۔ مگر مسلمان جن کو گھر بیٹھے یہ ضابطے مل گئے، آج اس تعلیم کی ناقدری کر رہے ہیں، اور عجیب لطیفہ ہے کہ اس ناقدری کے اظہار میں وہ لوگ بھی شریک ہوتے ہیں جو اہل مغرب کی تقلید میں Sex Education تک مدارس میں رائج کرنے کے قائل ہیں۔

☆....دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی پاک ﷺ کو ہماری تعلیم کے لیے مامور فرمایا تھا اس کے ذمہ یہ خدمت بھی کی تھی کہ اس خاص شعبہ زندگی کی تعلیم و تربیت بھی ہمیں دے۔ اہل عرب اس معاملہ میں ابتدائی ضابطوں تک سے ناواقف تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو ان کے مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی۔ طہارت، استنجاء اور

SULEMANI.COM.PK

غسل وغیرہ کے مسائل، نیز ایسے ہی دوسرے مسائل نہ صرف زبان سے سمجھائے، بلکہ اپنی ازواجِ مطہرات کو بھی اجازت دی کہ آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے ان گوشوں کو بے نقاب کریں اور عام لوگوں کو بتائیں کہ حضور ﷺ خود کن ضابطوں پر عمل فرماتے تھے۔

☆.... سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ضرورت کی خاطر حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنین کے لیے ماں کا درجہ عطا فرمایا تھا تاکہ مسلمان ان کی خدمت میں حاضر ہو کر زندگی کے ان گوشوں کے متعلق رہنمائی حاصل کر سکیں اور جانبین میں ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے کسی قسم کے ناپاک جذبہ کی دخل اندازی کا خطرہ نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کے پورے ذخیرہ میں کوئی ایک نظیر بھی اس بات کی نہیں ملتی کہ جو باتیں امہات المومنین سے پوچھی گئی ہیں وہ خلفائے راشدین یا دوسرے صحابیوں کی بیگمات سے بھی کبھی پوچھی گئی ہوں اور انہوں نے مردوں سے اس نوعیت کی گفتگو کی ہو۔

☆.... چہارم یہ کہ لوگ اپنے گمان سے یا یہود و نصاریٰ کے اثر سے جن چیزوں کو حرام یا مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھ بیٹھے تھے، ان کے متعلق صرف یہ سن کر ان کا اطمینان نہیں ہوتا تھا کہ شریعت میں وہ جائز ہیں۔ حکم جواز کے باوجود ان کے دلوں میں یہ شک باقی رہ جاتا تھا کہ شاید یہ کراہت سے خالی نہ ہو اس لیے وہ اپنے اطمینان کی خاطر یہ معلوم کرنا ضروری سمجھتے تھے کہ حضور ﷺ کا اپنا طرزِ عمل کیا تھا۔ جب وہ یہ جان لیتے تھے کہ حضور ﷺ نے خود فلاں عمل کیا ہے تب ان کے دلوں سے کراہت کا خیال نکل جاتا تھا، **کیونکہ وہ حضور کو ایک مثالی انسان سمجھتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ جو کام آپ نے کیا ہو وہ مکروہ یا پایہ ثقاہت سے گرا ہوا نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک اہم وجہ ہے جس کی بنا پر ازواج مطہرات کو حضور ﷺ کی خانگی زندگی کے بعض ایسے معاملات کو بیان کرنا پڑا جو دوسری خواتین نہ بیان کر**

سکتی ہیں نہ ان کو بیان کرنا چاہیے۔

☆.... پنجم یہ کہ احادیث کا یہ حصہ درحقیقت محمد ﷺ کی عظمت اور ان کی نبوت کے بڑے اہم شواہد میں شمار کرنے کے لائق ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا دنیا میں کون یہ ہمت کر سکتا تھا اور پوری تاریخ انسانی میں کس نے یہ ہمت کی ہے کہ 23 سال تک شب و روز کے ہر لمحے اپنے آپ کو منظر عام پر رکھ دے، اپنی پرائیویٹ زندگی کو بھی پبلک بنا دے، اور اپنی بیویوں تک کو اجازت دے دے کہ میری گھر کی زندگی کا حال بھی لوگوں کو صاف صاف بتا دو۔

اعتراضات کا تفصیلی جائزہ:

ان امور کو نگاہ میں رکھ کر فرداً فرداً ان احادیث کو ملاحظہ فرمایئے جو فاضل جج نے پیش کی ہیں۔

☆.... پہلی حدیث میں حضرت عائشہؓ دراصل یہ بتانا چاہتی ہیں کہ نبی ﷺ اگرچہ رہبانیت سے بالکل دور تھے، اور اپنی بیویوں سے وہی ربط و تعلق رکھتے تھے جو دنیا کے ہر شوہر کا اپنی بیوی سے ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے آپ کا ایسا گہرا تعلق تھا کہ بستر میں بیوی کے ساتھ لیٹ جانے کے بعد بھی بسا اوقات یکا یک آپ پر عبادت کا شوق غالب آ جاتا تھا اور آپ دنیا کا لطف و عیش چھوڑ کر اس طرح اٹھ جاتے تھے کہ گویا آپ کو خدا کی بندگی کے سوا کسی چیز سے دلچسپی نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا یہ مخفی گوشہ آپ کی اہلیہ کے سوا اور کون بتا سکتا تھا؟ اور اگر یہ روشنی میں نہ آتا تو آپ کے اخلاص لِلّٰہ کی صحیح کیفیت دنیا کیسے جانتی؟ مجلس وعظ میں خدا کی محبت اور خشیت کا مظاہرہ کون نہیں کرتا۔ سچی اور گہری محبت و خشیت کا حال تو اس وقت کھلتا ہے جب معلوم ہو کہ گوشہ تنہائی میں آدمی کا رنگ زندگی کیا ہوتا ہے۔

SULEMANI.COM.PK

☆....دوسری حدیث میں دراصل بتانے کا مقصود یہ ہے کہ بوسہ بجائے خود وضو توڑ نے والی چیز نہیں ہے جب تک کہ غلبہ جذبات سے کوئی رطوبت خارج نہ ہو جائے۔عام طور پر لوگ خود بوسے ہی کو ناقض وضو سمجھتے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ اس سے اگر وضو ٹوٹتا نہیں ہے تو کم از کم طہارت میں فرق ضرور آ جاتا ہے۔حضرت عائشہ کو ان کا شک دور کرنے کے لیے یہ بتانا پڑا کہ حضور ﷺ نے خود اس کے بعد وضو کیے بغیر نماز پڑھی ہے۔یہ مسئلہ دوسرے لوگوں کے لیے چاہے کوئی اہمیت نہ رکھتا ہو،مگر جنہیں نماز پڑھنی ہو ان کو تو یہ معلوم ہونے کی بہرحال ضرورت ہے کہ کس حالت میں وہ نماز پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں اور کس حالت میں نہیں ہوتے۔

☆....تیسری حدیث میں ایک خاتون کو اس مسئلے سے سابقہ پیش آ جاتا ہے کہ اگر ایک عورت اسی طرح کا خواب دیکھے جیسا عام طور پر بالغ مرد دیکھا کرتے ہیں تو وہ کیا کرے۔یہ صورت چونکہ عورتوں کو بہت کم پیش آتی ہے اس لیے عورتیں اس کے شرعی حکم سے ناواقف تھیں۔ان خاتون نے جا کر مسئلہ پوچھ لیا اور حضور ﷺ نے یہ بتا کر کہ عورت کو بھی مرد ہی کی طرح غسل کرنا چاہیے۔نہ صرف ان کو بلکہ تمام عورتوں کو ایک ضروری تعلیم دے دی۔اس پر اگر کسی کو اعتراض ہے تو گویا وہ یہ چاہتا ہے کہ عورتیں اپنی زندگی کے مسائل کسی سے نہ پوچھیں اور شرم کے مارے خود ہی جو کچھ اپنی سمجھ میں آئے کرتی رہیں۔رہا حدیث کا دوسرا ٹکڑا تو اس میں ایک خاتون کے اظہار تعجب پر حضور ﷺ نے یہ علمی حقیقت بیان فرمائی ہے کہ عورت سے بھی اسی طرح مادہ خارج ہوتا ہے جس طرح مرد سے ہوتا ہے،اولاد ان دونوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے اور دونوں میں سے جس کا نطفہ بھی غالب رہتا ہے بچے میں اسی کی خصوصیات زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔اس حدیث کی جو تفصیلات بخاری و مسلم کے مختلف ابواب میں آئی ہیں ان کو ملا کر دیکھئے ایک روایت میں حضور ﷺ کے الفاظ یہ ہیں:

SULEMANI.COM.PK

((وهل يكون الشبه الا من قبل ذالك؟ اذا علامائها ماء الرجل اشبه الولد اخواله واذا علاماءالرجل مائها اشبه الولد اعمامهم)) ()

"اور کیا اولاد کی مشابہت اس کے سوا کسی اور وجہ سے ہوتی ہے؟ جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفے پر غالب رہتا ہے تو بچہ ننھیال پر جاتا ہے اور جب مرد کا نطفہ اس کے نطفے پر غالب رہتا ہے تو بچہ ددھیال پر جاتا ہے۔"

منکرین حدیث نے جہالت یا شرارت سے ان احادیث کو یہ معنی پہنائے ہیں کہ مجامعت میں اگر مرد کا انزال عورت سے پہلے ہو تو بچہ باپ پر جاتا ہے ورنہ ماں پر۔ ہم اس ملک کی حالت پر حیران ہیں کہ **یہاں جہلا اور اشرار علانیہ اس قسم کی علمی دغابازی کر رہے ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ تک تحقیق کے بغیر اس سے متاثر ہو کر اس غلط فہمی میں پڑ رہے ہیں کہ احادیث نا قابل یقین باتوں سے لبریز ہیں۔**

☆.... چوتھی حدیث میں حضرت عائشہؓ نے یہ بتایا ہے کہ زوجین ایک ساتھ غسل کر سکتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ایسا کیا ہے۔ اس مسئلے کے معلوم کرنے کی ضرورت دراصل ان لوگوں کو پیش آئی تھی جن کے ہاں بیویاں اور شوہر سب نماز کے پابند تھے۔ فجر کے وقت ان کو بارہا اس صورت حال سے سابقہ پیش آتا تھا کہ وقت کی تنگی کے باعث یکے بعد دیگرے غسل کرنے سے ایک کی جماعت چھوٹ جاتی تھی۔ ایسی حالت میں ان کو یہ بتانا ضروری تھا کہ دونوں کا ایک ساتھ غسل کر لینا نہ صرف جائز ہے بلکہ اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مدینے میں اس وقت بجلی کی روشنی والے غسل خانے نہیں تھے اور فجر کی نماز اس زمانے میں اول وقت ہوا کرتی تھی، اور عورتیں بھی صبح اور عشا کی نمازوں میں مسجد جایا کرتی تھیں۔ ان باتوں کو نگاہ میں رکھ کر ہمیں بتایا جائے کہ اس حدیث میں کیا چیز ماننے کے لائق نہیں ہے۔

SULEMANI.COM.PK

☆.... پانچویں حدیث میں حضرت عائشہؓ نے بتایا ہے کہ خواب سے غسل کس حالت میں واجب ہوتا ہے اور کس حالت میں واجب نہیں ہوتا اور چھٹی حدیث میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ بیداری کی حالت میں غسل کب واجب ہو جاتا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو آدمی اس وقت تک پوری طرح نہیں سمجھ سکتا جب تک اسے یہ نہ معلوم ہو کہ وجوبِ غسل کے معاملہ میں اس وقت صحابہ کرام اور تابعین کے درمیان ایک اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ بعض صحابہ اور ان کے شاگرد اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ غسل صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب مادہ خارج ہو۔ اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے حضرت عائشہؓ کو یہ بتانا پڑا کہ یہ حکم صرف خواب کی حالت کے لیے ہے، بیداری میں مجرد دخول موجب غسل ہو جاتا ہے اور نبی ﷺ کا اپنا عمل اسی طریقے پر تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ نماز پڑھنے والوں کے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا، کیونکہ جو شخص صرف خروجِ مادہ پر غسل واجب ہونے کا قائل ہوتا وہ مباشرت بلا اخراج مادہ کے بعد نماز پڑھنے کی غلطی کر سکتا تھا۔ نبی ﷺ کا اپنا عمل بتانے ہی سے اس مسئلے کا قطعی فیصلہ ہوا۔

☆.... احادیث نمبر 10-9-8-7 اور 11 کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ جنابت اور حیض کی حالت میں انسان کے ناپاک ہونے کا تصور قدیم شریعتوں میں بھی تھا اور شریعت محمدیہ میں بھی پیش کیا گیا۔ لیکن قدیم شریعتوں میں یہودیوں اور عیسائی راہبوں کی مبالغہ آرائیوں نے اس تصور کو حد اعتدال سے اتنا بڑھا دیا تھا کہ وہ اس حالت میں انسان کے وجود ہی کو ناپاک سمجھنے لگے تھے، اور ان کے اثر سے حجاز کے اور خصوصاً مدینے کے باشندوں میں بھی یہ تصور حد مبالغہ کو پہنچ گیا تھا۔ خصوصاً حائضہ عورت کا تو اس معاشرے میں گویا پورا مقاطعہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اسی کتاب مشکوٰۃ میں، جس سے فاضل جج نے یہ احادیث نقل کی ہیں، باب الحیض کی پہلی حدیث یہ ہے کہ ”جب عورت کو حیض آتا تھا تو یہودی اس کے ساتھ کھانا پینا اور اس کے ساتھ

رہنا سہنا چھوڑ دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ اس حالت میں صرف فعل مباشرت ناجائز ہے، باقی ساری معاشرت اسی طرح رہنی چاہیے جیسی عام حالت میں ہوتی ہے۔" لیکن اس کے باوجود ایک مدت تک لوگوں میں قدیم تعصّبات باقی رہے اور لوگ یہ سمجھتے رہے کہ جنابت اور حیض کی حالت میں انسان کا وجود کچھ نہ کچھ گندا تو رہتا ہی ہے، اور اس حالت میں اس کا ہاتھ جس چیز کو لگ جائے وہ بھی کم از کم مکروہ تو ضرور ہو جاتی ہے۔ ان تصورات کو اعتدال پر لانے کے لیے حضرت عائشہ کو یہ بتانا پڑا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس حالت میں کوئی اجتناب نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے نزدیک نہ پانی گندا ہوتا تھا، نہ بستر، نہ جانماز۔ نیز یہ بھی انہوں نے ہی بتایا کہ حائضہ بیوی کے ساتھ اس کا شوہر صرف ایک فعل نہیں کر سکتا، باقی ہر قسم کا اختلاط جائز ہے۔ ان تعصّبات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا فعل بتا کر حضرت عائشہؓ اور دوسری ازواج مطہراتؓ نے نہ توڑ دیا ہوتا تو آج ہمیں اپنی گھریلو معاشرت میں جن تنگیوں سے سابقہ پیش آ سکتا تھا ان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اپنے ان محسنوں کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ہم اب بیٹھے یہ سوچ رہے ہیں کہ بھلا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی اور ایسی باتیں بیان کرے!

دو مزید حدیثوں پر اعتراض:

پھر پیراگراف 28 میں فاضل جج دو حدیثیں نقل فرماتے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ نے جنت کو دیکھا اور اس کے اکثر باشندے فقراء و مساکین تھے، اور آپ نے دوزخ کو دیکھا اور اس میں کثرت عورتوں کی تھی۔ ان احادیث کے متعلق وہ نہ صرف یہ خیال ظاہر فرماتے ہیں کہ "میں اپنے آپ کو یہ یقین کرنے کے ناقابل پاتا ہوں کہ محمد رسول اللہ نے یہ باتیں کہی ہوں گی۔" بلکہ وہ ان احادیث کے پہلے حصے پر یہ رائے زنی بھی کرتے ہیں کہ "اس کا مطلب کیا یہ ہے کہ مسلمانوں کو دولت حاصل کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔"

SULEMANI.COM.PK

اس طرح کی کوئی حدیث اگر سرسری طور پر کبھی آدمی کی نظر سے گزر جائے تو وہی غلط فہمی لاحق ہوتی ہے جس کا ذکر فاضل جج نے کیا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے احادیث کا وسیع مطالعہ کیا ہے اور جن کی نگاہ سے اس نوعیت کی بیشتر احادیث گزری ہیں ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے یہ مشاہدات محض بیان واقعہ کی خاطر بیان نہیں کیے ہیں بلکہ مختلف انسانی گروہوں کی اصلاح کے لیے بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے صرف یہی نہیں بتایا کہ غریب آدمیوں کی بہ نسبت دولت مند لوگ جہنم کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں، بلکہ دولت مندوں کو یہ بھی بتایا ہے کہ ان کی وہ کیا برائیاں ہیں جو آخرت میں ان کا مستقبل خراب کرتی ہیں، اور انہیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے جس سے وہ دنیا کی طرح آخرت میں بھی خوشحال رہیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے مختلف ارشادات میں عورتوں کو بھی یہ بتایا ہے کہ ان کے کون سے عیوب انہیں جہنم کے خطرے میں مبتلا کرتے ہیں جن سے انہیں بچنا چاہیے، اور کون سی بھلائیاں اختیار کر کے وہ جنت کی مستحق ہو سکتی ہیں۔ **جن اصحاب کو ایک مسئلے کے تمام متعلقات کا مطالعہ کرنے کی فرصت نہ ہو انہیں کیا ضرورت ہے کہ جزوی معلومات پر اعتماد کر کے اظہارِ رائے فرمائیں۔**

ایک اور حدیث پر اعتراض:

اس کے بعد پیراگراف 29 میں فاضل جج فرماتے ہیں:

> ”مزید برآں کیا یہ قابل یقین ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بات فرمائی ہو گی جو حدیث بخاری کے صفحہ 582 پر روایت نمبر 602/74 میں عبداللہ بن قیس سے مروی ہے کہ مسلمان جنت میں ان عورتوں سے مباشرت کریں گے جو ایک خیمے کے مختلف گوشوں میں بیٹھی ہوں گی۔“

ہم حیران تھے کہ یہ ”حدیث بخاری“ آخر کون سی کتاب ہے جس کے صفحہ 852 کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آخر شبہ گزرا کہ شاید اس سے مراد تجرید البخاری کا اردو ترجمہ ہو جو ملک دین

SULEMANI.COM.PK

محمد اینڈ سنز نے شائع کیا ہے۔ اسے نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ واقعی حوالہ اسی کا ہے۔ **اب ذرا اس ستم کو ملاحظہ کیجیے کہ فاضل جج علم حدیث پر ایک عدالتی فیصلے میں ماہرانہ اظہار رائے فرما رہے ہیں اور حوالہ ایک ایسے غلط سلط ترجمے کا دے رہے ہیں جس کے مترجم کا نام تک کتاب میں ظاہر نہیں کیا گیا ہے، پھر اس پر مزید ستم یہ کہ اصل حدیث کے الفاظ پڑھنے کے بجائے ترجمے کے الفاظ پڑھ کر رائے قائم فرما رہے ہیں اور یہ تک محسوس نہیں فرماتے کہ ترجمے میں کیا غلطی ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ اور ان کا صحیح ترجمہ یہ ہے:**

((ان فی الجنۃ خیمۃ من لوءلوۃ مجوفۃ عرضھا ستون میلا و فی کل زاویۃ منھا اھل ما یرون الاخرین یطوفون علیھم المومنون)) ()

جنت میں ایک خیمہ ہے جو کھوکھلے موتی سے بنا ہوا ہے۔ اس کا عرض 60 میل ہے۔ اس کے ہر گوشے میں رہنے والے دوسرے گوشوں میں رہنے والوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ مومن ان پر گشت کریں گے (یعنی وقتاً فوقتاً ہر ایک گوشے والوں کے پاس جاتے رہیں گے)۔"

خط کشیدہ فقرے میں یطوفون علیھم کا ترجمہ مترجم نے "ان سے مباشرت کریں گے" کر دیا ہے اور فاضل جج نے اسی پر اپنی رائے کا مدار رکھ دیا ہے۔ حالانکہ "طاف علیہ" کے معنی وقتاً فوقتاً کسی کے پاس جاتے رہنے کے ہیں نہ کہ مباشرت کرنے کے۔ قرآن مجید میں جنت ہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے یطوفون علیھم ولدان مخلدون "ان پر ایسے لڑکے گشت کرتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہیں۔" کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لڑکے ان سے مباشرت کریں گے؟ سورۂ نور میں لونڈی غلاموں اور بالغ لڑکوں کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ وہ تین اوقات میں تو صاحب خانہ کی خلوت گاہ میں اجازت لیے بغیر داخل نہ ہوں، البتہ باقی اوقات میں وہ بلا اجازت آ سکتے

ہیں، اور اس حکم کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ طوافون علیکم "وہ تم پر گشت کرنے والے ہیں۔" کیا یہاں بھی اس طواف کے معنی مباشرت ہی کے ہوں گے؟ زیر بحث حدیث میں "اہل" سے مراد اگر ایک مومن کی بیویاں ہی ہوں جو اس 60 میل چوڑے خیمے کے مختلف حصوں میں رہیں گی، تب بھی کسی شخص کا اپنی مختلف بیویوں کے گھروں میں جانا کیا لازماً مباشرت ہی کا ہم معنی ہے؟ کیا کوئی بھلا آدمی اس ایک کام کے سوا اپنی بیوی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا؟ **طواف کا یہ ترجمہ تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کے ذہن پر جنس بری طرح سوار ہو۔**

سنت کے حجت نہ ہونے پر دو مزید دلیلیں:

پیراگراف 30 میں فاضل جج دو اور دلیلیں پیش فرماتے ہیں۔ اول یہ کہ رافع بن خدیج والی روایت میں (جس کا حوالہ انہوں نے دیا ہے) حضور ﷺ نے خود یہ فرمایا ہے کہ جو معاملاتِ دین سے تعلق نہیں رکھتے ان میں آپ کی بات کو حرفِ آخر نہ سمجھ لیا جائے۔ دوم یہ کہ حضور ﷺ نے خود اس پر زور دیا ہے (اور یہاں کوئی حوالہ انہوں نے نہیں دیا) کہ صرف قرآن ہی وہ ایک کتاب ہے جو تمام شعبہائے زندگی میں مسلمانوں کی رہنما ہونی چاہیے۔

ان میں سے پہلی دلیل خود اس حدیث ہی سے ٹوٹ جاتی ہے جس کا حوالہ انہوں نے دیا ہے۔ اس میں واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے اہل مدینہ کو کھجوروں کی باغبانی کے معاملے میں ایک مشورہ دیا تھا جس پر عمل کیا گیا تو پیداوار کم ہو گئی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "میں جب تمہارے دین کے معاملہ میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اس کی پیروی کرو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بس ایک بشر ہی ہوں۔" اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن معاملات کو دین اسلام نے اپنے دائرۂ رہنمائی میں لیا ہے ان میں تو حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کی پیروی لازم ہے، البتہ جن معاملات کو دین نے اپنے دائرے میں نہیں لیا

ہے ان میں آپ کی رائے واجب الاتباع نہیں ہے۔ اب ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ دین نے کن معاملات کو اپنے دائرے میں لیا ہے اور کن کو نہیں لیا۔ **ظاہر ہے کہ لوگوں کو باغبانی، یا درزی کا کام یا باورچی کا کام سکھانا دین نے اپنے ذمہ نہیں لیا ہے۔ لیکن خود قرآن ہی اس بات پر شاہد ہے کہ دیوانی اور فوجداری قوانین، عائلی قوانین، معاشی قوانین اور اسی طرح اجتماعی زندگی کے تمام معاملات کے متعلق احکام وقوانین بیان کرنے کو دین اسلام نے اپنے دائرۂ عمل میں لیا ہے۔** ان امور کے متعلق نبی ﷺ کی ہدایات کو رد کر دینے کے لیے مذکورۂ بالا حدیث کو دلیل کیسے بنایا جا سکتا ہے۔

رہی دوسری دلیل، تو براہِ کرم ہمیں بتایا جائے کہ حضور ﷺ کی کس حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ مسلمانوں کو رہنمائی کے لیے صرف قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے تو اس کے برعکس یہ فرمایا ہے کہ

((ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما، کتاب اللہ و سنۃ رسولہ)) (موطا)

”میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم انہیں تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک خدا کی کتاب دوسرے اس کے رسول کی سنت۔“

کیا محدثین کو خود احادیث پر اعتماد نہ تھا:

پیراگراف 31 میں فاضل جج ایک اور دلیل لاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ”یہ بات کہ محدثین خود اپنی جمع کردہ احادیث کی صحت پر مطمئن نہ تھے صرف اسی ایک امر واقعہ سے واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں سے یہ نہیں کہتے کہ ہماری جمع کردہ احادیث کو صحیح مان لو بلکہ یہ کہتے ہیں کہ انہیں ہمارے معیارِ صحت پر جانچ کر اپنا اطمینان کرلو۔ اگر انہیں ان احادیث کی صحت کا یقین ہوتا تو یہ جانچنے کا سوال بالکل غیر ضروری تھا۔“

درحقیقت یہ ایک عجیب استدلال ہے۔ دنیا کا کوئی محقق آدمی کسی چیز کو اس وقت تک صحیح نہیں کہتا جب تک اسے اپنی جگہ اس کی صحت کا اطمینان نہیں ہو جاتا۔ لیکن آپ کسی ایماندار محقق سے یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ اپنی تحقیق پر ایمان لے آنے کا دنیا بھر سے مطالبہ کرے گا اور دھڑلے کے ساتھ لوگوں سے کہے گا کہ میں اسے صحیح سمجھتا ہوں لہٰذا تم کو بھی اسے صحیح مان لینا چاہیے۔ وہ تو یہی کرے گا کہ اپنی تحقیقات کے دوران میں جو مواد بھی اس کے سامنے آیا ہے وہ سب کا سب لوگوں کے سامنے رکھ دے گا اور بتا دے گا کہ اس مواد کی بنیاد پر میں ان نتائج تک پہنچا ہوں تم بھی انہیں جانچ لو، اگر تمہارا اطمینان میرے اخذ کردہ نتائج پر ہو تو انہیں قبول کر لو، ورنہ یہ مواد حاضر ہے، اس کے ذریعے سے خود تحقیق کر لو۔ محدثین نے یہی کام کیا ہے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو فعل یا قول بھی پہنچا ہے اس کی پوری سند انہوں نے بیان کر دی ہے۔ ہر سند میں جتنے راوی آئے ہیں ان میں سے ایک ایک کے حالات بیان کر دیئے ہیں۔ مختلف سندوں سے آنے والی روایات میں جن جن پہلوؤں سے ضعف یا قوت کا کوئی پہلو نکلتا ہے اسے بھی صاف صاف بتا دیا ہے اور ہر حدیث کے متعلق اپنی رائے دے دی ہے کہ ہم فلاں فلاں دلائل کی بنا پر اس کو صحت یا کمزوری کے اعتبار سے یہ درجہ دیتے ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جن حدیثوں کو وہ اس مدلل طریقے سے صحیح کہتے ہیں وہ ان کے نزدیک صحیح ہی ہیں۔ ان کی صحت کا انہیں یقین نہ ہوتا تو وہ آخر انہیں صحیح کہتے ہی کیوں۔ مگر کیا اس کے بعد انہیں یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ اے مسلمانو! تم بھی ان کی صحت پر ایمان لاؤ کیونکہ ہم انہیں صحیح قرار دے رہے ہیں؟

احادیث میں اجمال اور بے ربطی کی شکایت:

پیراگراف 33 میں فاضل جج دو باتیں اور ارشاد فرماتے ہیں جن پر ان کے دلائل کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ بہت سی احادیث بہت مختصر اور بے ربط ہیں جنہیں پڑھ کر صاف محسوس ہوتا ہے کہ ان کو سیاق وسباق اور موقع ومحل سے الگ کر کے

بیان کر دیا گیا ہے۔ ان کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا اور ان کا صحیح مفہوم و مدعا مشخص کرنا ممکن نہیں ہے جب تک ان کا سیاق سامنے نہ ہو اور وہ حالات معلوم نہ ہوں جن میں رسولِ پاک ﷺ نے کوئی بات کہی ہے یا کوئی کام کیا ہے۔" دوسری بات وہ یہ فرماتے ہیں کہ "یہ کہا گیا ہے اور بجا طور پر کہا گیا ہے کہ حدیث قرآن کے احکام کو منسوخ نہیں کر سکتی، مگر کم از کم ایک مسئلے میں تو احادیث نے قرآن پاک میں ترمیم کر دی ہے اور وہ وصیت کا مسئلہ ہے۔"

ان دونوں باتوں کے متعلق بھی چند کلمات عرض کر کے ہم اس تنقید کو ختم کرتے ہیں۔

پہلی بات دراصل ایک ایسا تاثر ہے جو حدیث کی ملخص (خلاصہ شدہ) کتابوں میں سے کسی کو سرسری طور پر پڑھنے سے ایک عام ناظر لیتا ہے۔ لیکن ذخیرۂ احادیث کے وسیع علمی مطالعہ کے بعد آدمی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اکثر و بیشتر احادیث جو کسی جگہ مختصر اور بے ربط ہیں، کسی دوسری جگہ ان کا پورا سیاق و سباق، تمام متعلقہ واقعات کے ساتھ مل جاتا ہے۔ پھر جن احادیث کے معاملہ میں تفصیلات نہیں ملتیں، ان پر بھی اگر غور کیا جائے تو ان کے الفاظ خود ان کے پس منظر کی طرف اشارہ کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے پس منظر کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے حدیث اور سیرت کی کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے عہد اور اس وقت کے معاشرے کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ ایک مختصر حدیث میں اچانک کسی قول یا کسی واقعہ کا ذکر دیکھ کر بآسانی یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ بات کن حالات میں اور کس محل پر کہی گئی ہے، اور یہ واقعہ کس سلسلہ واقعات میں پیش آیا ہے۔ اس کی کچھ مثالیں اس سے پہلے اسی تنقید کے سلسلے میں بعض احادیث کی تشریح کرتے ہوئے ہم پیش کر چکے ہیں۔

کیا حدیث قرآن میں ترمیم کرتی ہے؟

دوسری بات کے متعلق ہم عرض کریں گے کہ وصیت کے متعلق جن احادیث کو فاضل جج قرآن میں ترمیم کا ہم معنی قرار دے رہے ہیں ان کو اگر سورہ نساء کے احکام میراث

SULEMANI.COM.PK

کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں حکم قرآن کی ترمیم نہیں بلکہ توضیح کی گئی ہے۔ اس سورت کے دوسرے رکوع میں چند رشتہ داروں کے حصے مقرر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ حصے مورث کی وصیت پوری کرنے کے بعد اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد نکالے جائیں۔ اب اگر فرض کیجیے کہ ایک شخص یہ وصیت کرے کہ کسی وارث کو قرآن کے مقرر کردہ حصے سے کم دیا جائے، اور کسی کو اس سے زیادہ دیا جائے، اور کسی کو کچھ نہ دیا جائے، تو دراصل وہ وصیت کے ذریعہ سے قرآن کے حکم میں ترمیم کا مرتکب ہوگا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لا وصیة لوارث "وارث کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی جاسکتی۔" یعنی اس کا جو حصہ قرآن میں مقرر کر دیا گیا ہے اسے وصیت کے ذریعہ سے نہ ساقط کیا جا سکتا ہے، نہ گھٹایا جا سکتا ہے، نہ بڑھایا جا سکتا ہے، بلکہ لازماً قرآن ہی کے مطابق وارثوں میں ترکہ تقسیم کرنا ہوگا۔ البتہ غیر وارث لوگوں کے حق میں یا اجتماعی مفاد کے لیے یا راہِ خدا میں صرف کرنے کے لیے ایک شخص وصیت کر سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں یہ امکان بھی تھا کہ ایک شخص کسی وجہ سے اپنا تمام مال یا اس کا بڑا حصہ غیر وارثوں ہی کو دے دینے کی وصیت کر بیٹھے اور وارثوں کو محروم کر دے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مورث کے اختیارات پر ایک اور پابندی یہ عائد کر دی کہ وہ صرف 1 / 3 مال کی حد تک ہی وصیت کر سکتا ہے، باقی 2 / 3 لازماً اسے ان حق داروں کے لیے چھوڑنا ہوگا جن کو قرآن نے قریب ترین حقدار قرار دیا ہے اور تنبیہ کر دی ہے کہ لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا قرآنی حکم پر عمل کرنے کے لیے یہ قواعد وضوابط جو قرآن کے لانے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنا دیئے ہیں، ان کو اچھی طرح سمجھ کر ہمیں بتایا جائے کہ آخر کس معقول دلیل سے ان کو "ترمیم" کی تعریف میں لایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی باتیں کرنے سے پہلے آخر کچھ تو سوچنا چاہیے کہ قرآن مجید کے احکام کی توضیح وتشریح اگر اس کا لانے والا ہی نہ کرے گا تو اور کون کرے گا اور اگر یہ تشریح اس وقت نہ کر دی جاتی تو وصیت کے اختیارات استعمال کرنے میں لوگ قرآن کے قانونِ وراثت کا کس طرح حلیہ

SULEMANI.COM.PK

بگاڑ کر رکھ دیتے۔ پھر اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ اس صحیح تشریح کو تو فاضل جج "ترمیم" قرار دیتے ہیں، لیکن خود اپنے اسی فیصلے میں انہوں نے بطورِ نمونہ قرآن کے تین احکام کی جو مجتہدانہ تعبیریں فرمائی ہیں ان کے متعلق وہ بالکل محسوس نہیں فرماتے کہ دراصل ترمیم کی تعریف میں تو ان کی اپنی یہ تعبیرات آتی ہیں۔

ضمیمہ ج:

مرد کی قوامیت: مفہوم اور ذمہ داری

"مرد کی قوامیت: مفہوم اور ذمہ داری" کے عنوان سے ایک مضمون ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (2010) کا ماہنامہ ترجمان القرآن میں شائع ہوا ہے۔ اگرچہ تمام مضمون کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں تاہم اس کے چیدہ چیدہ نکات ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کی تفصیلات براہ راست ماہنامہ ترجمان القرآن سے پڑھ سکتے ہیں۔

.... اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان تمام معاملات میں مساوات برتی ہے۔ اس نے عورت کو مرد کی طرح تمام معاشرتی و تمدنی حقوق (حصول تعلیم، شوہر کے انتخاب، ناپسندیدہ شوہر سے گلوخلاصی، مہر و نفقہ اور مال و جائیداد کی ملکیت اور معاشی جدوجہد) عطا کیے ہیں۔ اسے معاشرے میں مرد کی طرح، بلکہ بعض حیثیتوں سے مرد سے بڑھ کر اسے عزت و احترام کا مقام حاصل ہے۔

.... لیکن اس مساوات کا مطلب بہر حال دونوں کے کاموں کی یکسانیت نہیں ہے۔ اسلام نے دونوں کے درمیان کاموں کی منصفانہ تقسیم کی ہے اور دونوں کے دائرہ کار الگ الگ رکھے ہیں۔

.... عورت کے ذمہ فطرت نے بچوں کی پیدائش و پرورش کا ایک عظیم الشان کام سونپا ہے اور گھریلو امور کی ذمہ داری کے پیش نظر اسے وسائل معاش کی فراہمی سے آزاد رکھا ہے۔

SULEMANI.COM.PK

.... مرد کے ذمہ گھر سے باہر کے کام رکھے ہیں اور اسے پابند کیا ہے کہ وہ عورت (خاندان) کی معاشی کفالت کرے اور اسے تحفظ فراہم کرے۔ نیز اسلام نے مرد پر ایک اضافی ذمہ داری عائد کی ہے اور وہ ہے خاندان کی سربراہی کیونکہ کسی بھی ادارے (Institution) کے منظم انداز میں چلنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک سربراہ ہو!....اس چیز کو قرآن کریم نے سورہ البقرہ (2:228) میں "مرد کو برتر درجہ" کہا ہے جبکہ سورۃ النساء (4:34) میں "مرد عورتوں کے سربراہ" "قوام" ہیں سے تعبیر کیا ہے!

.... لفظ "قوام" عربی زبان میں ایک بہت وسیع المعانی لفظ ہے، جس میں "نگرانی وخبر گیری" "کسی کام میں مشغول ہونا"، "کسی کام کو سنبھالنا" اہل وعیال کی دیکھ بھال کرنا، کفالت کرنا، خرچ اٹھانا ہے" جبکہ اردو زبان میں مترجمین قرآن نے جو الفاظ "حاکم، امیر، سرپرست یا سربراہ" کیے ہیں، ان سے اس کے پورے مفہوم کی وضاحت نہیں ہو پاتی!....اس ضمن میں انہوں نے متعدد مفسرین، ماہرین لغت کے اقوال نقل کیے ہیں۔ نیز متعدد مفسرین کرام "ابوجعفر طبری (م 310ھ)، ماوری (م 450ھ)، بغوی (م 510ھ)، خازن (م 741ھ)، اور سیوطی (م 911ھ) کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

.... اس ضمن میں مرد کو قوام بنائے جانے کے اسباب میں مفسرین نے قرآنی آیات سے استشہاد کرتے ہوئے اس کا پہلا سبب وہبی اور دوسرا کسبی بتایا ہے۔ سورہ النساء (4:34) کی آیت میں اگرچہ صراحت نہیں ہے کہ کس کو کس پر فضیلت حاصل ہے لیکن سیاق کلام سے واضح ہے کہ یہاں متعدد مردوں کی عورتوں پر فضیلت کا بیان ہے....پھر یہ فضیلت ایک جنس پر ہے ورنہ افراد کے اعتبار سے دیکھا جائے تو طبقہ اناث میں بعض افراد ایسے ہو سکتے ہیں جنہیں بعض مردوں پر فضیلت حاصل ہے (ابوحیان، 335/3)....اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودیa

SULEMANI.COM.PK

(الف 1999) نے لکھا ہے کہ "یہاں فضیلت بمعنی شرف و کرامت اور عزت نہیں، جیسا کہ ایک عام اردو خواں آدمی اس لفظ کا مطلب لے گا، بلکہ یہاں یہ لفظ اس معنی میں ہے کہ ان میں سے ایک صنف (یعنی مرد) کو اللہ تعالیٰ نے طبعاً ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو دوسری صنف (یعنی عورت) کو نہیں دیں، یا اس سے کم دی ہیں۔ اس بنا پر خاندانی نظام میں مرد ہی قوام ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اور عورت فطرتاً ایسی بنائی گئی ہے کہ اسے خاندانی زندگی میں مرد کی حفاظت و خبر گیری کے تحت رہنا چاہیے۔"

.... شیخ محمد عبدہؒ اور ان کے شاگرد علامہ رشید رضاؒ نے اس موضوع پر بہت اچھی بحث کی ہے۔ علامہ رشید رضا بعض نکتوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مردوں کی عورتوں پر فضیلت کا تذکرہ صراحت سے کرنے کی بجائے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مرد اور عورت دونوں ایک بدن کے مختلف اعضاء کے مثل ہیں۔ اس لئے نہ مرد کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنی طاقت کے نشے میں عورت پر ظلم روا رکھے اور نہ عورت کو زیب دیتا ہے کہ اس کی فضیلت کو بار سمجھے اور اس چیز کو اپنی ناقدری گردانے، اس لیے کہ جس طرح کسی شخص کے لئے یہ عار کی بات نہیں کہ اس کا سر ہاتھ سے یا دل معدہ سے افضل ہو، اس لئے کہ بعض اعضاء کا دیگر اعضاء سے افضل ہونا پورے بدن کے مفاد میں ہوتا ہے، جبکہ اس سے کسی عضو کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوتا، اسی طرح کھانے اور تحفظ دینے کی قوت و طاقت رکھنے کے معاملے میں عورت پر مرد کی فضیلت میں حکمت پائی جاتی ہے کیونکہ اس طرح عورت بآسانی اپنے فطری وظائف: حمل، ولادت اور بچوں کی تربیت وغیرہ انجام دیتی ہے۔ وہ اپنے گوشہ عافیت میں بے خوف و خطر رہتی ہے اور وسائل معاش فراہم کرنے کی فکر سے بھی آزاد رہتی ہے۔ فضیلت کی غیر واضح تعبیر اختیار کرنے میں ایک دوسری حکمت بھی

SULEMANI.COM.PK

پائی جاتی ہے۔اس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ یہ فضیلت ایک جنس کی دوسری جنس پر ہے۔مردوں کے تمام افراد کی عورتوں کے تمام افراد پر نہیں ہے۔اس لیے کہ بہت سی عورتیں ایسی ہوسکتی ہیں جو علم وعمل، بلکہ جسمانی قوت اور کمانے کی صلاحیت میں اپنے شوہروں سے افضل ہوں۔"(رشید رضاؒ 69-68/5)

کسبی فضیلت:

عورتوں پر مردوں کی فضیلت کا دوسرا سبب قرآن کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ" مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں"(سورہ النساء:4:34)----شریعت نے افرادِ خاندان کی کفالت کرنے، ان کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے اور ان کے لئے وسائل معاش فراہم کرنے کی ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے اور عورت کو اس سے بالکل آزاد رکھا ہے۔یہ چیز بھی مرد کو خاندان کی سربراہی کے مقام پر فائز کرتی ہے۔شیخ رشید رضا نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے" عورتیں عقد زوجیت کے ذریعے مردوں کی سربراہی میں داخل ہوتی اور ان کی ماتحتی قبول کرتی ہیں۔مہر کی شکل میں انہیں اس کا معاوضہ دیا جاتا ہے۔اس طرح گویا شریعت نے عورت کو اعزاز بخشا ہے کہ اسے ایک ایسے معاملے میں مالی بدلے کا مستحق قرار دیا جس کا فطرت اور نظام معیشت تقاضہ کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اس کا شوہر اس کا سربراہ ہو۔اس معاملے کو عرف کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے جسے لوگ باہمی رضامندی سے انجام دیتے ہیں۔گویا عورت نے اپنی مرضی سے مطلق مساوات سے تنزل اختیار کر لی اور مرد کو اپنے اوپر ایک درجہ(سربراہی کا درجہ) فوقیت دینے پر تیار ہوگئی اور اس کا مالی عوض قبول کر لیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾
(البقرہ ۲:۸۲۲)

اس آیت سے مردوں کو وہ درجہ مل گیا جس کا فطرت تقاضہ کرتی ہے۔(رشید

رضا 68-67/5)

اس امر کے بارے میں کہ مرد نگران ہے داروغہ نہیں، ایک حدیث کے حوالے سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مرد اپنے گھر والوں کا راعی (نگران) ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا" (بخاری، کتاب الاحکام، 7137۔ مسلم کتاب الامارۃ 1829)۔۔۔۔ شیخ محمد عبدہ رقمطراز ہیں کہ "درج بالا آیت میں قوامیت سے مراد وہ سربراہی ہے جس میں ماتحت شخص اپنے پورے ارادہ و اختیار کے ساتھ اپنی سرگرمیاں انجام دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں ماتحت شخص پوری طرح مجبور محض ہوتا ہے، وہ کسی ارادہ واختیار کا مالک نہیں ہوتا اور صرف وہی کام انجام دیتا ہے جس کی اس کا سربراہ اسے ہدایت دیتا ہے۔ بلکہ کسی شخص کے دوسرے پر قوام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے جن کاموں کی راہ نمائی کرتا ہے، ان کے نفاذ کے سلسلے میں اس کی دیکھ ریکھ اور نگرانی کرتا ہے" (رشید رضا 68/5)

اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے، مقالہ نگار رقمطراز ہیں "بعض مسلم دانشور اسلام میں حقوق نسواں کی پرزور وکالت کرتے ہیں....وہ مساواتِ مرد وزن کا ایسا تصور پیش کرتے ہیں کہ مرد کی قوامیت عملاً ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام نے مرد اور عورت کے حقوق مساوی رکھے ہیں، لیکن نظام خاندان کو چلانے کے لئے اس نے مرد کو 'قوامیت' کی ذمہ داری بھی عطائی ہے۔ اسے تسلیم کیا جانا چاہیے"!

ضمیمہ د:

عورتوں کی با جماعت نماز

عورتوں کی با جماعت نماز کے بارے میں بھی ایک تحقیقی مضمون اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ایک پروفیسر نے تحریر کیا ہے (عبدالحئی ابڑو 2012)۔ اس کے مطابق "حنفی مکتب فکر کی کتب میں عورتوں کی جماعت کو بالعموم مکروہ بتایا گیا ہے۔ احناف کی رائے سے بھی زیادہ مستندانہ رائے مالکی فقہا کی ہے۔ جو عورت کی امامت کو فرائض یا نوافل دونوں طرح کی نمازوں میں سرے سے درست نہیں سمجھتے۔ البتہ شافعی فقہا کے نزدیک اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق عورت کا عورتوں کی امامت کرانا نہ صرف درست بلکہ مستحب ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نیز حضرت ام ورقہؓ کی امامت (جس کا ذکر کیا جا چکا ہے) احادیث و آثار سنن ابوداؤد، مستدرک حاکم، بیہقی، دارقطنی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، امام محمد کی کتاب الآثار اور دیگر کتب حدیث میں روایت ہوئے ہیں۔ سعودی عرب اور مصر کی فتویٰ کونسلوں کے علاوہ موجودہ دور کے نامور عرب علماء نے بھی عورتوں کی امامت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ان میں شیخ ابن بازؒ، شیخ صالح المنجد، شیخ یوسف قرضاوی اور دیگر حضرات شامل ہیں"

حنفی فقہاء کے نزدیک عورت کی امامت متعدد امور کی بناء پر درست نہیں سمجھی جاتی تاہم اس کا شافی اور مسکت جواب بھی خود ایک حنفی عالم شارح ہدایہ، علامہ بدرالدین عینی (م 855ھ) کی "االنہایۃ شرح الہدایہ" میں ملتا ہے علامہ عینی نے درج ذیل وجوہات کی بناء پر ان اعتراضات کے تسلی بخش جواب دیئے ہیں۔

SULEMANI.COM.PK

اولاً---حنفی فقہاء اسے بدعت قرار دیتے ہیں جبکہ علامہ عینی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ "امام شافعیؒ کے علاوہ اوزاعیؒ، ثوریؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔ ان کے بقول بدعت تو ایسی نئی بات ایجاد کرنے کا نام ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں نہ تھی" جبکہ درج بالا احادیث کی کتابوں سے عورت کی امامت ثابت ہے کہ عورت، عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے اور وہ ان کے درمیان کھڑی ہو!

ثانیاً---صاحب ہدایہ کے اس قول پر کہ یہ حرام کا ارتکاب ہے، علامہ عینی کہتے ہیں کہ "امام کا ان کے درمیان کھڑا ہونا حرام کیسے ٹھہرا؟ جبکہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے اس فعل اور حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تصریح موجود ہے جبکہ علامہ بدر الدین عینی کہتے ہیں کہ" کیسے مکروہ ہے؟ جبکہ محلی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے نماز مغرب میں عورتوں کی امامت کی اور بلند آواز سے قرات کی۔" مزید یہ کہ حضرت عائشہؓ رمضان میں عورتوں کی امامت کرتی اور ان کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں۔

رابعاً---جواز امامت کا ابتدائے اسلام پر محمول کرنے کے بارے میں علامہ عینی کا یہ موقف ہے کہ "یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جسنے سیر وسوانح کی کتب کو دیکھا تک نہیں۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح مدینہ منورہ میں ہوا اور حضور ﷺ کے ساتھ انہوں نے نو سال گذارے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے امامت سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد ہی کی ہے تو یہ اس کو ابتدائے اسلام پر محمول کرنے والی بات کیسے درست ہوگی"!

پروفیسر موصوف اس تمام بحث کو سمیٹتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ "درج بالا دلائل جواز اور امام عینی کے استدلال اور مانعین کے دلائل کے رد کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کا عورتوں کی امامت کرانا نہ صرف جائز بلکہ استحباب کا درجہ رکھتا ہے" (بشرطیکہ وہ صف میں درمیان میں کھڑی ہوں)۔

SULEMANI.COM.PK

حوالہ جات

اردو:

ابوالاعلیٰ مودودیؒ سید(1990) حقوق الزوجین۔اسلامک پبلی کیشنز لاہور

ابوالاعلیٰ مودودیؒ سید(1999) تفہیم القرآن جلد اوّل (الف) ترجمان القرآن لاہور

ابوالاعلیٰ مودودیؒ سید(1999) تفہیم القرآن جلد دوم (ب) ترجمان القرآن لاہور

ابوالاعلیٰ مودودیؒ سید(1999) تفہیم القرآن جلد سوم (ج) ترجمان القرآن لاہور

ابوالاعلیٰ مودودیؒ سید(1999) تفہیم القرآن جلد چہارم (د) ترجمان القرآن لاہور

ابوالاعلیٰ مودودیؒ سید(1999) تفہیم القرآن جلد پنجم (ر) ترجمان القرآن لاہور

ابوالاعلیٰ مودودیؒ سید(1999) تفہیم القرآن جلد ششم (ڑ) ترجمان القرآن لاہور

ابوالاعلیٰ مودودیؒ سید(1960) سنت کی آئینی حیثیت مکتبہ جماعت اسلامی ہند، دہلی

ابوالاعلیٰ مودودی سید(1962) خلافت وملوکیت، اسلامک پبلی کیشنز لاہور

ابوالاعلیٰ مودودی مولانا(2012) پردہ اور مسلمان عورت، اسلامک پبلی کیشنز لاہور

ابوالاعلیٰ مودودی مولانا(2012) تفہیمات جلد دوم۔اسلامک پبلی کیشنز لاہور

ابوالاعلیٰ مودودی مولانا(2012) رسائل ومسائل جلد اول۔اسلامک پبلی کیشنز لاہور

ابوالکلام آزاد (مولانا) ترجمان القرآن، جلد دوم، ص296

انیس احمد (پروفیسر)2012 جنسی تعلیم اسلامی اقدار کے تناظر میں۔
ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن جون2012

ثریا بتول علوی2000 جدید تحریک نسواں اور اسلام، منشورات لاہور

SULEMANI.COM.PK

حمید اللہ (ڈاکٹر) 1992 خطباتِ بہاولپور۔ ادارہ تحقیقاتِ سلامی

حسن ترابی 2000 انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

ریاض اختر، 2008 النساء فی القرآن، قرآن کریم میں خواتین کا تذکرہ
کلاسیک لاہور

سید عبدالغفار بخاری (ڈاکٹر) 2010 عہد بنوامیہ میں محدثین کی خدمات
فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ۔ نشریات لاہور

سید شوکت علی 1999

سید مناظر احسن گیلانی 1983 تدوین حدیث۔ مکتبہ العلم۔ لاہور

سلیمان ندوی (سید) 1986 سیرت عائشہؓ۔ ناشران قرآن لاہور

سید عبدالقادر جیلانی 2005 اسلام اور پیغمبر اسلام۔ مستشرقین کی نظر میں
پی ایچ ڈی یونیورسٹی کراچی

محمد آفتاب خان (ڈاکٹر) 2013 مغربی تہذیب اور اخلاقی انحطاط،
ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، دسمبر

محمد آفتاب خان (ڈاکٹر) 2012 جنسی بے راہ روی: ایک چیلنج۔ ماہ نامہ عالمی
ترجمان القرآن، دسمبر

محمد آفتاب خان (ڈاکٹر) 1999 قرآن حکیم اور علم الجنین، ادارہ مطبوعات سلیمانی، اردو بازار

محمد آفتاب خان (ڈاکٹر) 2010 تعمیر پاکستان، ادارہ مطبوعات سلیمانی، لاہور

محمد آفتاب خان (ڈاکٹر) 2012 جنس اور جنسیت: اسلامی تناظر میں، نشریات،
اردو بازار لاہور

محمد آفتاب خان (ڈاکٹر) اور مولانا عبدالحکیم اکبری (ڈاکٹر) تفسیر و حدیث کا ارتقاء: گذشتہ چودہ صدیوں میں۔
ادبیات غزنی سٹریٹ، رحمان مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

محمد آفتاب خان (ڈاکٹر) 2012 اسلام اور جنسیت، ماہ نامہ عالمی ترجمان القرآن جون

محمد قطب (سید) 1980	جدید جاہلیت، البدر پبلی کیشنز لاہور
محمد قطب (سید) 1977	فی ظلال القرآن۔ البدر پبلی کیشنز، لاہور
محمد اقبال (ڈاکٹر) 1958	تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ
	مترجم نذیر نیازی بزم اقبال لاہور
مسعود عالم قاسمی 2003	وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان۔ دارالسلام
مریم جمیلہ 2014	امریکہ سے ہجرت۔ ادبیات لاہور
(مترجم کرنل اشفاق حسین)	
محمد رضی الاسلام ندوی (ڈاکٹر) 2010	مرد کی قوامیت مفہوم اور ذمہ داری
	ماہنامہ ترجمان القرآن، جنوری
محمود غازی (ڈاکٹر) 201	محاضرات حدیث۔ ملک اینڈ سنز، پبلشرز لاہور
شیخ مصطفیٰ حسن السباعی	اسلام میں سنت وحدیث کا مقام۔ جلد دوم
	مترجم ڈاکٹر مولانا احمد حسن ٹونکی شعبۂ تصنیف وتالیف
	مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی
گل حسن (لیفٹیننٹ جنرل) 2008	آخری کمانڈر انچیف۔ مترجم/ ڈاکٹر محمود الرحمن
	دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد
صفی الرحمن مبارکپوری (مولانا) 1995	الرحیق المختوم۔ المکتبۃ السّلفیہ، لاہور
عبدالحئی ابرو (پروفیسر) 2012	عورتوں کی باجماعت نماز۔
	ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، فروری
عبدالغفار حسن (مولانا) 1956	انتخاب حدیث۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور
لورین بوتھ 2011	قبول اسلام کا سفر، ماہنامہ ترجمان القرآن فروری
یوسف قرضاوی (ڈاکٹر) 1999	حلال وحرام۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور

English

Anon (1991)- Sex Education in School Curriculum. The Religious Perspective ---- an Agreed Statement. The Islamic Academy and Department of Education. University of Cambridge, UK.

Anon (1974)- The Holy Bible (Old and New Testament). The King James Version the revised Berkeley Version. The Gidson int. Zondervan Publishing house.

Asma Aftab (2002)- Feminism: A Literary Perspective. The daily Dawn, Nov.2, 2002, Islamabad.

Asma Aftab (2012)- Gender Politics: Falsifying reality. Feminism another perspective. EMEL Publishers Islamabad.

Farida - Status of Women in different religions. Karachi University, Karachi

Fatima Merinissi (1991)- The Veil and the Male Elite. New Year: Addison Wesley Publishing Company.

Gilder, GF (1975)- Sexual Suicide. Bantam Books, New York.

Hammuda-Abd-al-Ati (1997)- The Family Structure in Islam. American Trust Publication, Indiana, USA.

Hassan Turabi - Emancipation of women: an Islamic Perspective. Muslim Information Center London.

Jerome, And J. Rainer (1969)- Sexual Pleasure in Marriage. A Panther Book.

Khalid M. Abou-Fadl (1963)- And God knows The Soldiers ---- The Authoratitive and Authoritarian Islamic Course, University Press of America, Inc New York, Oxford.

SULEMANI.COM.PK

Khurshid Ahmed (1999)- Family life in Islam. The Islamic Foundation, Leicester, UK.

Muhammad Iqbal (Allama) (1958)- Reconstruction of Religious Thoughts in Islam. Compiledby Nazir Niazi, Bazam-i-Iqbal, Lahore.

Maryam Jameela (2012)- At Home in Pakistan. Adbiat, Brdu Bazar Lahore.

Riffat Hassan (1999)- "Femenism in Islam, in Femnisim and World Religions edited by Arvind Sharma & Kaltherine K. Young State University of New York Press.

Ruben Levy's (1962)- The Social Structure of Islam Cambridge at the University Press.

Robert Chartan (1969)- Sex for Advanced Lovers. A Signet Book from New American Library, New York USA.

Tahmina Durrani (1991)- My Feudal Lord. vanguard Books (pvt.) Lahore.

Wadud Mohsin Amina (1999)- Quran & Women: Reading the Sacred Text from a Woman's Puspective. Oxford University Press.

Wait L.J and Maggie Gallagher (1999)- The Case for Marriage Among Perks.

Wertzel, J.R. - (1990)

SULEMANI.COM.PK